یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

احسان اور ایمان
عشرۂ مجالس
علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
Presented by www.ziaraat.com

احسان اور ایمان

عشرۂ مجالس

۱۹۹۷ء

عشرۂ چہلم......۱۱ر صفر تا ۲۰ر صفر

امام بارگاہِ جامعہ سبطین، گلشن اقبال، کراچی

خطیب العصر

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : احسان اور ایمان (عشرۂ مجالس)

تالیف : علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ I-4 نعمان ٹیرس فیز-III
گلشنِ اقبال، بلاک-11، کراچی، فون: 4612868

مطبع : سیّد غلام اکبر

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

سالِ اشاعت : 2007ء

قیمت : Rs. 200/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی
فون: 4612868

فہرست مجالس

.....﴿پہلی تقریر﴾.....

صفحہ نمبر ۲۱ تا ۵۹

۱۲۔ شہزادیٔ کسریٰ شاہِ زنان کا خواب اور شہزادیٔ کونین کا انہیں منتخب کرنا۔

۱۳۔ فتحِ ایران اور شاہِ زنان کے خواب کی تعبیر حسینؑ ابن علیؑ اور کربلا کی عبارت کا پہلا نکتہ۔

۱۴۔ عقدِ امام حسینؑ اور عرب و عجم کا ملاپ

۱۵۔ مولائے کائنات کا شاہِ زنان کو شہر بانو یعنی شہر کی ملکہ...شہرِ علم کی ملکہ کا خطاب دینا

۱۶۔ حضرت شہر بانوؑ کی منفرد فضیلت کہ آپؑ نو اماموں کی ماں ہیں۔

۱۷۔ شیریں کی محبت اور قافلے کی آمد (مصائبِ اہلِ بیتؑ)

....دوسری تقریر....

۱۔ محسن کا مرتبہ مومن سے افضل ہے، احسان و ایمان کی لفظی تشریح

۲۔ حضرت ہودؑ اور قومِ عاد، حضرت صالحؑ اور قومِ ثمود، حضرت صالحؑ کی اونٹنی ناقۃ اللہ، منحوس قومیں اور ان پر عذابِ الٰہی۔

۳۔ کام سب انبیاؑ کا ایک تھا لیکن ہمارے نبیؐ نے وہی اتنا سجا کر کام کیا کہ سرتاجِ انبیاؑ قرار پائے۔

۴۔ اگر حضورؐ نے ستاسی لڑائیاں لڑیں تو دورانیہ کے حساب سے وہ گھوڑے کی پشت سے اُترے ہی نہیں۔ (انگریز مفکر)

۵۔ نہ حضورؐ نے کوئی فوج بنائی اور نہ حسینؑ نے کوئی فوج بنائی لیکن رسولؐ نے ستاسی لڑائیاں لڑیں اور حسینؑ نے ایک جنگ کو دنیا سے منوالیا۔

۶۔ حضور کی معجزانہ مصروفیات، ستاسی لڑائیاں، انیس شادیاں، نواسے نواسیوں سے لاڈ، پانچ وقتی نماز، وفود سے ملاقاتیں، خطبے، مسائل، صحابہ کی تربیت اور اسلام پھیلایا۔

۷۔ فقہ کا علم کیوں بن گیا! پانچ وقت کی نماز اور کتابیں لاکھوں..!

۸۔ نماز کا اصل راز کیا ہے؟

۹۔ سنتِ رسولؐ ان کی حسنِ ادائیگی کا ہی نام ہے

۱۰۔ محدث کیسے بنتے ہیں؟

۱۱۔ زہراؑ وہ صادق ترین محدثہ ہیں جو کہہ دیں اللہ اسے پورا کرتا ہے۔

۱۲۔ احسانِ ابوطالبؑ اور اللہ کے احسانات ابوطالبؑ پر، کسی پیغمبرؑ کو وہ اجر نہیں ملا جو ابوطالبؑ کو حاصل ہوا

۱۳۔ مصائبِ حضرت علی اکبر علیہ السّلام

....﴿تیسری تقریر﴾....

صفحہ نمبر ۸۴ تا ۱۰۵

۱۔ قرآن الحکیم میں لفظ احسان، محسن اور محسنین کتنی دفعہ استعمال ہوا۔

۲۔ قرآن کی زبان میں سب سے بڑے محسن ابوطالبؑ!

۳۔ عدلِ عبدالمطلبؑ....! حضرت عبدالمطلبؑ بادشاہِ عرب کے تیس سے زائد پوتے تھے لیکن گود میں صرف محمدؐ کھیلے، عبدالمطلب اپنے دور کے ہادی تھے۔

۴۔ وفاتِ حضرت عبدالمطلب اور حضورؐ کی پرورش کی ذمہ داری کے لئے حضرت ابوطالبؑ کا انتخاب۔

۵۔ ابوطالبؑ اسے کہتے ہیں جس کی گود میں عالم کی رحمت سما جائے۔

۶۔ قرآن میں ابوطالبؑ کو مومن نہیں کہا گیا....! محسن کہا گیا۔

۷۔ جب اللہ نے محسن بنا دیا، مصطفےٰؐ بنا دیا اور ان کے احسان کو بالا رکھا.. تو اب ایمان کی کیا بحث ہے؟

۸۔ ابوطالبؑ پر غصہ یہ ہے کہ ابوطالبؑ نے شریعت بل نہیں مانا...

۹۔ محسن کے قرآنی مفہوم کیا ہیں؟

۱۰۔ شجاعتِ حضرت ابوطالبؑ اور تحفظِ ختمی مرتبتؐ۔

۱۱۔ حسینؑ سلیمانؑ کی طرح پرندوں کے بھی بادشاہ تھے..

۱۲۔ یہودی کی بیٹی اور کبوتر کا مرثیہ..اور خونِ حسینؑ سے شفایابی!

.....چوتھی تقریر.....

صفحہ نمبر ۱۰۶ تا ۱۳۹

۱۔ محسنین کا لفظ قرآن میں ۳۴ مرتبہ اور احسان کا لفظ چھ مرتبہ، محسن کا لفظ قرآن میں چار مرتبہ آیا ہے۔

۲۔ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں وہ محسنین ہیں اور اللہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہے۔(سورۃ عنکبوت)

۳۔ جہاد کا مفہوم و معنی کیا ہیں...مجاہدہ کیا ہے؟

۴۔ حضور ختمی نے فرمایا! میرے دادا عبدالمطلبؑ نے اور میرے چچا ابوطالبؑ نے تین چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا۔ایک بُت پرستی،ایک شراب پینا اور ایک جوا کھیلنا..

۵۔ ابوطالبؑ کی پوری حیات اس بات پر شاہد ہے کہ جو کچھ تاریخ میں ملتا ہے ابوطالبؑ کے لئے وہ سب کا سب پیغمبرؐ کی نصرت میں لمحہ گزر رہا ہے۔

۶۔ جنگِ فجّار اور حضرت ابوطالبؑ اور حضور ختمی مرتبت کا جہاد میں ایک دوسرے کی معاونت۔

۷۔ جنگِ فجّار میں محمدؐ نے تیر چلانے کی تربیت چچا ابوطالبؑ سے لی۔

۸۔ اُحد ہو یا خندق، مجاہدہ ابوطالبؑ کا جاری ہے خندق تک...!ابوطالبؑ ایسے محسن کہ مر گئے لیکن ان کا جہاد کربلا تک جاری رہا...

۹۔ امام سجاد علیہ السلام سے کسی کا سوال...! کیا ابوطالبؑ کافر تھے؟

۱۰۔ انّ اللّٰہ لمع المحسنین کی تفسیر حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی زبان سے۔

۱۱۔ بُصریٰ اور بصرہ کا فرق...!

۱۲۔ بحیرہؔ راہب گرجا کے راہب کی معرفتِ محمدؐ اور عقیدت کا احوال

۱۳۔ محمدؐ رسول اللہ سے فاطمہؑ بنتِ اسد کی محبت اور ایثار

۱۴۔ محمدؐ نے درخت کو آواز دی...اَے شجرِ خرمہ...اپنی شاخوں کو جھکا دے، محمدؐ تجھ سے اپنا حصہ مانگتا ہے۔

۱۵۔ باطل خداؤں کو بھی گالی نہ دینا، ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے۔

۱۶۔ شعبِ ابیطالبؑ میں محصوری اور ابوطالبؑ کا مجاہدہ

۱۷۔ پینتالیس برس ابوطالبؑ کو محمدؐ نے صبح اُٹھ کر سلام کیا ہے..نبوتؐ جس کو سلام کرے اس سے بڑا محسن کون ہے۔

۱۸۔ وَبِالوَالِدَینِ اِحسَانَا کی آیت قرآن میں کہاں کہاں آئی!

۱۹۔ جس کا کارنامہ بڑا ہوتا ہے اس کے نام بہت سے ہوتے ہیں۔حضرت زہراؑ و زینبؑ و سکینہ بنت الحسینؑ کے نام، کنیت و القاب۔

۲۰۔ مصائب حضرت سکینہ بنت الحسینؑ

.....﴿پانچویں تقریر﴾.....

صفحہ نمبر ۱۴۰ تا ۱۶۵

۱۔ قولِ مولائے کائنات..! جس پر احسان کرو اس کے شر سے بچو...!

۲۔ مولائے کائنات کے قول کی تشریح و توضیح

۳۔ یورپ کا مشہور مفکر جون۔ ایس۔ میکنیزے احسان کے بارے میں کیا کہتا ہے!

۴۔ تین خواہشیں انسان میں سب سے اولیٰ ہوتی ہیں، پہلی خواہش بڑا بننا...دوسری خواہش..کام کی تعریف کی جائے، تیسری خواہش یہ کہ مجھے تحسین پیش کی جائے یعنی appreciate کیا جائے۔

۵۔ دنیاوی معاشی مسائل اور علومِ آلِ محمدؑ سے مسائل کی تلاش۔

۶۔ آلِ محمدؑ کا نظامِ حکمرانی و معاشی نظریہ...!

۷۔ اللہ اپنے محسنین کو آخرت تک کی شہرت عطا کرتا ہے اور یہی اس کی جانب سے احسان کا بدلہ ہے۔

۸۔ اللہ نے اولوالعزم انبیاؑ کو سلام کہا ہے لیکن کسی نبی کی آل پر سلام نہیں بھیجا...سوا آلِ یٰسین کے...

۹۔ قرآن میں تحریف کے نظریات اور ثبوت....!

۱۰۔ عبرانی لغت اور ایلیا کی وضاحت...ایلیا کون تھے؟

۱۱۔ واوین کا استعمال اور ظاہری و باطنی استفادہ...!

۱۲۔ فلسفۂ اطاعت کیا ہے؟ نمازی بھی کمینہ بن جاتا ہے، سجدہ گزار اللہ کی نظر میں کمینہ بن جاتا ہے، تسبیح پڑھنے والا، فرشتوں کا سردار کمینہ۔

۱۳۔ اپنے والدین پر احسان کرو، وہ تمہارے رب ہیں۔

۱۴۔ اللہ کی نگاہ میں محبوب اور عشق کی پہچان؟

۱۵۔ حضرت ابو طالبؑ کی شان و سراپا اور شجاعت...!

۱۶۔ انقلابِ کربلا اور حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا احسانِ عظیم۔

....﴿چھٹی تقریر﴾....

صفحہ نمبر ۱۶۶ تا ۱۹۳

۱۔ اگر کسی منزل پر ہم آلِ محمدؑ کو بلندی کی آخری منزل پر بھی دیکھیں تب بھی کم ہے۔

اس لیے کہ اللہ پر کوئی احسان کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ اگر پوری کائنات کا نظام علیؑ کے حوالے کر دے تو اللہ کا عطیہ کم ہے۔

۲۔ سب سے بڑا اجر احسان کا اللہ یہ دیتا ہے کہ محسن کے ذکر کو زندہ کر دیتا ہے۔

۳۔ اِنّی تارِکٌ فِیکُم الثّقلَین کا اصل ترجمہ کیا ہے؟

۴۔ اگر محسنین کا تذکرہ نہیں تو ذکرِ اللہ بھی نہیں۔ اتنا اہم لفظ ہے یہ احسان۔

۵۔ کسی ایرانی، عراقی، عربی، فارسی کتاب میں..احسان، محسن، حسنہ، محسنات جیسے لفظوں پر کچھ نہیں لکھا گیا۔

۶۔ علامہ اقبالؔ نے اپنے کلام میں احسان کا لفظ دو بار استعمال کیا، میر تقی میرؔ نے دو بار استعمال کیا، میر انیسؔ نے پانچ بار استعمال کیا، جوشؔ ملیح آبادی نے تین بار استعمال کیا اور غالبؔ نے ایک بار استعمال کیا اور ظلِ صادق صاحب بیٹھے ہیں انہوں نے بھی دو بار استعمال کیا۔

۷۔ لیکن....قرآن میں علیؑ سے بڑا محسن کوئی نہیں! علیؑ کی کسی فضیلت پر حیرانی نہ ہو....جو بھی کہا جائے وہ کم ہے...بس مظہر العجائب کہہ کر پیغمبرؐ نے بات ختم کر دی۔

۸۔ ظاہر اور مظہر کیا ہے...؟

۹۔ اللہ چھپا ہوا خزانہ تھا...کس نے تلاش کیا؟

۱۰۔ پنجتنؑ کی تخلیق اور رشتے ناطوں کا نیٹ ورک....! سارے دنیاوی رشتے ان میں ہی پوشیدہ ہیں۔

۱۱۔ جبرئیلؑ کی خلقت کب ہوئی...! علیؑ نے جبرئیلؑ سے کیا مذاق کیا؟

۱۲۔ بزرگ صحابیِ رسولؐ سلمانؓ اور حضرت علیؑ کا مکالمہ...!

۱۳۔ تمام فرشتوں کی Education اور علیؑ کا درس...!

۱۴۔ کچھ قرآن میں ہے کچھ علیؑ کی زبان میں ہے۔ دونوں ملے تو خشک و تر پورا ہوا اور جو باتیں علیؑ نے بتائیں وہ قرآن میں نہ تھیں، نہ ہیں۔ علیؑ نے بتایا کہ میں بھی قرآن

ہوں، وہ صامت ہے، مَیں ناطق ہوں، وہ خاموش ہے، مَیں بولتا ہوں۔

۱۵۔ یہودیوں کے عالم راس الجالوت کے سوال اور علیؑ کے جوابات؟

۱۶۔ مصائبِ جناب سکینہ بنت الحسینؑ

....《سا تویں تقریر》....

صفحہ نمبر ۱۹۴ تا ۲۲۰

۱۔ تمام آئمہؑ طاہرینؑ کے اسمائے گرامی منفرد ہیں، ان سے قبل کسی کے نہیں تھے۔

۲۔ سورۂ آلِ عمران کی ۱۳۴ آیت والکاظمین الغیظ ...کی تفسیر، احسان اور غیظ کا فلسفہ

۳۔ آئمہؑ طاہرین کے اسمائے گرامی والقاب کے مفہوم ومعانی۔

۴۔ مجلس ایک درسگاہ ہے جس میں اگر تاریخ امام رضاؑ سے متعلق ہو تو تمام تر ذکر، تمام تر موضوعِ بحث ان کی ہی شخصیت ہونی چاہئے۔

۵۔ آلِ محمدؐ کبھی غصے میں نہیں آتے... ہاں! جلال ان کا حق ہے۔ غصہ اور جلال کا فرق!

۶۔ حجرِ اسود کیا ہے؟

۷۔ مولائے کائنات اور مقاماتِ جلال...!

۸۔ مکہ سے مامون تک سب چاہتے تھے کہ رسولؐ کا بیٹا ہمیں نانا کہے....!

۹۔ زہر کی ایجاد، تاریخ، اقسام اور استعمال!

۱۰۔ منتَظِر اور منتَظَر کا فرق؟

۱۱۔ امام رضا علیہ السلام کی حکمت اور سکہ کا رواج!

۱۲۔ امام ضامن کی تاریخ، فلسفہ اور حکمت!

۱۳۔ انبیاؑ و آئمہؑ کے لئے تعدادِ ازواج کیا ہیں؟

۱۴۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت اور معجزانہ غسل وکفن...!

۱۵۔ امام رضاؑ کو غریب امام کیوں کہا جاتا ہے، غربت کے معنی کیا ہیں؟

۱۶۔ معصومۂ قم کی آمد، عزاداری اور شہادت۔

....﴿آٹھویں تقریر﴾....

صفحہ نمبر ۲۲۱ تا ۲۵۴

۱۔ مومن اور قبر کے سوالات؟

۲۔ مایوسی کفر ہے... مفہوم ومعنی... مایوس کا ترجمہ ہے ابلیس...!

۳۔ عزاداری واحد عبادت ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، کیوں کہ فرشتے انتظار میں رہتے ہیں۔

۴۔ فرشتے دنیا میں ذکرِ حسینؑ میں کیوں شامل ہوتے ہیں؟ کیا وہ عرش پر عزاداری نہیں کر سکتے؟

۵۔ وہ لوگ جن کے پاس سے مولاؑ کے نام کا پیسہ نہیں نکلتا، بخالت سے کام لیتے ہیں... بدقسمت ہیں۔

۶۔ آج تک دولت کی عزت ہے... علم کی عزت نہیں ہے۔

۷۔ اللہ کے یہاں فلسفۂ جزا کیا ہے؟ اللہ کی عطا کردہ جزا کی مقدار کیا ہو سکتی ہے؟

۸۔ مولائے کائنات کے چودہ امتحان اور شرح...!

۹۔ مولائے کائنات کے آفتاب پلٹانے اور نماز ادا کرنے کی منفرد توضیح۔

۱۰۔ وقتِ رخصت امام حسینؑ شہزادی سکینہؑ سے پرسوز مکالمہ اور اُمت کے لئے قربانی۔

۱۱۔ قبرِ سکینہؑ میں پانی کی آمد اور لاش کی منتقلی۔

....《نویں تقریر》....

صفحہ نمبر ۲۵۵ تا ۲۹۴

۱۔ سامعین کی فضیلت! اور اعضائے جسمانی کا طریقۂ تشکر!

۲۔ آنکھ کا شکریہ آنسو...!

۳۔ نومولود نہ روئے تو مار کر کیوں رلایا جاتا ہے؟ روئے تو زندہ، نہ روئے تو مردہ!

۴۔ دعا کی اہمیت اور طریقہ وسلیقہ، خضوع وخشوع!

۵۔ عبادت میں گریہ قبولیت کی نشانی ہے۔

۶۔ ذکرِ کربلا میں شعراُ کا حصہ... شعراُ نے کربلا کو سجا کر پیش کیا ہے۔

۷۔ تاریخِ انبیاؑ میں زاہد کا خطاب اس کو ملتا ہے جو روئے زیادہ۔

۸۔ گریہ سے متعلق بہلول کا سوال اور گیارہویں امام حسن عسکریؑ کا جواب!

۹۔ آدمؑ و نوحؑ کا گریہ اور قربتِ الٰہی۔

۱۰۔ امام جعفرِ صادقؑ کا ابوبصیر کو ڈانٹنا... اَے ابوبصیر یہ رونا بھی کوئی رونا ہے!

۱۱۔ درِ زہراؑ کا جلانا دراصل گریۂ زہراؑ کو روکنے کی ہی ایک سازش تھی۔

۱۲۔ جنت حسینی شاعروں کی ملکیت ہے۔

۱۳۔ قصیدۂ دعبل اور امام رضاؑ کی عطا...!

۱۴۔ اودھ والوں کا احسان یہ ہے کہ اودھ کے بادشاہوں نے عزاداری سجا کر دی۔

۱۵۔ چہلمِ امام حسینؑ کا ذکر توریت، انجیل زبور میں

۱۶۔ ۸ ربیع الاول کے جلوس کا آغاز کب سے ہوا!

....﴿دسویں تقریر﴾....

صفحہ نمبر ۲۹۵ تا ۳۳۵

۱۔ تفسیرِ قرآن میں مفسرین کی لغزشیں

۲۔ تفسیر بالرائے کے نقصانات!

۳۔ جو فرقے بنے وہ خلافت پر نہیں بنے... جھگڑا ہوا ہی قرآن پر ہے، پہلا جھگڑا قرآن پر ہوا۔

۴۔ فرقوں کی تاریخ اور بنیادو مباحث....!

۵۔ تحریفِ قرآن کے معنی اور حالیہ قرآنوں میں تحریف کی مثالیں!

۶۔ نظامِ حکومت اور الٰہی نظام میں فرق...!

۷۔ مولائے کائنات کے چودہ امتحانات کا تفصیلی بیان وتشریح۔

۸۔ حضرت عمر نے مولائے کائنات سے ستر سوالات کیئے!

۹۔ حُسن اور حُسن کی اقسام و توضیح۔

۱۰۔ جہاں جہاں علیؑ کے قدم گئے پھر وہاں ایمان کے بعد کفر نہیں آیا۔

۱۱۔ اللہ نے علیؑ پر سب سے بڑا احسان حسینؑ کی شکل میں بیٹا دے کر کیا۔

۱۲۔ معصومین میں علی سے لے کر بارہویں امام تک حسینؑ پھر کسی کا نام نہیں رکھا گیا... محمد چار ہوئے، علی چار ہوئے، حسن دو ہوئے ..! گویا معصومین میں بھی اللہ کا محسن ایک ہے۔

۱۳۔ عزاداری میں حضرت زینبؑ کی حکمت اور رواج۔

۱۴۔ قبرِ حسینؑ پر قافلۂ حسینیؑ کی آمد اور مجالس کا انعقاد

۱۵۔ قافلۂ حسینی کی مدینہ آمد اور قبر رسولؐ پر گریہ و عزاداری۔

عباس نقوی:

حُسن، احسان اور محسن

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

ایسی علمی شخصیت کی تقاریر کے مجموعے پر تبصرہ و تجزیہ کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ جن کے چاہنے والوں کا حلقہ نہایت وسیع و عریض رقبۂ زمین پر پھیلا ہوا ہے... یعنی نہ صرف کراچی، ملتان، لاہور، پشاور، کوئٹہ یا کہئے پاکستان... بلکہ بیرونِ ملک بشمول بھارت، عرب امارات، ایران، عراق، امریکہ، کنیڈا، یورپ اور یونان تک ...اور میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ پاکستان میں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی علمی و فکری خدمات کی اصل قدر کی ہی نہیں جا سکی ہے.. ورنہ بیرونِ ملک ان کی آمد کی اطلاع کے ساتھ ہی مقامی دانشور، مفکر، لیکچرر، ادیب و شعرأ اور علمأ متحرک ہو جاتے ہیں، فکری نشستیں، علمی مجالس اور لیکچر منعقد کئے جاتے ہیں اور علامہ صاحب کے علم سے فیضیاب ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔

اس کے باوجود لاتعداد وہ ادیب، شعرأ و مفکرین ہیں جو تاحال علامہ صاحب سے بالمشافہ ملاقات سے محروم ہونے کے باعث محض خط و کتابت اور ٹیلیفونک روابط سے ہی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

اس صورتحال میں مَیں تو مزید وضاحت و وسعت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ علامہ صاحب کے مداحین کا حلقہ عالمین پر محیط ہے... بس پیشانی پہ گہرا غور کیجیے کہ

علامہ صاحب کیا کر رہے ہیں؟ علامہ صاحب اپنی تقریر و تحریر اور عمومی گفتگو کے ذریعے دراصل علومِ آلِ محمدؐ کو عام کرنے کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تو کیا اجنہ و مَلَک ذکرِ حسینؑ و علمِ علیؑ کے گرویدہ نہیں ہیں...! کیا انبیاؑ و آئمہؑ اس ذکر کی محافل و مجالس میں تشریف نہیں لاتے...! یقیناً لاتے ہیں اور یہ ہمارے عقیدہ کا بنیادی جزو ہے کہ اگر عقیدہ و علم کے سائے میں ذکر کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ نوری اجسام ہماری محافل و مجالس میں تشریف نہ لائیں۔

اب یہ ہماری اپنی مجبوری تو ہو سکتی ہے کہ ہماری لفظیات و فکر کی ممکنہ حد صرف ''بین الاقوامیت'' تک ہی محدود رہے... یقیناً ایسے میں ہم کیا خاک کسی ایسے ذاکر و عالم کے مقام و منزلت کا تعین کر سکتے ہیں...؟

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے۔ علامہ ضمیر اختر نقوی کے سامع و قاری کو مطمئن کرنا... ان کے سامنے اپنی تحریر یا تقریر پیش کرنا اور سوائے علامہ صاحب کچھ اور سنوانا یا پڑھوا لینا یا سکھا لینا جوئے شِیر لانے کے مترادف ہے... کہ ان کا سامع ہو، قاری ہو یا شاگرد ان سے ہٹ کر... ان کے علاوہ... کسی دوسرے کے اندازِ تخاطب، اندازِ تحریر اور طریقۂ تدریس سے مطمئن ہو ہی نہیں سکتا۔

علامہ صاحب کی تقریر ہو... یا تحریر... یا عمومی گفتگو... علمی و تحقیقی نکتوں کا ایک بہاؤ ہوتا ہے جو اپنے مدِ مقابل کو ان کے من چاہے راستوں اور منزلوں سے گزارتا ہوا روحانیت کے ایک ایسے ماحول تک لے جاتا ہے جہاں سامع و قاری کے لئے ایک نئی علمی دنیا آباد دکھائی دیتی ہے، ہر نکتہ، ہر جملہ ایک نیا رمز لئے آشکار ہوتا ہے۔

زیرِ نظر تحریر امام بارگاہِ جامعہ السبطینؑ میں ان کے عشرۂ چہلم بعنوان ''احسان و ایمان'' کے تحریری عکس کی اشاعت میں شمولیت کے لئے لکھی جا رہی ہے۔ یہ موضوع

از خود ایک نہایت وسعت وانفرادیت کا حامل ہے اور یقیناً اس موضوع پر اس سے قبل بحث ہی نہیں کی جا سکی ہے.. بلکہ یوں کہوں کہ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے علامہ صاحب کے زیرِ نظر عنوان پر انتہائی زیرِ حاصل تبصرہ ان لفظوں میں کیا ہے کہ..!

''ان تقاریر سے یہ معلوم ہوا کہ اب ایمانِ ابوطالبؑ کا موضوع ختم ہو گیا.. اور احسانِ ابوطالبؑ پر بحث کا آغاز ہو چکا ہے...''

مَیں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی چونکہ ضمیر شناسی میں اس مقام پر ہیں کہ ان کا یہ ایک جملہ علامہ صاحب کے موضوع کے تعارف کا مکمل حق ادا کرتا ہے... اور چونکہ وہ اس قدر جامع تبصرہ کر چکے تھے لہٰذا اب میرا کام محض اس تبصرے کو مزید وضاحت سے پیش کرنا قرار پایا۔

فی زمانہ کسی بیان کو ثابت کرنے کے لئے سائنٹفک Scientific طریقہ کار یہ رہتا ہے کہ مختلف معلومات کی ڈیٹا بیس Database بنائی جاتی ہے اور پھر جدول Table اور نقشے Graph کی مدد سے مزید وضاحت کی جاتی ہے، لہٰذا ہم کیوں اس سائنٹفک طریقہ سے محروم رہیں ..! ہم بھی علامہ صاحب کے زیرِ نظر عشرے میں استعمال ہونے والی بنیادی لفظیات کی مدد سے ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ قاری کے لئے چند دلچسپ معلومات پیش کر رہے ہیں امید ہے یہ طریقۂ تجزیہ پسند آئے گا۔

تقاریر کے دوران اپنے موضوع ''احسان وایمان'' سے مربوط رہتے ہوئے علامہ صاحب نے قرآن وحدیث، قصص الانبیاؑ وسیرتِ آئمہؑ اطہار علیہم السلام اور دنیاوی معلومات کے ذریعے اس موضوع پر علم وادب، فکر وفلسفہ اور دلچسپ معلومات کے ان گنت جواہر لُٹاتے ہوئے ایک نہایت مربوط ومضبوط مقالہ عطا کیا ہے۔

لیکن نہایت حیرت کی بات ہے کہ اگر تسلسل کے ساتھ تقاریر کا مطالعہ یا سماعت کی

جائے تو احساس ہوتا ہے کہ کسی بھی جگہ.... کیا؟..کیوں..اور کیسے؟ قسم کے سوالات جگہ حاصل نہیں کر پاتے کیوں کہ علامہ صاحب اپنی تمہیدی گفتگو میں انتہائی گنجلک مسائل کو اس قدر سلجھا کر بیان فرماتے ہیں کہ قاری یا سامع کے لئے کوئی الجھن باقی نہیں رہتی اور بیان کیا گیا موضوع اس کے دل و دماغ پر ثبت ہوتا چلا جاتا ہے۔

علامہ صاحب نے اوسطاً ایک گھنٹہ تیس منٹ فی تقریر خطاب فرمایا یعنی دس تقاریر میں 900 منٹ، اس دوران انہوں نے کُل ایک لاکھ (100000) لفظ بیان کئے یعنی تقریباً 111.2 لفظ فی منٹ... حالانکہ کسی تحریر کو محض دیکھ و سمجھ کر پڑھنے کے دوران ایک عمومی رفتار 160 لفظ فی منٹ کہلاتی ہے۔ جبکہ علامہ صاحب کی تقاریر extempore خطاب پرمبنی ہوتی ہیں۔

اس دوران بار بار دُہرائی گئی لفظیات کے سہارے چند نہایت دلچسپ حقائق مزید سامنے آتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

لفظ	لفظ کُل کتنی دفعہ بولا گیا	کل بولے گئے لفظوں کا فیصد	دوبارہ کتنے منٹ بعد بولا گیا
اللہ	872	0.9	1 min
علیؑ	654	0.654	1.3 min
احسان	467	0.5	2 min
محسن	346	0.34	3 min
حُسینؑ	310	0.31	3 min
ابوطالبؑ	274	0.3	3 min
قرآن	272	0.3	3 min

رسولؐ یا محمدؐ	229	0.2	4 min
انسان	163	1.6	5 min
آیات	149	0.15	6 min
سجا.. یا.. سجاوٹ	146	0.146	10 min
ابراہیم	97	0.09	9 min
ایمان	126	0.12	7 min
فاطمہؑ	86	0.08	11 min
حسنؑ	82	0.08	11 min
نوحؑ	68	0.06	13 min
مومن	62	0.06	13 min
حُسن	40	0.04	22 min
ہارونؑ	24	0.02	37 min
ھَل جزآالاحسان	21	0.02	38 min
توحید	19	0.019	47 min
احسان وایمان	11	0.011	82 min

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ...اللہ، علیؑ، احسان، محسن، حسینؑ، ابوطالبؑ، قرآن، رسولؐ یا محمدؐ اور انسان کے لفظ اوسطاً ہر پانچ منٹ کے دوران بولے گئے۔ جس سے تقریر کے مندرجات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ وہ لفظیات ہیں جن سے مسلسل و متواتر استدلال کیا گیا۔ جبکہ آیات، ایمان، ابراہیمؑ، سجا.. یا.. سجاوٹ کے لفظ ہر دس منٹ کے

دوران بولے گئے اور فاطمہؑ، حسنؑ، نوحؑ، مومن، حُسن، ہارونؑ جیسی شخصیات سے ہر گیارہ سے تیس منٹ کے دوران استفادہ کیا گیا۔

البتہ احسانِ ابوطالبؑ کا موضوع بنیادی موضوع رہا لیکن اس کی ذیل میں مولائے کائنات کے چودہ امتحانات، شرعی مباحث، سیرتِ حضرت ختمی مرتبتؐ، سیرتِ مولائے کائنات وآئمہؑ طاہرین اور واقعاتِ کربلا کا بیان فرمایا ہے، جبکہ پانچویں تقریر کو موضوع کے مطابق مرکزی تقریر قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس میں علامہ صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ احسان ومحسن کے اصل فلسفہ کا تعارف کرایا ہے۔

اسی طرح، هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کی آیت وہ مرکزی آیت قرار پائی جو ہر واقعے، ہر استدلال کے بعد مرکزی نکتے کے طور پر بیان کی گئی جبکہ "احسان وایمان" کی لفظیں ہر تقریر میں محض ایک ہی مرتبہ استعمال ہوئیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ چونکہ یہ موضوع تھا اور علامہ صاحب کی عادت ہے کہ اپنا موضوع تقریر کے آغاز میں ایک دفعہ ضرور بیان کرتے ہیں لہٰذہ اس طرح ہر تقریر میں بغیر کسی بے وجہ repeatition کے صرف ایک دفعہ ہی ان لفظیات کو بولا گیا۔

مَیں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ان تقاریر کے دوران علامہ صاحب نے قرآنی آیات سے بھرپور استفادہ کیا اور جہاں یہ بتایا کہ لفظ احسان قرآن میں کتنی دفعہ کن کن آیات میں آیا ہے وہیں قرآنی آیات کی ضمن میں ...سورۂ بقرہ، سورۂ نسأ، سورۂ انعام، سورۂ صافات، سورۂ دہر، سورۂ احقاف، سورۂ یٰسین، سورۂ رحمان، سورۂ مزمّل، سورۂ مدثر، سورۂ عنکبوت، سورۂ نون والقلم، سورۂ الّیل، سورۂ الضحیٰ، سورۂ والعصر، سورۂ لقمان، سورۂ الشمس، سورۂ فیل، سورۂ آلِ عمران، سورۂ یوسفؑ، سورۂ نوحؑ، سورۂ انبیاؑ، سورۂ ہود، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ ابراہیمؑ ...سے استفادہ کیا۔

اب جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''احسان، محسن اور ابو طالبؑ'' موضوع کی بنیادی لفظیں قرار پاتی ہیں کیوں کہ اللہ و علیؑ تو ہر ایک کی تقریر میں تیسرے منٹ پر آسکتے ہیں اور چہلم کا عشرہ ہے تو مصائب و فضائل کی ذیل میں لفظ حسینؑ بھی بار بار دُہرایا جائے گا لیکن اصل بنیادی لفظیات احسان، محسن اور ابو طالبؑ ہیں جبکہ موضوع کا دوسرا جزو یعنی ایمان اور مومن کی لفظیں بالترتیب ۷ اور ۱۳ منٹ بعد دُہرائی گئیں یوں ان سے گریز کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ماجد رضا عابدی نے کہا کہ ...! ایمانِ ابو طالبؑ کا موضوع ختم ہوا اور احسانِ ابو طالبؑ کا آغاز ہو گیا۔

اب اگر کوئی ہٹ دھرم ذاکر خواہ مخواہ بے موضوع کے ایمانِ ابو طالبؑ پر بحث کرنا چاہے تو کرتا رہے لیکن مستقبل کے لئے جدید موضوع کی نشاندہی علامہ صاحب نے فرما دی ضرورت ہے کہ اب آئندہ ایمانِ ابو طالبؑ پر بحث سے گریز کرتے ہوئے اگلی اور افضل منزل یعنی ''احسانِ ابو طالبؑ'' پر بحث قائم کی جائے تاکہ فضیلتِ حضرت ابو طالبؑ کا ادراک حاصل کیا جاسکے۔ اسی بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایمانِ ابو طالبؑ کا موضوع دشمنانِ مولائے کائنات و حضرت ابو طالب علیہ السلام کی دین تھا... جبکہ ''احسانِ ابو طالبؑ'' کا موضوع علامہ صاحب کی عطا ہے اور حضرت ابو طالب علیہ السّلام کی فضیلت و منزلت کے عین مطابق بھی ہے۔

اب مَیں علامہ صاحب کی علمی گفتگو اور اپنے قاری کے درمیان مزید حائل نہیں ہونا چاہتا ورنہ کہنے کو بہت کچھ ہے... خدا بتصدقِ مولائے کائنات و محسنِ عالم حضرت ابو طالبؑ علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی شکل میں ہمارے محسن کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

❀ ❀ ❀

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کا آغاز ہے پہلی تقریر عشرے کی آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں... احسان اور ایمان کے موضوع پر.. دس روز ہم گفتگو کریں گے۔ رب العزت، مالکِ ارض و سما نے عالمین میں نامعلوم کتنی مخلوقات خلق کیں، ہم کو تو نہیں معلوم نہ ہم اس کی فہرست بنا سکتے ہیں۔ جو ہماری نظروں میں ہے ہم اس سے واقف ہیں ایسی بھی مخلوقات ہیں جن کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا... لیکن ان کا بھی ذکر پروردگار کرتا ہے کہ ہم نے ایسی ایسی مخلوقات دنیا میں کو خلق کیا۔

نباتات، جمادات، حیوانات سب کو اس نے بنایا اور ایک سے دوسرے کو الگ کرنے کے لئے کسی میں کچھ عناصر کا اضافہ کر دیا... لیکن جب اس نے انسان کو خلق کیا تو اس دن ناز کیا، اللہ نے انسان کو بنا کر ناز کیا کہ ہم نے اب تک جتنی مخلوقات بنائی تھیں اس میں اس کو ہم نے اشرف قرار دیا۔ اب جو ہم نے اپنی تخلیق پیش کی ہے یہ تمام عالمین کی مخلوقات میں اشرف ترین مخلوق ہے، یعنی اس نے ناز کیا انسان کو بنا کر اس کا شاہکار ہے انسان... اور اس نے اپنی کتاب میں جب انسان کو مخاطب کیا، انسان سے گفتگو کی یا انسان کی بات کی تو ہر آیت میں اس نے اک انداز جداگانہ رکھا۔ کہیں اس نے حیوانات کا ذکر کیا، حشرات الارض کا ذکر کیا، نباتات کا ذکر کیا، جمادات

کا ذکر کیا، پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں کا ذکر کیا لیکن جب انسان کا ذکر کیا تو ان آیات کی شان نرالی تھی۔

سورۂ احقاف کی پندرہویں آیت... ارشاد ہوا

وَوَصَّیْنَا الانسانَ بِوالدینِ فی احسانا

ہم نے انسان کو وصیّت کر دی، ہم نے انسان کو وصیت کر دی کہ اپنے ماں باپ پر احسان کرو۔ ہم نے انسان کو وصیّت کر دی... کہ اب انسان کا مرتبہ دیکھیں کہ پروردگار یہ کہے کہ مَیں نے انسان کو وصیّت کی... وصیّت کس کو کرتا ہے کرنے والا... جس کو وصی بناتا ہے... آپ کہتے ہیں نا باپ بیٹے کو وصیّت کرتا ہے، بھائی بھائی کو وصیّت کرتا ہے، بزرگ چھوٹے کو وصیّت کرتے ہیں، وصیّت یعنی وصی بنا دیا، وصی بنا دیا یعنی وارث بنا دیا اور وصیّت ہم نے کی درمیان میں کوئی نہیں۔

کسی نبی کے ذریعے نہیں، کسی ولی کے ذریعے نہیں، کسی مَلک کے ذریعے نہیں بس ہم نے اس کو وصیّت کی... کیا وصیّت کی کہ! اپنے ماں باپ پر احسان کرو... اب یہاں سورۂ احقاف میں یہ شان ہے کہ انسان کو اپنا وصی کہے... کہ ہم نے انسان کو وصیّت کی کہ وہ احسان کرے ماں باپ پر... اور اس نے ماں باپ پر احسان کیا... ہم نے وصیّت کی انسان کو کہ وہ ماں باپ پر احسان کرے اور اس انسان نے ماں باپ پر احسان کیا... اگر یہ ٹکڑا نہ ہوتا تو ہر انسان یہ کہتا کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ بس یہ وصیت کر دی کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، ماں باپ پر احسان کرے تو ہر انسان دعویدار ہوتا کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے۔ لیکن جب آیت نے واضح کیا کہ ہم نے وصیّت کی اور اس نے ماں باپ پر احسان کیا تو یہیں سے علم ہو گیا... قرآن کی اس آیت کو پڑھنے والے کو... کہ یہ کوئی اور انسان ہے جس کو اللہ نے

وصیت کی...اس Status کا انسان تھا کہ اللہ اس کو وصیّت کرے۔

اور جب اللہ وصیّت کرے تو اللہ کی وصیّت ایسی تو نہیں ہے کہ انسان اس کو پورا نہ کرے...اگر یہ عام انسان کے لئے آیت ہوتی ہر انسان کے لئے...انسان میں سب ہی ہیں...ہر فرقہ ہے، ہر قوم ہے تو ہر ایک کے لئے کیا یہ آیت ہے کہ ہم نے اس کو وصیت کی کہ وہ اپنے ماں باپ پر احسان کرے تو ظاہر ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ اللہ نے وصیت کی اور انسان نے اپنے ماں باپ پر احسان کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جتنے بھی دنیا میں انسان ہیں ان سے ہٹ کر یہ کوئی اور انسان ہے کہ جو اتنی بلندی پر ہے کہ اللہ اس کو اپنا وصی بنائے۔ نبیؐ کا وصی نہیں...اللہ کا وصی...اور ظاہر ہے فضائل میں آپ سنتے ہیں نا حدیثیں، آیتیں! کہ علیؑ نبی کے وصی...یہ نبی کے وصی کی بات نہیں ہو رہی ہے اللہ کے وصی کی بات ہے...اب یہ نبی کا وصی نہیں...اللہ نے جس کو وصیّت کی اس کو اپنا وصی بنالیا اور جو وصیّت اللہ نے کی اپنے وصی کو اس نے کامل کر کے وہ وصیّت دکھائی...ایک انسان نے کہ جسے اللہ نے وصیّت کی کہ ماں باپ پر احسان کر واس نے احسان کیا۔

اب اسی قرآن میں پھر ایک اور انسان کو پکارا گیا...!

یٰسین والقرآن الحکیم انّک لمنَ المرسلین
علیٰ صراط المستقیم

یٰسین...اَے انسان! کہ جو حکیم ہے اس کی قسم اور اس قرآن کی قسم کہ جو حکیم ہے۔ انسان بھی حکیم، قرآن بھی حکیم...کیسے پتہ چلے کہ انسان کون ہے؟...انّک لمن المرسلین...اَے انسان تو مرسلین میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔اَے انسان! مَیں تیری قسم کھاتا ہوں اور قرآن کی قسم کھاتا ہوں یعنی اتنا بلند انسان کہ جس کا نام قرآن کے برابر لکھا جائے یعنی وزن میں وہ انسان اور قرآن دونوں برابر ہیں اور وہ

مرسل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جس پر وحی آ رہی ہے اسی کو پکارا جا رہا ہے کہ اَے انسان! تو مرسلین میں سے ہے... تیری قسم اور قرآن کی قسم۔ ایک انسان وہ ہے کہ جو ہم پلہ قرآن ہے... جو ہم پلہ قرآن ہے اور جو نبی آخر ہے تو اس کو بھی اللہ نے انسان کہہ کر پکارا۔ اَے انسان... یٰسین... "سین" انسان کا مخفف ہے۔

اَے انسان! اب پھر دوبارہ ایک ساتھ دو انسانوں کو پھر پکارا...!

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمُ البیان (سورۂ رحمٰن)

رحمان نے... قرآن کا علم دیا انسان کو خلق کیا اور انسان کو علم بیان دیا.. یہاں انسان دو ہیں، ایک وہ انسان کہ جس کو قرآن کا علم دیا گیا اور ایک وہ انسان جس کو بیان کا علم دیا گیا... ظاہر ہے کہ خلقت سے علم دیا گیا قرآن کا اور بیان کا اور وہ انسان جس کو اللہ نے خلق کر کے علم قرآن دیا اور دوسرے کو علم بیان دیا۔

امام صادق صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ پہلا انسان ہے رسولِ خدا اور دوسرے انسان علیؑ مرتضیٰؑ ...اُن پر قرآن نازل کیا، اِن کو آیات کا علمِ باطن دیا...ان کو آیات کی تعبیر دی اور انہیں یہ حکم بھی دیا کہ تاویلِ قرآن پر جنگ بھی کرو۔

وہ تنزیلِ قرآن پر جنگ کریں یہ تاویلِ قرآن پر جنگ کریں...وہ قرآن پر جنگ کریں یہ بیان پر جنگ کریں، اِن کو قرآن سنانا ہے اور جو آڑے آئے تو تلوار اٹھانا ہے۔ اِن کو قرآن کے معنی بتانے ہیں، بیان کرنے ہیں کوئی آڑے آئے تو تلوار اُٹھانا ہے۔ سورۂ رحمٰن نے واضح کیا دو انسان...تو یہ انسان عام انسان نہیں ہیں یعنی اللہ یہ بتا رہا ہے کہ جب ہم نے یہ کہا کہ یہ اشرف ہیں.. تو جب یہ اشرف المخلوقات ہیں، جبرئیلؑ سے بھی بلند ہے... میکائیلؑ سے بھی بلند ہے... ہمارے عرش سے بھی بلند ہے... سدرہ

سے بھی بلند ہے، قابَ قوسین سے بھی بلند ہے تو انسان تو سب ہیں... یہ سارے انسان یہی سمجھتے اور اتنے لاڈلے بن جاتے کہ اللہ نے ہمیں اشرف قرار دیا ہے، ہم جو چاہیں کریں۔

پہلے انسان کو بنایا اور انسان کو بنا کر کچھ انسان، چھانٹے اور چھانٹ کرانہیں الگ کیا اور کہا یہ ہیں وہ انسان کہ جنہیں مَیں اپنی زبان سے انسان کہوں گا۔

اب اس کے علاوہ اگر اور انسان ہیں تو اب ان کی بھی پہچان بتادوں...!

والعصرِ انّ الانسانَ لفی خُسرٍ (سورۂ عصر)

وقتِ عصر کی قسم ہے مجھ کو کہ انسان گھاٹے میں ہے... جن کو مَیں نے الگ کیا وہ یہ ہیں میرے شاہکار، ایک کو وصی بنایا... ایک کو قرآن دیا ایک کو بیان دیا... ایک کو صراطِ مستقیم پر متمکّن کر دیا کہ تم یہاں ٹھہرے رہو، صراطِ مستقیم کی تم نگرانی کرو۔ کس کو آنا ہے، کسے ہٹانا ہے یہ فیصلہ تم کو کرنا ہے۔

اور تمہاری قسم کھا رہے ہیں اس لئے کہ انسان میری نظر میں تم ہو... اب وہ انسان جب صراطِ مستقیم پر آئیں کہ جو دنیا میں گھاٹے میں تھے تو تم دیکھ کرانہیں ہٹا دینا، جہنم ان کا انتظار کر رہا ہے اور ان انسانوں کا انتظار کرنا...!

اِلا الّذینَ امنو وَ عَمِلُو الصالحاتِ وَ تواصَو حقِ وَتواصَو بالصّبر (سورۂ عصر)

جو صاحبانِ ایمان ہوں، جو صاحبانِ ایمان انسان ہوں اور جو نیک عمل کر چکے ہوں ایمان میں پکے ہوں، ایمان میں کامل ہوں... عملِ صالح لے کر آئے ہوں اور حق کی راہ پر ہوں اور صبر کی راہ پر ہوں ان انسانوں کو اذن ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے گذر جائیں... اس لئے ہم نے آپ کو صراطِ مستقیم پر روکے رکھا... آپ کی نگرانی میں ہے

صراطِ مستقیم۔

اسی لئے وہ انسان جو صاحبانِ ایمان انسان ہیں اور جو نیک عمل کرتے ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں اور صبر کو جانتے ہیں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رکھ...اور جو گھاٹے میں انسان ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں صراطِ مستقیم دکھادے۔

موضوع میرا احسان اور ایمان ہے...ظاہر ہے کہ آنے والی کسی تقریر میں دونوں موضوع ایک جگہ ہو جائیں گے... ابھی الگ الگ احسان کا بھی تعارف رہے گا...ایمان کا بھی تعارف رہے گا کہ احسان کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ ایمان کی کیا تعریف ہے؟ احسان کی کیا تعریف ہے؟ یہ طے ہے کہ اگر عنوان میں ہم نے احسان کا لفظ پہلے رکھا ایمان سے تو اس کے معنی یہ کہ احسان کا رتبہ ایمان سے بلند ہے۔

دیکھئے! احسان کرنے والا احسان پہلے کرتا ہے پھر بحث شروع ہوتی ہے کہ اس نے کیا احسان کیا؟ اس کے بعد اگر بہت بڑا آدمی ہے اور کوئی بڑا احسان کیا ہے تو شخصیت تاریخ میں آجاتی ہے اور جب بحث ہوتی ہے تو اس کے بعد یہ بحث آتی ہے کہ ایمان لایا تھا یا نہیں لایا تھا...! احسان کا اقرار انسان کر لیتے ہیں کہ ہاں احسان تو کیا ابو طالبؑ نے... ہاں! احسان تو کیا خدیجہؑ نے.. ایمان کی بحث بعد میں آتی ہے...اور یہ ہے بھی کہ احسان کا رتبہ ایمان سے بلند ہے۔

جو احسان کرتا ہے اُسے محسن کہتے ہیں، جو ایمان رکھتا ہے اُسے مومن کہتے ہیں، مومن کا رُتبہ مُسلم سے بلند ہے، جب امام سے پوچھا گیا کہ مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟ آپؑ نے فرمایا جو کعبہ اور مسجد میں فرق ہے... مومن کعبہ ہے مسلم مسجد ہے، یہی فرق ہے.. یعنی مسجد مسلم نے خود بنائی، کعبہ اللہ نے بنایا... ابراہیمؑ نے بنایا...اس کا تعمیر کرنے والا معمار اور ہے...اس کے معمار اور ہیں۔ ان کے لئے گارنٹی نہیں ہے کہ

رہیں گے یا نہیں لیکن وہ رہے گا، اور یہ جو بنے ہیں خود سے بنائے ہیں یہ اب تک پوری دنیا میں، روئے زمین میں یہ چھوٹے چھوٹے اللہ کے گھر بے چراغ ہیں، اس میں اب تک کوئی چراغ جلا نہیں ہے۔

بھئی فرق بتا رہا ہوں نا مسلم اور مومن کا۔ مومن کعبہ ہے، مسلم مسجد ہے... اور کعبہ بلند ہے مسجد سے، جس طرح مومن بلند ہے مسلم سے... مسجد بے چراغ ہے اس لئے کہ کبھی اس میں اس گھر کا مالک آیا ہی نہیں... کسی نے اس گھر کے اہل کو مسجد میں نہیں دیکھا... مسجد ملاّ کی نہیں ہوتی... مسجد پیش امام کی نہیں ہوتی، مسجد محلے کے نمازیوں کی نہیں ہوتی... بس ہے... بنی ہوئی ہے، کوئی دعویدار نہیں ہوتا کہ یہ مسجد میری ہے... بنوا کر وقف کر دیتا ہے، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب مَیں چاہوں تو چار برس کے بعد اسے بیچ دوں... جب مسجد کا کوئی مالک ہی نہیں ہے تو مسجد نیلام کیسے ہو سکتی ہے؟

اور مسجد کے لئے ہی کیا... دنیا کی ہر عبادت گاہ کے لئے اگر دوسرا مذہب والا بھی آجائے تو وہ یہ سوچ کر اس کی حفاظت کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کی عمارتوں کی دوسرے مذہب والے حفاظت کریں گے۔ چونکہ وقف ہے، کوئی اسے اپنا مکان نہیں بنا سکتا، یعنی گھر ہے لیکن مکین نہیں ہیں... لیکن کعبہ وہ گھر ہے جس میں اس کا مکین آیا اور اہلِ بیتؑ کی فرد فاطمہؑ بنتِ اسد اس گھر میں گئیں اور علیؑ وہیں آئے تو کیوں نہ کہہ دوں کہ کعبہ اگر ایمان ہے تو وہاں کُلِ ایمان کو آنا تھا۔

ایمان اور احسان...! جو احسان کرے وہ محسن، جو ایمان لائے وہ مومن ہے۔ مسلم...! اس سے رتبے کو بڑھایا کہا مسلم سے بڑا رتبہ مومن کا ہے، پھر مومن پر بھی رتبہ کو بڑھایا تو کہا یہ متقی ہے، اور جب متقی پر انسان کی منزلت کو بڑھایا تو کہا یہ محسن ہے...! محسن اللہ کی نگاہ میں... ناموں کا اعلان کرے اور بتائے کہ یہ احسان کس پر ہوا...؟

اور یہ محسن کس پر احسان کر رہے ہیں؟ تو صفات بتا دیتا ہے محسن کی... نام نہیں لیتا.. کہا ہم نے اس انسان کو وصیّت کی کہ اپنے ماں باپ پر احسان کرے... تو اس نے احسان کیا اگر نام لے دیتا کہ کون سا انسان تھا کہ جس نے اپنے ماں باپ پر احسان کیا.. تو نام ہٹا کر کوئی بھی نام رکھا جا سکتا تھا... اور ایسا ہوا کہ یہ سورۂ احقاف، چھیالیسواں سورہ... جس کو ہم دس دن میں پورا کریں گے... صرف ایک آیت پڑھی ہے میں نے... اس کے آگے جو آیتیں ہیں ان سے آپ سے آپ واضح ہوتا جاتا ہے کہ وہ انسان کون ہے؟

ترجمہ آج پیش کئے دے رہا ہوں تا کہ آپ کے ذہن میں رہے... آنے والی مجلسوں میں ان آیات کی شرح کریں گے جو اس کے بعد کی آیتیں ہیں، کہا اللہ نے کہ.. ہم نے اس انسان کو وصیت کر دی کہ اپنے ماں باپ پر احسان کرو اور پھر فرماتا ہے کہ وہ انسان کہ جب اپنی ماں کے شکم میں آیا تو اس کی ماں عزادار بنی... اور پھر تیس مہینوں میں اس کی ولادت بھی ہوئی اور دودھ بڑھائی بھی ہوئی... یعنی دو سال بچہ کو دودھ پلاؤ، تو دو سال اور چھ مہینے کا وہ انسان.... دو سال اور چھ مہینے میں پیدا بھی ہوا اور دودھ بھی بڑھا.. یعنی بات واضح کر دی انسان نے کہ پیدا وہ چھ ماہ کے بعد ہوا، دودھ اس نے دو سال پیا... اب اس میں اتنی شرط لگا دی ہے کہ کسی مفسر کی مجال نہیں کہ اس صفت میں کسی اور کو ہٹا کر رکھ دے... اور رکھ دیا... ایک بزرگ ترین ہستی کے لئے کہا کہ یہ سورہ اس کے لئے آیا... جو حضورؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں.. ضروری نہیں کہ مَیں نام لوں، جو سمجھدار ہیں وہ خود سمجھ جائیں گے...

خطابت کہتا ہوں کہ سنانا فن نہیں ہے، یہ میرا ہی مقولہ ہے، میرا ہی قول ہے.. قول بنیں گے نا جب بعد میں آنے والی صدیوں میں... تو یہ میرا قول ہے کہ.. خطابت سنانا فن نہیں ہے، خطابت سننا فن ہے...! ہیں نا... اور یہ فن مجھے اس طرح آتا ہے کہ مَیں

کراچی کے مزاج کو سمجھتا ہوں... اگر مَیں بصد احترام بھی نام لے لوں تو بھی افسانہ بن جائے گا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ... تو اتنا جاگتا ہو ذہن... یہ تو نہیں کہوں گا کہ آپ کا مطالعہ بڑا وسیع ہونا چاہیئے، اس لئے کہ کتاب پڑھنا شیعہ افراد کے لئے عیب ہے۔

مطالعہ کرنا شیعہ قوم نے سیکھا ہی نہیں پاکستان میں، ورنہ ایک ایک مجمع کا ہاتھ اٹھ جاتا کہ کن مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ سورہ کس کے لئے آیا... جو مَیں کہہ رہا ہوں ابھی لوگ یہی نہیں سمجھے کہ مَیں کس کی تعریف کر رہا ہوں...؟ یہ سورہ تمہارے ہاں کس کے لئے ہے؟ اور ان کے یہاں کس کے لئے ہے؟ تو مجلس کیا پڑھوں میں ایسے میں، آپ خود سوچیئے کہ کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ صاحب قرآن سے ثابت کیا... اگر پوچھ لیجئے کہ کیا آیت پڑھی تو بتا نہیں سکتے، اس لئے کہ آیتیں پڑھتا کون ہے؟ تفسیر پڑھتا کون ہے؟ کس کو فرصت ہے کہ پڑھ کے آئے... تو اب ہر چیز ظاہر ہے کہ اس طرح تو واضح نہیں کی جاسکتی کہ مَیں لڑنے بیٹھ جاؤں۔

کہ سورہ کے حاشیہ پر کس کا نام لکھ دیا گیا، لیکن جس کا بھی نام لکھا گیا بڑے میاں کا نام لکھا گیا، اب اور کیسے سمجھاؤں مَیں...! اب سمجھے...! ذرا سا کھول دو تبرا تو پھر واہ واہ واہ واہ... یعنی اشارہ کوئی نہیں سمجھے گا کہ مَیں آگے بڑھ جاؤں وقت اپنا ضائع کروں سمجھانے میں، اس سے مَیں بہت جھنجھلاتا ہوں... کہ بھئی جب کہہ رہا ہوں کہ سب سے بڑا... اب تھوڑے لوگ سمجھے! بس ہر ایک یہ چاہ رہا ہے کہ نام لے دیں تو مزہ آجائے... نام مَیں لوں گا نہیں، لیکن جو نام حاشیے پر لکھا ہے اس کے لئے کوئی ثبوت نہیں کہ وہ چھ مہینے کا پیدا ہوا...

حسینؑ کے لئے متفق ہیں شیعہ اور سنی کہ چھ مہینے کے اندر حسینؑ پیدا ہوئے اور شیعہ سنی مورخین نے لکھا کہ دنیا میں دو بچے چھ مہینے میں پیدا ہوئے... بچہ نو مہینے میں پیدا

ہوتا ہے...اوراگر ستوانسہ پیدا ہو تو بچ جاتا ہے لیکن چھ مہینے کا بچہ کبھی زندہ نہیں رہتا...
ایک اٹھوانسہ نہیں زندہ رہتا..ایک چھ ماہ کا نہیں زندہ رہتا..دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں
کہ ایک ماں کے یہاں چھ مہینے کا بچہ پیدا ہو گیا ہو..!اور وہ جیا ہو...اسے مرنا ہے، اس
کی تقدیر میں مرنا ہے، وہ جی نہیں سکتا لیکن تمام مورخین نے کہا کہ دو بچے..ایک جناب
یحییٰؑ اور امام حسینؑ۔

تیس مہینے میں اللہ کہتا ہے کہ دودھ بڑھائی بھی ہوئی اور ولادت بھی ہوئی...دونوں
بھائی ایک سال کے اندر پیدا ہوئے...دس مہینے کی چُھٹائی، بڑائی ہے حسنؑ اور حسینؑ
میں، دس مہینے کی چُھٹائی، بڑائی ہے...ایسے دیکھ رہے ہیں کہ جیسے میں پہلی بار یہ بات بتا
رہا ہوں...اور کسی کو معلوم ہی نہیں...ایسے دیکھ رہے ہیں کہ جیسے بالکل کوئی عجوبہ سنا رہا
ہوں...نہ درود نہ سلام...

یہ کوئی نئی بات کہی ہے مَیں نے...؟اس سے پہلے سنا ہوا ہے آپ لوگوں نے کہ نہیں
یہ بات..کہ حسنؑ اور حسینؑ میں کیا چُھٹائی بڑائی ہے...یعنی یقین نہیں آرہا آپ لوگوں
کو..نہیں یقین آرہا ہے...کہاں آرہا ہے..؟ارے! بھئی واہ واہ تو کرتے ہیں نا..پچھلے
سال سکھایا تھا وہاں، جب ہال میں پہلی مجلس پڑھی تھی..کیسے سکھایا تھا؟ مجمع بدل تو نہیں
گیا اس سال نیا مجمع تو نہیں آیا ہے...!پرانا ہے یا بالکل نیا..اگر بالکل نیا تو پھر سے
کلاس شروع کروں...آج پہلی کلاس ہے...ارے بھئی! کم از کم یہ سوچ کر واہ واہ کرو
کہ شائد یہ اب بتادے کہ دس مہینے کی چھوٹائی بڑائی بھائیوں میں ہے کیوں...؟ پتہ نہیں
کتنی معلومات ابھی مجھے دیتا جائے...یہ سوچ کر چپ ہیں کہ معلوم نہیں ہمیں، یا یہ سوچ
کر چپ ہیں کہ معلوم ہے ہمیں آگے بڑھے...!

بھئی مَیں کیا سمجھوں؟ چہرے تو مَیں پڑھ لیتا ہوں لیکن یہ بھی تو دیکھنا ہے نا کہ میٹر

Matter زیادہ سننا چاہ رہے ہو یا یہیں سوئی اٹکی رہے...اور ذاکرین کی طرح کہ بس وہیں پر رُکے ہوئے ہیں، مَیں رکتا نہیں ہوں، لیکن مَیں تیاری ضرور کراتا ہوں اپنا میٹر Matter سنانے کے لئے..تاکہ میرا میٹر Matter ضائع نہ جائے۔

دونوں بھائی دس مہینے کا فرق رکھتے ہیں...!کیا ضروری ہے کہ مَیں کسی کتاب کا نام لوں، راوی کا نام لوں...آیئے جوڑیئے میرے ساتھ، جوڑیئے، اُنگلی اٹھایئے...کب پیدا ہوئے امام حسنؑ؟ سن بتایئے...!کسی کو امام حسنؑ کی ولادت کا سن نہیں یاد...؟

دو ہجری...دو ہجری میں پیدا ہوئے، جنگِ اُحد کے بعد...امام حسینؑ کے ہجری میں ...؟ تین میں...ہوگئی نا بات واضح...دو میں امام حسنؑ، تین میں امام حسینؑ...اب جوڑیئے میرے ساتھ....دو ہجری ۱۵ رمضان کو پیدا ہوئے امام حسنؑ....رمضان، شوال، ذیقعد، ذی الحجہ، محرم، صفر، ربیع الاوّل، ربیع الثّانی، جمادی الاوّل، جمادی الثانی، رجب، شعبان کی تین.. دس مہینے۔ کیا جوڑا آپ نے؟ کیا میتھ میٹکس Mathematics بھی نہیں آتی آپ لوگوں کو؟ کیا ہوا..؟ تین شعبان کو پیدا ہوئے، دس مہینے کے بعد...!تو ایک سال کے اندر دونوں بھائی پیدا ہوئے؟ یعنی سال پورا نہیں ہوا، اگر سال پورا ہو جاتا تو کہتے ایک سال بعد پیدا ہوئے۔ چونکہ دس مہینے کے بعد دوسرا بھائی پیدا ہوگیا اس لئے یہ لکھا جاتا ہے تاریخ میں کہ ایک ہی سال میں دونوں بھائی پیدا ہوئے..کیسے؟ اب یہ بھی تو پوچھ لیجئے نا بھئی...رمضان سے سال کو شروع کیا..شعبان کے بعد رمضان آئے گا، تو بارہواں مہینہ آئے گا نا بھئی...!

اس کے بعد آئے گا نا...تو سال یعنی رمضان نہیں آیا...دس مہینے میں پیدا ہوگئے امام حسینؑ، تو شکم میں کتنے دن رہے...؟ کُل چھ مہینے...!چھ مہینے کے پیدا ہوئے۔ اللہ کہتا ہے کہ وہ بچہ چھ مہینے کا پیدا ہوا اور جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کی ماں پھر عزادار

بنی...!

اگر سورہ کسی خلیفہ کے لئے ہے تو ان کی اماں کون...؟ اور اگر ان کی اماں عزادار بنی ہیں تو پھر وہاں بھی عزاداری ہونا چاہیئے...اگر اس طرح آپ سنتے رہیں تو میں جلدی جلدی آگے بڑھتا جاؤں...جس طرح آپ نے یہ نکتہ سنا...جہاں ان کی طرف بات کی خوش سب..یعنی یہ پوری قوم کا مزاج ہے کہ اُن کو کچھ کہہ دو..مزہ آ گیا..آہاہاہا.. حالانکہ قرآن کی روشنی میں گفتگو ہو رہی ہے..اور میں بچتا ہوں، ان لوگوں سے بہت بچتا ہوں...میری تقریروں میں بالکل کہیں ذکر آتا ہی نہیں، لیکن اب چونکہ حاشیہ پر قرآن کے نام لکھا ہوا ہے۔

ماں عزادار بنی...اور جب وہ چالیس سال کا ہوا تو اس نے ایک دُعا کی...سورۂ احقاف کا ترجمہ پڑھ رہا ہوں...جب وہ چالیس سال کا ہوا تو اس نے ایک دُعا کی کہ پروردگار مجھے چُن لے کہ جو تیری نظر میں دنیا کا سب سے بڑا کام ہو وہ میرے سپرد کر دے...اب وہ بڑا کام تلاش کیا جائے گا شخصیت کے لئے...اگر سورہ میں کوئی آنا چاہتا ہے تو اپنا بڑا کام دکھائے...اپنی بڑی عمر نہ دکھائے...بڑے میاں ہونا اور ہے، بڑا کام کرنا اور ہے۔

اور تُو مجھے آزمائے...میرا امتحان لے، اور اس وقت میں تیری تسلیم و رضا میں کامیاب ہو جاؤں اور اپنے سر کو تیری بارگاہ میں تسلیم میں رکھ دوں...دیکھئے قرآن ہے یہ..حدیث نہیں ہے، تاریخ نہیں ہے...اللہ کہتا ہے ہم نے اس کی دُعا کو قبول کیا..دُعا قبول ہو گئی، اب وہ کام تلاش کرو...کہ وہ بڑا کام کیا ہے؟ وہ کون ہے؟ جو شکم میں آیا تو اس کی ماں روئی یا وہ پیدا ہوا تو گھر میں صفِ عزا بچھی اَوْزِعْنِی کا لفظ ہے آیت میں۔ الہام ہونا'' اوزِع یعنی کسی چیز پر جم جانا، ماں نے بیٹے کی عزا طے کر دی، محضر کو قبول کیا،

عزا۔ یعنی ماں تعزیہ دار بنی... بیٹے کے غم میں ماں تعزیہ دار بنی... گویا مجلس ہوئی اس بچہ کی ولادت پر... ولادت پر مجلس ہوئی... دیکھئے آیت پہلے رکھی کہ اس نے اپنے ماں باپ پر احسان کیا، احسان وہ کب کرے گا...؟ جب کچھ بڑا ہوگا، ابھی تو وہ پیدا ہوا ہے۔

باپ کے ساتھ تو وہ جوانی تک رہا... گے ہجری میں پیدا ہوا؟ تین ہجری میں اور اس کا باپ دنیا سے جاتا ہے چالیس ہجری میں تو چالیس میں سے تین گھٹا دیجئے... آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کیا عمر ہے اس وقت باپ اور بیٹے میں کیا فرق ہے؟ لیکن جب ماں دنیا سے جا رہی ہے... پیدا ہوا ہے ۳ ہجری میں، ماں گئی ہے دنیا سے ۱۰ ہجری میں تو بچہ چھ سات سال کا ہے، چھ سات سال کا بچہ ماں پر کیا احسان کرے گا؟

اور اللہ کی وصیّت اس کو یہ ہے کہ اپنے ماں باپ پر احسان کرو... اس کو حکم مل چکا ہے کہ احسان کرو... تو پھر اتنی چھوٹی سی ہی عمر میں، اس سے پہلے کہ ماں دنیا سے جائے بیٹے کو احسان کر دینا ہے... چونکہ وصی بنا چکا ہے اللہ... توجہ کر رہے ہیں آپ... آیت کسی کے لئے نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اللہ جب وصی کر چکا ہے اس انسان کو اور اپنا وصی بنا چکا ہے اور جب یہ کہہ رہا ہے کہ وہ انسان اپنے ماں باپ پر احسان کرے... تو اب عمر کی قید نہیں ہے، چونکہ وصی ہے اللہ کا... اللہ چاہے تو پانچ برس میں کام لے لے... اللہ چاہے تو ستاون برس کی عمر میں کام لے... اس لئے کہ معاملہ ہے محسن کا اور اللہ کا... بیچ میں کوئی اور نہیں ہے، وصیت ہو چکی ہے، یہ قید نہیں ہے کہ جب جوان ہو گے، عمر بتا دی کہ چالیس برس کی عمر میں دُعا مانگی کہ مَیں وہ کام کر جاؤں جس کام کے لئے تو نے وصیت کی تھی۔

مَیں نے احسان کیا... تو ماں پر پہلے احسان کر دیا... اب آپ پھڑک جائیں گے، یہ

ہے آیت اور آیت کی شرح بغیرِ حدیث اور تاریخ نہیں ہو سکتی، تفسیر نازل نہیں ہوتی، امامؑ بتاتا ہے... ایک چھوٹا سا جملہ ہے اور ابھی دیکھئے آیت واضح ہو جائے گی... دیکھئے...! اُس نے ماں باپ پر احسان کیا.. بس اتنی سی بات... کہ ماں نے اپنے باپ سے یہ پوچھا کہ جب یہ واقعہ ہو جائے گا تو میرے بچے کو روئے گا کون؟

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جو آپ پڑھتے ہیں کہ محضرِ شہادتِ حسینؑ آیا، یہ مستند بھی ہے یا نہیں...! اور نبیؐ نے کہا کہ اللہ ایک قوم کو پیدا کرے گا... یہ کہاں سے لاتے ہیں آپ؟ یہ کہیں سے نہیں آتی، یہ سورۂ احقاف میں ہے، یہی سورۂ احقاف محضرِ شہادتِ حسینؑ ہے، اسی میں نبیؐ نے بتایا ہے دنیا کو کہ ماں باپ اس بچہ کے کون ہیں؟ اس نے اپنے ماں باپ پر احسان کیا کیا؟

اور واضح کر دیا اللہ نے کہ ماں عزادار بنی... حدیث میں بھی یہی ہے کہ جب محضر آیا تو زہراؑ روئیں کہ میرا بچہ مارا جائے گا، دنیا میں کوئی اور بھی واقعہ ہے کہ جو اس آیت کی یوں شرح کر دے، کوئی اور بھی ایسی ماں ہے کہ جس کا بچہ پیدا ہوا ہے تو اس بچّے کا نانا بچہ کو گود میں لے کر رو رہا ہے پیدا ہوتے وقت... ابھی ابھی وہ دنیا میں آیا ہے، سفید کپڑے میں لپٹا ہے، نانا نے بچہ کو گود میں لیا اور پورے گھر میں صفِ عزا بچھ گئی... باپ بھی رویا، ماں بھی روئی، نانا بھی رویا۔ آیتیں کہہ رہی ہیں جب وہ شکم میں تھا تب وہ ماں روئی اور جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کے غم میں ماں عزادار بنی۔

یعنی ماں نے صفِ عزا بچھا دی... تو فرشِ عزا عزاداروں نے نہیں بچھائی ہے، فرشِ عزا دنیا کی عظیم ماں نے بچھائی ہے.. اور بچپن میں اس کی ماں جو تھی... دیکھئے میرا جملہ ستاون برس میں کام ہے یا پانچ برس میں... پانچ برس میں ہی، اللہ کے یہاں عمروں کی قید نہیں ہے، ابراہیمؑ جیسے بوڑھے کو خواب دکھایا کہ بیٹے کو میری راہ میں پیش کرو، بیٹا تھا

سات برس کا، عجیب بات یہ ہے کہ جب اسمٰعیلؑ سے وعدہ ہوا تو سات برس کے تھے، جب حسینؑ سے وعدہ ہوا تو حسینؑ بھی سات برس کے تھے، جب اسمٰعیلؑ کا محضر آیا تو وہ سات برس کے تھے، جب حسینؑ کا محضر آیا تو وہ سات برس کے تھے... نہ اسمٰعیلؑ کو معلوم تھا کہ مَیں بچوں گا یا نہیں، اور حسینؑ کو یقین تھا کہ مَیں نہیں بچوں گا... کم از کم اسمٰعیلؑ کو یہ تو معلوم نہیں ہے کہ چھری چل جائے گی یا کیا ہوگا؟ تیار تو ہیں وہ امتحان دینے کے لئے لیکن ایک اطمینان ہے اسمٰعیلؑ کو کہ میرے سر پر باپ کا سایہ ہے... اور فاطمہؑ یہ پوچھ رہی ہیں کہ جب حسینؑ میرا مارا جائے گا... بابا نہ آپ ہوں گے، نہ علیؑ ہوں گے... نہ مَیں ہوں گی تو بچّے کو روئے گا کون؟

اسمٰعیلؑ کے پاس اطمینان ہے، حسینؑ کے یہاں اطمینان نہیں ہے لیکن معاملہ اُلٹا ہے... وہ کہہ رہے ہیں مجھے صابرین میں سے پاؤ گے، حسینؑ کہہ رہے ہیں مجھے شاکرین میں سے پاؤ گے۔ یعنی اسمٰعیلؑ نے کہا کہ شہادت قبول کی لیکن صبر سمجھ کر... حسینؑ نے کہا میں نے شہادت قبول کی شکر سمجھ کر۔ اس نے شکریہ ادا کیا کہ وہ کام مجھ سے لے لے... اور میں شکر میں جھک جاؤں، تسلیم میں جھک جاؤں، میں تیری مرضی کے آگے اپنے سر کو جھکا دوں، اور وہ کام میرے ہاتھ سے ہو جائے۔

تو اس ماں کی نظریں بیٹے پر تھیں، کہ بیٹا کیا کہتا ہے؟ محضر آیا، نبیؐ بھی ہیں، نبیؐ کی بیٹی بھی ہیں، علیؑ بھی ہیں... محضر پڑھا گیا اور یہ حسینؑ تھے سات برس کے... جو کہتے جاتے تھے شکراً، شکراً، شکراً... سات برس کی عمر میں پچاس برس بعد کا کام جو ہے وہ حسینؑ کو سنایا جارہا ہے، یہ کرنا ہے، یہ کرنا ہے، یہ کرنا ہے اور حسینؑ کہتے جاتے ہیں.. ہاں! مجھے منظور ہے، مجھے منظور ہے، مجھے منظور ہے... اگر حسینؑ منع کر دیتے.. کہ نہیں مَیں یہ سب کام نہیں کروں گا.. جب محضر آیا منع کر دیتے تو سُبکی کس کی ہوتی...؟ دیکھئے اللہ کہتا

ہے زبردستی نہیں ہے، ابراہیمؑ سے کہا ہاں! بچے کو پیش کرو... انہوں نے پیش کر دیا، اللہ نے دنبہ بھیج دیا بچالیا، یعنی یہاں بھی گنجائش ہے... سمجھ رہے ہیں نا آپ... بھئی وہاں گنجائش ہے! خواب میں یہ تو نہیں کہا گیا تھا اَے ابراہیمؑ! تم جانا، چھری رکھ دینا، ہم دنبہ بھیج دیں گے، بچہ بچ جائے گا... یعنی اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ آئندہ کیا ہوگا... دونوں کو نہیں معلوم کہ کیا ہونے والا ہے، دونوں کو یہ معلوم ہے کہ قربانی دینا ہے اللہ کا حکم ہے۔ بتایا نہیں گیا کہ دنبہ آجائے گا، لیکن حسینؑ کو بتا دیا گیا ہے کہ دنبہ نہیں آئے گا۔

بھئی! بہت غور سے، یہ موضوع بڑا عجیب ہے اور یہ آپ کو سمجھنا ہے۔ بہت ضروری موضوع ہے اس صدی کے لئے، اس عہد کے لئے، اس زمانے کے لئے، آپ کے بچوں کے لئے، حسینؑ سے یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ ایسا کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے گا کہ ہم اپنی رائے کو بدل دیں۔ یہ ہونا ہے، حتمی ہے... ایسا ہے۔ اور یہ محضر ہے، تم یہ بتا دو کہ تمہیں منظور ہے یا نہیں، گواہ تمہارے بیٹھے ہیں سارے بزرگ، یہ نبیؐ ہیں، یہ میری کنیزِ خاص فاطمہؑ ہیں، یہ علیؑ۔

حسینؑ اگر منع کر دیتے... دیکھئے! آیت میں لفظ ہے احسانا... اپنے ماں اور باپ پر اُس نے احسان کیا.. اس کی تفسیر میں مَیں اتنا زیادہ آپ کو تیار کر رہا ہوں، اگر حسینؑ منع کر دیں تو کن کن لوگوں کی پلکیں جھکیں گی ان کا نام لیجئے... بچہ اگر کوئی کام خلافِ امید کر دے ایسا تو صرف دو پر اثر ہوتا ہے، ایک ماں پر، ایک باپ پر... اگر حسینؑ نہیں کر دیتے تو زہرؑا و علیؑ کی پلکیں جھک جاتیں، ادھر حسینؑ نے ہاں کی زہرؑا نے عرش کو دیکھا... یہ ہے میرا بیٹا۔ علیؑ نے ناز سے عرش کو دیکھا... ادھر حسینؑ نے ہاں کی اُدھر زہرؑا اور علیؑ کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

وو صّینا الانسانَ (سورۂ احقاف نمبر ۴۶ آیت نمبر ۱۵)

اس انسان کو ہم نے وصیت کر دی

بوالدینِ فی احسانا

اپنے ماں باپ پر احسان کر

وہ تو بعد کی بات تھی کہ تو نے میری وصیّت کو پورا نہیں کیا... جس کو وصیت کی جاتی ہے اس کا دیانت دار ہونا ضروری ہے، وہ وصیّت میں خیانت نہ کرے، اسلام میں واجب ہے کہ جس کو وصیّت کر دی جائے وہ وصیّت پوری کرے، یہ بعد کی بات تھی کہ وصیّت پوری کی یا نہیں، وعدہ وہاں ہوا ہے یہاں نہیں۔ جب خلقت ہو رہی تھی اس وقت وعدہ ہے، آ کر کن کن نے وعدہ پورا کیا یہ بعد کی بات ہے، اس وقت کاغذ آیا ہے... ہاں کرنا ہے، مسئلہ ماں اور باپ کا ہے... پہلے اس نے ماں باپ پر احسان کیا۔

کیا احسان کیا؟ کہ اگر مَیں نہیں کر دوں تو بارگاہِ الٰہی میں مرتبہ زہراؑ کا گھٹ جائے یا علیؑ کا مرتبہ گھٹ جائے، حسینؑ کی ایک ہاں نے رتبۂ زہراؑ اور رتبۂ علیؑ کو بڑھا دیا... تو صرف آپ یہی کہتے نا.. کہ حسینٌ منی و انا من الحسینؑ... حسینؑ کی وجہ سے نبیؐ رہ گئے، لیکن اس آیت کی وجہ سے میں کہوں کہ علیؑ اور فاطمہؑ حسینؑ کی وجہ سے رہ گئے۔

اچھا جب رہ گئے نبیؐ حسینؑ کی وجہ سے، علیؑ اور فاطمہؑ حسینؑ کی وجہ سے اور احسان کیا تو پھر محسن...! اب محسن کیا؟ مسلم، پھر مومن پھر متقی اس کے اوپر محسن۔ محسن اس نے کہا نوحؑ کو، محسن اس نے کہا ہارونؑ کو، قرآن میں کہا موسیٰؑ محسن، الیاسؑ محسن، محسنین کا ذکر کیا اور بھی بہت سے محسنین ہیں۔ ان کی صفات بیان کیں۔

کیا ہیں محسن...؟ محسن وہ کہ جس کے سپرد کوئی کام ہو کہ یہ کام تمہیں کرنا ہے اور وہ

اس کام کو پچاس گنا زیادہ سجا کر پیش کرے، اسے کہتے ہیں محسن۔ پھر سے فرق سمجھ لیجئے مسلم وہ جو کلمہ پڑھ دے لا الٰہ الّا اللّٰہ ..مومن وہ جو علیؑ ولی اللہ کہہ دے، متّقی وہ جو تمام احکامات بجالائے، محسن وہ جس کے سپرد کوئی بڑا کام ہو...بھئی مسلمانوں کے سپرد اللہ نے کوئی کام نہیں کیا، عبادتیں کرو، سب کر رہے ہیں، جمادات.......(کیسٹ ختم، جملہ ادھورا)

کہ کسی متقی سے کہا ہو کہ یہ کام تم کر کے دکھانا...لیکن محسن کے لئے جگہ جگہ ہے اللہ کہتا ہے کہ ہم نے یہ سپرد کیا تھا اور میرے محسن نے کر کے یہ کام دکھا دیا...اعلان کر دیتا ہے کہ یہ کام کہا تھا اس نے کر کے دکھا دیا...جب اس نے کہا! ہم نے ابراہیمؑ سے کہا کہ بیٹا پیش کرو، خواب دکھایا تو وہ قربانی کر کے انہوں نے دکھا دیا.... نجزی المحسنین... ہاں! ابراہیمؑ میرا محسن تھا ہم اسے اجر دیں گے۔

نوحؑ سے ہم نے یہ کہا یہ کام کرو، نوحؑ نے کام کر دیا وہ میرا محسن تھا، الیاسؑ سے میں نے کہا یہ کام کر دو...اس نے یہ کام کر دیا وہ میرا محسن، ہارونؑ و موسیٰؑ سے کہا تھا یہ کام کر دو انہوں نے کام کر دیا وہ میرے محسن... یہ ہیں محسنین۔ جن کے سپرد کوئی کام ہو لیکن کام کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ کام کر دیا... مسلم کا کام ہے لا الٰہ...بس کہہ دیا لا الٰہ الّا اللّٰہ ...مومن کا کام ہے پورا کلمہ علیؑ ولی اللہ تک پڑھے.. پڑھ دیا، اذان میں بھی پڑھ رہے ہیں، بچوں کو بھی رٹاتے ہیں، کتاب میں دیکھا پڑھ دیا، جب یاد آیا پڑھ لیا پورا کلمہ، بس یہ اتنا کام ہے۔ متقی...بس ہر وقت عبادت کرے، سنّتی بھی پڑھے، واجبی بھی پڑھے، تقویٰ اختیار کرے، پرہیز گار رہو، زاہد ہو اور اسکے پورے...آنکھ سے، چہرے سے، ہر جگہ سے زہد، ایمان نظر آئے اور یہی تعریف ہے کہ اس کی آنکھیں بھی بتائیں کہ تقویٰ ہے، کان بھی بتائیں کہ تقویٰ ہے...یہ آئمہؑ کے اقوال...اصولِ کافی میں پانچویں امامؑ

فرماتے ہیں کہ کان سے پتہ چلے کہ متقی ہے، یعنی یہ نہیں کہ صرف عمل ہو... کہ ہم متقی ہیں، ہم متقی ہیں... نہیں ہاتھ اُٹھیں تو تقوے سے اُٹھیں، پیر اُٹھیں تو تقوے کی طرف جائیں، کان جو سنیں وہ بھی تقویٰ ہو، آنکھ جو دیکھے وہ بھی تقویٰ ہو... منہ سے جو نکلے وہ بھی تقویٰ ہو... یعنی اس کی رگ رگ تقویٰ ہو تب ہے وہ متقی... تو اس زمانے میں تو ملنا مشکل ہے، اس لئے کہ کان سے جھوٹ بھی سننا پڑتا ہے، منہ سے جھوٹ بولنا بھی پڑتا ہے، جھوٹ دیکھنا بھی پڑتا ہے، جھوٹی گواہی دینا بھی پڑتا ہے، اس ہاتھ سے رشوت لینا بھی پڑتی ہے، اس ہاتھ سے رشوت دینا بھی پڑتی ہے... تو کم از کم اگر لیتا نہیں ہے تو دیتا تو ہوگا... رشوت دینا بھی جرم ہے تو متقی کہاں رہا...؟ تو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا، تلاش سے بھی نہیں ملے گا۔

اور اگر... یہ دس دن یہ عشرہ چل رہا ہے... آپ کے محلے میں کوئی صاحب رہتے ہیں تو ان کو لے کر آیئے گا، مجھ سے ملوا دیجئے گا کہ جن کو آپ ڈھونڈ رہے تھے، متقی صاحب وہ یہ ہیں۔ ارے متقی ہونا تو بہت.. تلاش کہاں کریں گے؟ مومن کہاں ملے گا ؟ مومن کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گے..؟ اگر اس کی تعریف کر دوں کہ ایمان کی کیا تعریف ہے؟ موضوع تو میرا ہے احسان اور ایمان، اس کی بھی تعریف ابھی ہوگی کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن اس پر کہیں زیادہ بلند محسن ہے جس کے سپرد کام ہے۔

یعنی متقی، مومن اور مسلم کے سپرد کوئی بڑا کام نہیں... محسن وہ ہے جس کے سپرد کام ہے، اور جب کام اس کے سپرد کیا گیا تو محسن وہ اس وقت بنے گا کہ اس سے یہ نہیں کہا گیا کہ طریقۂ کار کیا ہوگا کام کا.. یہ اس پر چھوڑا گیا ہے کہ کام تم کیسے سجاؤ گے؟ یہ تم کو کرنا ہے، ایک چارٹ ایک نقشہ بن کر نہیں آئے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے، یعنی ابراہیمؑ کے پاس نقشہ نہیں آیا تھا کہ گھر سے کیسے چلو گے؟ بچہ کو کیا لباس پہناؤ گے؟ چھری کیسی

ہوگی؟ چاقو کتنا بڑا ہوگا؟ دھار اس کی کیسی ہوگی؟ یہ سب خواب میں نہیں بتایا گیا تھا، یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ رسی کی بھی ضرورت پڑے گی کہ اسمٰعیلؑ کے ہاتھ اور پیر باندھ دیں تا کہ تڑپیں نہ اور تڑپنے سے باپ کو یہ احساس نہ ہو کہ چھری چل رہی ہے تو بچہ تڑپ رہا ہے تو ابراہیمؑ نے رسی بھی ساتھ میں لی تھی اور ایک پٹی بھی ساتھ لی تھی یہ بھی خواب میں نہیں کہا گیا تھا کہ پٹی بھی باندھنا آنکھ پر، یہ بھی خواب میں نہیں بتایا گیا تھا کہ مشعر الحرام پہلے جانا، پھر عرفات جانا پھر منیٰ جانا، زم زم کے پاس سے گزرنا... کنکریاں چننا، راستے میں شیطان ملے گا، اُدھر ہاجرہؑ کے پاس شیطان جائے گا، دروازے پر جائے گا اور کہے گا تیرا بچہ قتل ہو رہا ہے، یہ سب خواب میں نہیں بتایا گیا تھا۔ یہ محسن نے خود اُس یادگار کو سجایا، کام تھا تھوڑا سا، بچہ کے گلے پہ چھری رکھنی تھی، ابراہیمؑ نے اس کام کو سجایا، جو کام کو سجا دے، دس گنا زیادہ، پچاس گنا زیادہ، سو گنا زیادہ.. اُسے اللہ کہتا ہے میرا محسن۔

محسن کی تعریف یہ ہے کہ کام جو سپرد ہو، کام ہو چھوٹا سا لیکن اس کی سجاوٹ دیکھے گا اللہ تو کیسے کرتا ہے؟ اور حکم نہیں دوں گا کہ سجاوٹ کر، یہ تیرے ذوق پر چھوڑا ہے کہ تو کیسے سجاتا ہے، کتنا سُگھڑ ہے، کتنا باذوق ہے تو... ہم تیری سجاوٹ کو دیکھیں گے، کام تو تو کرے گا۔ یہ ہمیں معلوم ہے کام سے انکار نہیں کرے گا... اور ہم سجاوٹ دیکھیں گے اور جب تو سجاوٹ کر دے گا تو اس سجاوٹ کو مٹنے نہیں دیں گے۔

کام تھا گلے پر چھری رکھنا. ابراہیمؑ سجاتے چلے، کعبہ کے دَر سے چلے... پہلے اپنے گھر کا طواف کیا سات بار، پھر مشعر میں گئے، پھر عرفات میں گئے پھر منیٰ میں گئے، کہا! اب قیامت تک ہر مسلمان کو یہی کرنا ہے ہر سال، سجایا ہے تم نے اس کا نام ہم نے حج رکھا۔

اس کا نام ہم نے حج رکھا...ہم نے جو کام ابراہیمؑ کے سپرد کیا تھا وہ اتنا سا تھا کہ بچہ کو حلال کر دو ہماری راہ میں، گلے پر چھری رکھ دو...اور یہی کہا ابراہیمؑ نے خواب... مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری گردن پر چھری چلا رہا ہوں...تو خواب یہی تھا اور تین دن یہ دکھایا گیا تو اس میں یہ بھی نہیں تھا کہ سر کٹ گیا...بس تین دن یہی دیکھا کہ اسمٰعیلؑ لیٹے ہیں اور گلے پر باپ نے چھری رکھی ہوئی ہے...یعنی چلتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، بس اتنا...تو اب جتنا کام تھا اس کے آگے کا دکھایا...یعنی چھری چلا دی اور چھری چل گئی...اور جب چھری چل گئی خون کی دھار ابراہیمؑ کے قدموں تک آ گئی تو اطمینان ہو گیا کہ ہاں! ذبح ہو گیا، لیکن جب پٹی ہٹی تو دُنبہ تھا...کام تو پورا کر دیا...اب یہ کوئی تھوڑی کہا تھا ابراہیمؑ نے کہ یہاں پر بچہ کی جگہ تو دُنبہ بھیج دینا مَیں چھری رکھوں گا...یہ تو اُس نے کیا کہ ہاں! تو میرا محسن ہے تو نے کام کر کے دکھا دیا، سجایا اتنا اچھا ہے تو نے کہ اس کے صلہ میں...هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ...(سورۂ رحمان) تو نے احسان کیا تو احسان کا بدلہ احسان ہے...اور جو بدلہ دیا جائے وہ اس سے دَس گُنا زیادہ ہو...دیکھئے جو دوسرا احسان کرے گا وہ چھوٹا نہیں ہونا چاہیئے وہ بڑا احسان ہونا چاہیئے، تو بڑا احسان کیا...؟ ذبحِ عظیم۔

تم نے چُھری چلا دی...ہم نے دُنبہ بھیج دیا، ہم نے ذبحِ عظیم بنا دیا، اب اس میں یہاں پر یہ ظاہر نہیں کہ ذبحِ عظیم کون بنا...؟ کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ وہی دنبہ جو آیا تھا وہی ہے ذبحِ عظیم...کسی نے کہا نہیں اسمٰعیلؑ ہیں ذبحِ عظیم، اگر دُنبہ ہے ذبحِ عظیم تو اتنے بڑے کام کا صلہ ایک دُنبہ...؟

جو کام ابراہیمؑ کے سپرد ہوا ہے کہ مجھ پر احسان کرو، تو جو کام ابراہیمؑ نے کیا اس کے صلہ میں ایک دُنبہ...! ابراہیمؑ کا کام کتنا بڑا ہے کہ قیامت تک کا ایک سفر بنا رہے

ہیں، مسلمانوں کی بخشش کے لئے حج بھی ایک راستہ ہے... حج کے معنی ہیں قصد، ارادہ.. اللہ کی طرف جانے کا ارادہ... وہاں سے راستہ جاتا ہے اللہ میاں کے ہاں تک... یہی تو اللہ کا گھر ہے، یہاں سے راستہ جاتا ہے اللہ تک... لوگ جاتے ہیں اس راستے کو تلاش کرنے۔

ارے بھئی! اسی لئے تو گھر کے گرد پھرتے ہیں راستہ کدھر ہے؟ راستہ تو اللہ نے کھولا اور پھر بند کر دیا، راستہ ملتا ہی نہیں، نشان تو ہے لیکن راستہ نہیں ملتا، دروازہ سے جا نہیں سکتے اس لئے کہ اس میں تالا پڑا ہے، چابی ہے حاکم کے پاس تو کہیں نہ کہیں راستہ ڈھونڈتے ہیں کہ شائد کوئی روحانی راستہ مل جائے۔ وہاں سے راستہ جاتا ہے، حج کے معنی قصد... ارادہ، کیا ارادہ؟ اللہ کی طرف ہجرت کا ارادہ... اس کی طرف سفر، اللہ سے قربت۔

حج..! دے رہے ہیں ابراہیمؑ، اس کے صلہ میں کیا دیا اللہ نے کہا ایک دنبہ یا ایک خطاب دے دیا ذبیح اللہ.. تو اب تو بچ ہی گئے اگر خطاب یہ ملا بھی ہے ذبیح اللہ کا تو کیا؟ اب محسن ہیں ابراہیمؑ، ابراہیمؑ سے بڑا محسن اللہ.. صلہ کئی گنا زیادہ دے، تو کیا صلہ؟ صلہ یہ دیا کہ تمہاری نسل میں رہے گا ذبحِ عظیم یعنی وہ قربانی بھی جو ہوگی وہ آلِ ابراہیمؑ میں لکھی جائے گی اور دونوں قربانیوں کو متصل کر دیں گے، تم نے دس روز کا کام کیا ہے، پہلی ذی الحجّہ سے لے کر بقر عید ۱۰ ذی الحجّہ تک... کام تھا دس منٹ کا، دس دن میں پورا کیا، اسی سے مہینہ جوڑ دیں گے محرم کا.. تمہارے دس دن ختم ہوئے اب تمہاری نسل میں جو ذبحِ عظیم آئے، دس دن اس کے بھی... ایک عشرہ تمہارا، ایک عشرہ تمہارے پوتے کا۔

یعنی بڑی قربانی جو کائنات کی ہے، سب سے بڑی قربانی ابراہیمؑ وہ تمہارے نام،

کتنا بڑا صلہ اللہ نے دیا کہ حسینؑ کو ابراہیمؑ کی نسل میں رکھا، یہ ہے ابراہیمؑ کا صلہ۔ دُنبہ اور بکرا صلہ نہیں ہے جو آپ ہر سال بقر عید میں دے دیتے ہیں۔ وہ تو آپ نے کاٹا اور خود کھالیا، دوستوں کو بانٹ دیا اور انتظار میں بیٹھے رہے کہ اس کے بدلے میں دوست کتنا بھیجے گا؟

یہ انتظار اگر یہی ہے سب کچھ تو یہ تو آپ کے سامنے ہے، یہ جو بقر عید ہے، یہ تہوار نہیں ہے صلہ ابراہیمؑ کا، نہیں سمجھ میں آیا.. بقر عید ابراہیمؑ کا صلہ نہیں ہے، محرم ابراہیمؑ کے کام کا صلہ ہے۔ یہ پوری عزاداری ابراہیمؑ کے اس عمل کا صلہ ہے... دیکھا آپ نے اللہ نے ابراہیمؑ کو کتنا بڑا انعام دیا... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ... (سورۂ رحمان) تم نے احسان کیا، توجہ... تم نے ہمارے دین کو حج دیا... ہم نے تمہاری نسل میں عزاداری دی۔ حج سے بڑی ہے عزاداری۔

کیسے؟ حج رہ گیا اس عزاداری سے... اور متصّل کر کے بتایا محمد باقرؑ نے.. جب شہادت کا وقت آیا تو بیٹے کو بُلا کر کہا... کہ ہر سال حج کے درمیان میں جب حج تمام ہوتا ہے تو منیٰ میں مَیں خیمہ لگا کر حبشی غلاموں سے... جو افریقہ سے آتے ہیں، مَیں حسینؑ کا ماتم منیٰ میں کرواتا تھا، اب کوئی محمد باقرؑ سے پوچھے، یہاں اسمٰعیلؑ کو قربان کیا گیا یہاں حسینؑ کا ماتم ہر سال کیوں کراتے ہیں؟ امامؑ نے جوڑ کر بتایا کہ اسمٰعیلؑ اور حسینؑ کی قربانی سے ربط کیا ہے؟

ماتم منیٰ میں ہو تو وصیّت کی کہ مَیں ماتم کروائی کا ان کو وظیفہ دیتا ہوں... ان کا وظیفہ بند نہ ہو، کس سے کہہ رہے ہیں امام صادقؑ بیٹے سے کہ اگر وظیفہ بند ہو گیا تو ماتم بند ہو جائے گا، بیٹا وہ ماتم منیٰ میں ہوتا رہے۔ یعنی عزاداری منیٰ میں، عزاداری کا تعلق اسمٰعیلؑ سے ہے۔ کیا اقبالؔ سے سمجھا دوں...؟ ع

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہیں اسمٰعیلؑ

تو گویا عزاداری داستانِ حرم ہے، ابتدا اس کی اسمٰعیلؑ، اور انتہا حسینؑ اب یہ کیسے بتایا جائے تو دیکھئے اقبالؔ نے نہایت کو پہلے بتایا، ابتدا کو بعد میں... مصرعہ اُلٹا پڑھا جائے... اسمٰعیلؑ سے حسینؑ... لیکن اقبالؔ کہہ رہے ہیں حسینؑ سے اسمٰعیلؑ، اگر اسمٰعیلؑ پہلے کہہ دیتے تو بات نہ بنتی، یعنی اسمٰعیلؑ پہچانے گئے حسینؑ کی وجہ سے تو پہلے حسینؑ کا نام لیا... داستانِ حرم جو زندہ ہے تو وہ زندگی جو ہے داستانِ حرم کی وہ حسینؑ کی وجہ سے ہے... ہاں! یہ صحیح ہے کہ ابتدا اسمٰعیلؑ تھے، اب دیکھئے میری طرف دیکھئے گا... حضرت ابراہیمؑ کہاں پیدا ہوئے؟

شہرِ اُر میں... اُر (UR) کہاں ہے..؟ عراق میں، کس مقام پر، نینوا میں... گھر کہاں پر بنا ہے، محلّہ کون سا ہے؟ کربلا... کس مقام پر گھر ہے ابراہیمؑ کا..؟ جہاں آج روضۂ حسینؑ ہے۔ نشیب میں چلو، نشیب میں چلو.. گھوڑے سے کہا نشیب میں چلو... کیا ہے نشیب میں؟ وہ نشیب جو ہے وہاں بنیادیں تھیں جو ابراہیمؑ کے گھر کی گر چکی تھیں... کچا مکان تھا اسی میں نشیب میں، اس مکان کو گرے ہوئے پانچ ہزار برس گزر چکے تھے۔ پوتا آیا تھا اپنے دادا کے گھر میں، گویا وارث آیا تھا، وصی آیا تھا وصیّت کو پورا کرنے وہاں، جہاں اس کا اپنا گھر تھا، اپنی زمین تھی۔

بھئی ۶۱ھ میں حسینؑ اپنے دادا کے گھر میں بیٹھے تھے، یزید کے قصر پر حملہ نہیں کیا تھا، یزید آیا لشکر لے کر حسینؑ کے گھر پر چڑھائی کرنے، جو جس کے گھر پر حملہ کرتا ہے جارح وہ ہوتا ہے جو حملہ کرے کسی کے گھر پر... حسینؑ باغی نہیں ہیں، یزید باغی ہے۔

یزید آیا ہے لشکر لے کر حسینؑ کے گھر پر حملہ کرنے کے لئے، اپنے دادا کی زمین پر

بیٹھے ہیں، نمرود نے کہا آگ میں پھینک دو، آگ گلزار بن گئی، کہا اب یہاں نہیں رہیں گے.. جگہ چھوڑ دی... کون سی جگہ؟ کربلا... کربلا کیا ہے؟ کیوں ہے نام اس کا... کرب ...الٰہ... کرب عبادت کا مقام، الٰہ... اللہ کی عبادت کرنے کا مقام، ابراہیمؑ کی مسجد یہاں بنی تھی جہاں سجدے کرتے تھے، اسی جگہ آج حسینؑ کا روضہ بنا ہے...نام ہے اس کا کربلا، اب بھی وہ کربِ الٰہ ہے اب بھی وہ اللہ کا گھر ہے۔

اور وہاں سجدے ہوتے ہیں، وہاں سجدے ہوتے رہیں گے، اس لئے ہوتے رہیں گے کہ کائنات کا سب سے بڑا سجدہ وہاں ہوا...اسی مقام پر ہوا ہے اس لئے اس سے بڑی مسجد کوئی ہو ہی نہیں سکتی جہاں دنیا کا سب سے بڑا سجدہ پیش کیا گیا ہو۔ ابراہیمؑ وہاں سے چلے ہجرت کی، کہاں آئے؟ مکّے آئے، ابراہیمؑ جب آئے کربلا سے مکّے ...تو ایک راستہ اپنایا... پانچ ہزار برس تک اس راستے پر کوئی نہیں چلا... اس لئے کہ وہ راستہ کوئی جانتا ہی نہیں تھا، اس راستے سے صرف ابراہیمؑ واقف تھے کہ جو کربلا سے آتا تھا مکّے تک، کعبے تک اور راستے تھے، نقشہ اگر کبھی سعودی عرب کا آپ کے پاس ہو تو دیکھئے گا، کتنی وادیاں، کتنی نہریں کتنے راستے ہیں، کس شہر کو کون سی شاہراہ جارہی ہے۔ اس میں امام حسینؑ کا اور ابراہیمؑ کا سفر ہے... بڑی ہستیوں کے سفر دکھائے گئے ہیں نقشوں میں، یہ راستہ کسی نے نہیں اپنایا... پانچ ہزار برس کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو مکّے سے حسینؑ نکلے، حج کو چھوڑ کر... سفر تھا شہادت کا تو اس راستے پر چلے جس راستے سے ابراہیمؑ کربلا سے کعبے آئے تھے... آپ صلوٰۃ پڑھ لیجئے اور ذرا سا سوچ لیجئے تو آگے بڑھوں...

کیا کہا اللہ نے؟ میرے بندے نے ہجرت کی میری طرف، ابراہیمؑ چلے اور آئے میری طرف ہجرت کرکے... اور یہ ابراہیمؑ نے کہا کہ مَیں ہجرت کرکے جارہا ہوں اپنے

رب کی طرف، سفر کہاں سے ہوا، کربلا سے کعبے تک، منزل کیا ہے ابراہیمؑ کی... کام شروع ہو رہا ہے کربلا سے، ختم کہاں ہو رہا ہے کعبے میں... ابراہیمؑ کا کام کہاں پر ختم ہوا کعبے میں، حسینؑ کا کام کہاں سے شروع ہوا... جہاں ابراہیمؑ کے کام کی معراج تھی وہاں سے حسینؑ کے عظیم کام کا آغاز ہوا... تو وہ کام کتنا بڑا ہوگا جہاں سے ابراہیمؑ نے آغاز کیا تھا وہاں حسینؑ جب کام کو کامل کریں گے تو وہ کام کتنا بڑا ہوگا؟

وہ کام اتنا بڑا ہو کہ سورۂ احقاف میں اللہ اعلان کرے کہ وہ کام ہو گیا، اس میرے محسن نے وہ کام کر کے دکھا دیا اور پھر اس نے احسان کیا... یہ کام اتنا بڑا ہے، اتنا بڑا کام ہے کہ حسینؑ نے اس کو سجایا... ۲۸ رجب سے سجایا اور پہلے سے سجایا، کہاں کہاں سے سجاوٹیں ہیں یہ بھی گفتگو ہوگی کہ حسینؑ نے اپنے کام کو کیسے سجایا...؟ کس کس طرح سجایا ہے؟ کس شان سے سجایا ہے؟ اور حسینؑ کے ساتھ، جب حسینؑ یہ کام کرتے ہیں تو ماں بھی ساتھ مددگار ہے اور باپ بھی مددگار ہے... دیکھئے نقطۂ آغاز حسینؑ کربلا سجاتے ہیں،......... لکھتے ہیں کسریٰ کی حکومت کی سرحد سے، بغداد سے کہ کسریٰ ایران کی کچھ شاہزادیاں اپنے کارواں کے ساتھ ہماری طرف سے گزری ہیں، ہم قافلے کو روکے ہوئے ہیں۔ علیؑ کا خط پہنچا... بصد احترام انہیں مدینہ تک پہنچا دو... وہ نہ قیدی بنائے جائیں، نہ ان پر کوئی ظلم ہو... یہ کیا راز ہے؟

دنیا نے کہا کہ جب فتحِ ایران ہوئی تب کسریٰ کی شاہزادیاں آئیں، دیکھئے تاریخ کتنی غلط ہے، اس وقت حسینؑ گیارہ برس کے ہیں، گیارہ برس میں کسی بچہ کی شادی نہیں ہوتی، علیؑ کے عہد میں حسینؑ سینتیس برس کے ہیں، شادی کی عمر یہ ہے اور جب... اب یہ کہ اتنے برس کے بعد یہ قافلہ آتا ہے تو فتحِ ایران کب ہے...؟ آپ کو معلوم ہے کس نے ایران فتح کیا؟ کون کمانڈر اِن چیف ہے، جس نے کوفہ بنایا... وہ عمرِ سعد کا باپ

ہے، حسینؑ کے قاتل کا باپ ہے جس نے علیؑ کے درس میں بیٹھ کر پوچھا ہے... بتایئے میرے سر پر کتنے بال ہیں؟ علیؑ نے کہا بتا تو دوں لیکن تو گن نہیں سکتا... ہاں یہ بتا دوں تیرے گھر میں میرے بیٹے کا قاتل پرورش پا رہا ہے، سلونی کہنے کے بعد جو سوال ہوا... اسی ابنِ سعد کے باپ نے کیا۔

فاتحِ ایران... لوگوں نے کہا ہاں! اسی دور میں... نہیں اس دور میں نہیں بلکہ جب ایران فتح ہوا تو شاہی خاندان ہجرت کر گیا ایران سے، آج بھی جب آپ زیارت کرنے جائیں سلمانِ پاک اور سلمانؑ کے مزار سے دس قدم آگے بڑھیں... سامنے کسریٰ کا محل، وہ محل بلند محل کہ جب رسولؐ خدا پیدا ہوئے، اس کا آتش کدہ بجھ گیا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے... وہی محل، پورا محل تباہ ہو گیا لیکن ان کے عبادت کی محراب اب تک باقی ہے، جو بلند ترین محراب ہے اور اسی کو آثارِ قدیمہ کے طور پر حکومت نے تار لگا کر بند کیا ہوا ہے اندر اب کوئی نہیں جا سکتا... پہلے کھلی ہوئی تھی وہ جگہ اور مفاتیح الجنان میں جو زیارتوں کا چیپٹر Chapter ہے اس میں یہ بھی زیارت ہے کسریٰ کا یعنی ایران کے بادشاہ کے محل کی زیارت لکھی ہے شیخ عباسِ قمی نے... اور اس میں یہ ہے کہ جب کسریٰ کے محل میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کرو... اس محرابِ عبادت میں پہنچ کر کسریٰ میں محل میں دو رکعت نماز پڑھو، کیوں، وہیں حاشیے میں مفاتیح میں پڑھئے گا ... کیوں؟ کہ جب علیؑ آئے صفین کی لڑائی کے بعد اور جب کسریٰ کے اس کھنڈر میں پہنچے تو سب سے پہلے علیؑ نے دو رکعت نماز ادا کی مع لشکر کے... اور جب نماز ادا کر چکے تو پھر ایک ایک جگہ پر گئے اور اپنے فوجیوں کو بتاتے گئے یہ عدلیہ کا مقام ہے، یہاں بیٹھ کر بادشاہ عدل کرتا تھا، ایران کا بادشاہ یہاں سے عدل کرتا تھا، یہ اس کی خوابگاہ ہے یہاں پر سوتا تھا، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے فوج ملاحظہ کرتا تھا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں آتشکدہ تھا آگ جل رہی تھی، یہ وہ محراب ہے جہاں کسریٰ والے اپنی عبادت کرتے تھے، ایسے علیؑ نے بتایا کہ جیسے ایک ایک جگہ علیؑ کی دیکھی ہوئی ہے اور صفین کی لڑائی کی واپسی کے بعد۔

ایران کب فتح ہوا؟ اور یہی قصر جب اپنی شان وشوکت کے ساتھ موجود تھا، ایران کے بادشاہوں کو کسریٰ کہتے تھے جیسے روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے، کسریٰ خطاب ہے اور ڈھائی ہزار برس پرانی یہ سلطنت تھی... سائرسِ اعظم اس کا بانی سکندر ذوالقرنین اور سینکڑوں بڑے بڑے بادشاہ، جمشید جیسے، کیخسرو جیسے بادشاہ... بڑے بڑے بادشاہ اس نسل میں آئے، نوشیروانِ عادل بہت مشہور بادشاہ اس کا بیٹا خسرو پرویز، اس کا بیٹا یزدوجرد، یزدوجرد کی تین بیٹیاں... گیہان بانو، شہر بانو، خورشید بانو اور ایک بیٹا فیروز۔

یزدوجرد جب ایران پر حملہ ہوا تو اس قصر کو چھوڑ کر چلا اور بخیریت اپنے پورے خاندان کو لے کر افغانستان چلا گیا اور غزنی میں جا کر افغانستان میں خاندان آباد ہوا، وہیں مرا.. بیٹیاں چھوٹی چھوٹی تھیں، بیٹا بھی چھوٹا تھا وہیں رہے، بیٹیاں بڑی ہوئیں تو ایک بیٹی کی شادی کا پیغام گوالیار کے مہاراجہ سندھیا راؤ بالا جی راؤ نے دیا....اس نے شادی کر دی اس لئے کہ مہاراجہ کا پیغام تھا، ٹکر کا پیغام تھا تو خورشید بانو بیاہ کر ہندوستان چلی گئیں۔

جب باپ مر گیا تو فیروز تو وہیں رہا اور اس کی ساتویں نسل میں محمود غزنوی آیا... فیروز کی ساتویں نسل میں محمود غزنوی آیا، دو بیٹیاں رہ گئیں گیہان بانو اور شہر بانو...انہوں نے افغانستان کیوں چھوڑا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک رات شہر بانو نے جن کا نام پہلے شاہِ جہاں تھا...ابھی شہر بانو نام نہیں تھا، مشہور ہیں وہ شہر بانو کے نام سے لیکن پہلے ان کا نام شاہِ جہاں تھا۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے اور اس باغ میں نہریں بہہ رہی ہیں اور خوبصورت درخت لگے ہیں ایسے میں ایک محراب سے ایک نوجوان مسکراتا ہوا باہر آیا، جیسے ہی اس جوان پر نظر گئی ان کی آنکھ کُھل گئی اور اب ایک بار اس بی بی نے بار بار اپنے سے کہا کہ ایسا حسین چہرا ہم نے کبھی نہیں دیکھا، آنکھ سے آنسو نکل آئے، دعا کی کہ کاش یہ چہرہ پھر نظر آئے.... رات کو سوئیں تو پھر وہی باغ دیکھا، وہی نہریں، ویسے ہی درخت، وہی فضا، وہی سماں... لیکن اسی محراب سے ایک بی بی بہت ہی نورانی شکل کی برآمد ہوئیں جہاں سے وہ جوان آیا تھا، یہ خاموشی سے اس بی بی کو دیکھنے لگیں... وہ بی بی قریب آئی کہا کیوں پریشان ہو؟ کہا یہاں سے ایک جوان کل آیا تھا تمنا ہے کہ مَیں اسے دیکھوں۔

کہا وہ جوان میرا بیٹا حسینؑ ہے، لیکن تم اس کو اس وقت دیکھ سکتی ہو، جو مَیں کہوں، ویسا کرو، مَیں نے انتخاب کیا ہے کہ مَیں تمہیں اپنے گھر کی بہو بناؤں، کیا ایک جملہ مَیں نے بیچ تقریر میں کہا تھا کہ جب بڑا کام حسینؑ کریں گے... اور جب اس کی سجاوٹ کریں گے تو ماں اور باپ دونوں ساتھ دیتے جائیں گے۔

دیکھئے بیہوش ہو کر آپ بیٹھتے ہیں... مَیں اپنی خطابت... مَیں نے کہا خطابت کرنا مشکل نہیں ہے، سننا مشکل ہے... یہ ہے مسئلہ.. مجھے سب یاد رہتا ہے کہاں کیا جملہ کہا ہے... اب اختیار کیا ہے سفر زہراؑ کے کہنے پر... نقشہ دے دیا گیا، کہاں جانا ہے؟ ہجرت کی ہے اور پھر اسی راہ سے گزری ہیں اپنے قصر کی طرف سے... اور وہاں کے گورنر حُریث نے علیؑ کو خط لکھا ہے، وہی قصر جو آج بھی بنا ہوا ہے اور اسے جا کر دیکھئے، بڑے بڑے طوفان آئے، بارشیں ہوئیں لیکن وہ بلند محراب جو آسمان سے باتیں کر رہی ہے، اس کا ایک پلر pillar گر چکا ہے لیکن محراب قائم ہے وہ اب تک نہیں گری... اس لئے

کہ جب کسریٰ کا بادشاہ یزدوجرد اپنے خاندان کو لے کر چلنے لگا اور پورے محل کو چھوڑ دیا.. تو اس محراب کے نیچے جہاں وہ عبادت کرتا تھا.. آکر جب گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا تو اس نے محراب کی طرف دیکھ کر کہا تجھ کو رخصتی سلام کرنے آیا ہوں، تجھے آخری سلام کرنے آیا ہوں، اور اَے محرابِ قصرِ کسریٰ تو اس وقت تک نہیں گر سکتی جب تک میری نسل میں ایک مہدیؑ نہ آجائے.. اب مَیں کیسے بتاؤں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور احسان کی تعریف کیا ہے؟ یہ کون سا کلمہ نکلا ہے اگر وہ مجوسی ہے اور کافر ہے تو غلط ہونا چاہیئے تھا، محراب کو گر جانا چاہیئے تھا چودہ سو برس کے بعد، جب پورا قصر نہ رہا تو اب محراب کیوں باقی ہے؟

اس سے اندازہ ہوا کہ ایمان کا فیصلہ فتوے نہیں کرتے اور اس کی مثال سورۂ کہف میں اللہ نے بیان کر دی کہ نہ کوئی نبیؑ آیا نہ کوئی تبلیغ کرنے آیا لیکن سات آدمی ایمان کو چھپا کر، اللہ کو پہچان کر غار تک آگئے، کچھ لوگ کلمہ پڑھ کر غار تک آتے ہیں ایمان کو نہیں پاتے... اور کچھ دل میں ایمان لے کر آتے ہیں اور غار میں چھپ جاتے ہیں تو اگر سو بھی رہے ہوں تو چھ مہینے اللہ ادھر کروٹ دلاتا ہے، چھ مہینے اُدھر کروٹ دلاتا ہے اور قیامت تک زندہ رکھتا ہے، ایمان کی سچائی یہ ہے کہ تم ہم پر احسان کرو تو ہم اس کا حق یوں ادا کرتے ہیں کہ تمہارے ایمان کو قرآن میں جلوہ فگن کر دیتے ہیں، یہ احسان ہے، یہ ایمان ہے۔

ہم فیصلہ کرنے والے کہ کون صاحبِ ایمان ہے؟ بحث ابوطالبؑ، عبدالمطلبؑ کی ہے.. پہلے اس کی تو بحث کر لیجئے کہ اللہ کہتا ہے کہ اَے حبیبؐ کبھی کسی کافر اور مشرک کی تعریف نہ کیجئے گا اور پوری ہزاروں حدیثیں دیکھ جائیے گا کہ کسی مشرک، کسی کافر کی تعریف رسولؐ کی زبان سے نہیں ہوئی لیکن عجیب بات ہے کہ مسلمانوں نے یہ دونوں

حدیثیں لکھیں کہ دو کافروں کا ذکر رسولؐ نے اپنی بزم میں کیا...اور اصحاب سے کیا اور تعریف کی۔

اللہ منع کرے کافر اور مشرک کی تعریف نہ کیجئے گا اور رسولؐ خدا یہ کہیں کہ دو ہستیاں ایسی...ایک نوشیروانِ عادل جو اپنے عدل سے مشہور ہے، ایک حاتمِ طائی...جو اپنی سخاوت سے مشہور ہے تو بات کُفر کی اور شرک کی نہیں ہے بلکہ اس صفت کی ہے جو دونوں میں پائی جاتی ہے کیوں کہ بنی ہاشم کا طرہ امتیاز تھا عدالت بھی اور سخاوت بھی... جہاں بھی تھی رسولؐ نے ان کی تعریف کی، وہ نوشیروانِ عادل ہو یا قبیلۂ طے کا سردار حاتمِ طائی ہو...اور صرف یہی نہیں کہ زبان سے ایک حدیث دے دی، ایک پنکھا نوشیروانِ عادل کو اللہ نے دے دیا، ایک پنکھا حاتمِ طائی کو دے دیا۔

ان کی صفت عدالت ہے، اس کی صفت سخاوت ہے...صرف یہی نہیں کہ سخاوت کی تعریف کر دی...حنین کی لڑائی میں طے قبیلہ کافروں کے ساتھ شامل تھا، اس میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی...جب سب اسیر ہوئے اور مدینے کی منزل میں اسیروں کو لایا گیا تو حکم دے کر آئے تھے حنین کے میدان میں کہ اسیروں کے ہاتھ نہ باندھے جائیں احترام کے ساتھ لانا۔ اس میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جب پتہ چلا نبی کو کہ اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی آرہی ہے تو جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوئی تو نبی اٹھ کر کھڑے ہوگئے اس کی تعظیم کے لئے اور اپنے دوش کی عبا اُتار کر بچھا دی اور اس پر بٹھایا...ایک سخاوت کسی میں ہو تو خلقِ عظیم، انبیاؑ کا سردار، ایک لاکھ کا سرتاج، ایک کافر کی بیٹی کی تعظیم کو اٹھ کر کھڑا ہو جائے یعنی اس کی سخاوت اتنی بڑی کہ اس نے جن بندوں کو...اللہ کے بندوں کو... پالا اللہ نے اس کافر کے احسان کو مانا، اب اس کا احسان کہ بیٹی آئے تو میرے محبوب اُٹھ کر کھڑے ہو جانا۔

تو جب حسینؑ اتنا بڑا محسن ہو تو اس کے احسان کو بندے کیسے اُتاریں! اللہ یہ چاہتا ہے میرے حسینؑ کا احسان اتارا جائے اس لئے عزاداری پیش کی ہے اللہ نے اپنے بندوں کے سامنے کہ یوں مناؤ کہ جو احسان حسینؑ نے مجھ پر کیا ہے وہ اتر جائے کچھ لوگ نہیں چاہتے کہ اللہ پر سے حسینؑ کا احسان اترے...تو وہ دشمن ہو جائیں عزاداری کے، وہ نہ کریں دل لگا کے عزاداری...تو وہ حسینؑ کے دشمن نہیں ہیں وہ اللہ کے دشمن ہیں۔ وہ حکمِ اللہ کے خلاف ہیں...اور جو حکمِ اللہ کے خلاف کام کرے وہ مشرک ہے، وہ شرک کرتا ہے۔

رسولِ خدا اٹھ کر کھڑے ہو گئے، یہ ہے حاتم طائی کی بیٹی کی آمد...اب اگر نبی ہوتے اور نوشیرواں کی پوتی آتی...اگر شہر بانو آتیں تو اب وہ جو نبی کا وصی ہو وہ وہی کام کرے جو نبی کر رہا ہے اگر حاتم طائی کی بیٹی آئی ہے تو نبی کھڑے ہوئے ہیں اگر نوشیروانِ عادل کی پوتی آئی ہے تو علیؑ کھڑے ہو جائیں۔ یہی ہوا... جب دونوں آئیں.. گیہان بانو اور شاہِ جہان تو چادریں علیؑ نے اپنی لے کر ایک محمد ابن ابی بکر کے ہاتھ بھیجی...ایک حسینؑ کے ہاتھ بھیجی۔ کہا محمد! گیہان بانو سے تم عقد کرو خود عقد پڑھوایا۔

حسینؑ اور شاہِ جہان کا عقد علیؑ نے پڑھوا کر اپنے گھر کی چادر شہر بانو پر ڈال دی، گویا دلھن رخصت ہو کر آ رہی ہے، کربلا کی عبارت کا پہلا ایک نکتہ رکھا گیا... حسینؑ سجاوٹ شروع کرنے والے ہیں۔ آپ کہاں بیٹھے ہیں!...کہ کام سپرد ہے اس کا نقطۂ آغاز ہے، کام کی سجاوٹ ہو رہی ہے...بس تقریر ختم ہو گئی...سجاوٹ ہو رہی ہے اور کس شان سے...! کہ جب بیاہ کر بنی ہاشم کے گھر میں لڑکی آتی تھی تو نام اس کا کچھ بھی ہو خطاب بنی ہاشم دیتے تھے اور پھر بہو خطاب سے ہی مشہور ہوتی تھی۔

عباسؑ کی ماں کا نام ہے.. فاطمہؑ کلابیہ بنت حزام...کلابیہ۔ لیکن مشہور کیا ہیں؟

اُمّ البنینؑ! یہ خطاب ہے، جناب امِ ربابؑ کا نام ہے سلمہ...خطاب ہے امِ رباب۔ امام حسنؑ کی زوجہ کا نام ہے رملہ خطاب ہے اُمِ فروہؑ... یہ سب خطاب علیؑ نے دیئے بہوؤں کو لیکن ابھی دیکھئے کہ یہ بہو جو آرہی ہے جو حسینؑ کی ازواج میں سب سے بڑی ہیں...پہلی بیوی حسینؑ کی بیاہ کر آرہی ہیں، نام ہے شاہِ جہاں علیؑ نے خطاب دیا شہر بانوؑ۔

یہ واحد خطاب ہے اس گھرانے میں جو اس شان کا ہے۔شہر بانو...!شہر کی مالکہ... بانو..؟ شہر کی مالک، کیا شہرِ مدینہ کی مالک؟ ارے! اس کا تو پورا ایران ہے وہ کسریٰ کی ملکہ ہے۔ایران چھوٹا سا نہیں ہے بہت بڑا ملک ہے وہ وہاں کی..اور پرانا ایران آپ کو معلوم ہے کہاں تک تھا...؟ سامرہ تک بغداد تک... یہ بغداد اور سامرہ سب ایران کا حصہ ہے یہ پرانی لڑائی عرب اور ایرانیوں کی اس بات پر چلی آرہی ہے کہ یہ حصہ ہمارا ہے اور دیکھئے نا کہ سلمانؑ کی جہاں قبر ہے وہ بغداد ہے، سامرہ کی سرحد ہے اور وہاں کسریٰ کا محل ہے۔

دارالحکومت بغداد تھا کسریٰ کے بادشاہوں کا اب وہ بغداد عراقیوں کا دارالحکومت ہے۔یعنی قبضہ ہو گیا، پہلے قبضہ تو پورے ایران پر ہی ہو گیا تھا اس لئے فردوسی نے کہا کہ یہ عرب کے بدّو جمشید اور دارا کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں... یہ جانور چرانے والے تخت پر بیٹھیں گے؟ فردوسی نے اپنے شاہنامے میں کہا ہے..کیا ہو گیا ہے ان بدّوؤں کو؟ تو یہ ایرانی عجم اور عرب کی لڑائی بہت پرانی ہے...دشمنی تھی دشمنی...بیچ کی دیوار ایسی اٹھی ہوئی تھی دشمنی کی کہ دیوار سدِّ راہ ہو گئی تھی۔

لیکن کس شان سے علیؑ نے اس دیوار کو گرایا۔عجم کی شاہزادی کو بیاہ کر لائے...کس کے لئے؟...عرب کے سب سے بڑے شاہزادے..سرتاجِ عرب کے بیٹے کے لئے،

یوں دیوار گرادی۔ دیکھئے! سجاوٹ یوں ہوتی ہے.. معلوم ہے کہ کہاں کس طرح حسینؑ کے غم کا سفر ہے؟ ادھر سے ہوکر ہندوستان جائے گا۔

تو روٹ route پر نظر ہے... دیکھئے! عزاداری پر نظر ہے... کربلا کا واقعہ جو ہے اس کی تیاری ہے تو عزاداری کے سفر پر نظر ہے کہ حسینؑ کا پیغام کس روٹ route سے جائے گا؟ ایران کی بیٹی بیاہ کر آئی ہے۔ کیا اہتمام ہوا ہے! شہر بانوؑ آئی ہیں تو خطاب اس لئے نہیں کہ اس شہر کی ملکہ.. نہیں غور کیا آپ نے؟۔

مَیں شہرِ علم ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہیں..! اس کی حدیث ہے؟ مدینہ اور مکہ شہر کی بات نہیں کرتے یہ لوگ... بہو بیاہ کر آئی ہے شہرِ علم میں علیؑ ہیں اس کا دروازہ اور اس شہرِ علم کی ملکہ ہے... شہر بانوؑ۔ اب سمجھئے! کہ جب بڑے گھرانے کی بیٹی لاتے ہیں تو اس کے لئے چھوٹی رُونمائی نہیں ہوتی... بھئی! عجم کی ملکہ آئی ہے تو اگر کوئی چھوٹا موٹا منصب دے دیتے تو اس کی نظر میں کیا سماتا.. علیؑ نے کہا تو عجم کی ملکہ ہے اس سے بڑے شہر کی ملکہ مَیں تجھے بناتا ہوں۔

تو ایسا احسان کیا کہ پلٹ کر بہو یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کس سلطنت کے مالک تھے! تو کنیز نے یہی کہا کہ وہ لباس کیا تصور میں آسکتا ہے کہ کسریٰ کی ملکہ کا کیا لباس ہوگا؟ کیسا شاندار لباس ہوگا؟ تین سو تو کنیزیں ساتھ تھیں قافلے کے۔ بھئی جب بادشاہ لوگ بھاگتے ہیں، ہجرت کر کے جاتے ہیں کیا سمجھتے ہیں، کیسے جاتے ہیں؟... اب آپ سے باتیں کرنا، دلچسپ باتیں ہیں آپ کے اپنے مطلب کی آپ ڈھونڈتے جاتے ہیں نا...!

شاہِ ایران نے ایران چھوڑا لیکن کیا کوئی دولت... کوئی فقیر ہو کر بھاگا، ارے! جزیرے تھے اس کے پاس، اس کے بیٹے کے پاس کروڑوں ڈالر ہیں سب امریکہ میں

ہیں وہ خرچ کر رہا ہے محلوں میں رہتا ہے، شاندار طریقے سے رہتا ہے۔

شاہ فاروق بھاگا.. مصر کا بادشاہ بھاگا...، آپ نے سنا ہے شاہ ظاہر افغانستان کا بھاگا.. تو ظاہر ہے فقیر ہو کر تو نہیں پھرا..! بادشاہ جاتے ہیں شان و شوکت کے ساتھ اور بھاگ کے نہیں جاتے! دولت کی کیا کمی ہوتی ہے، ان کے وفادار غلام اور کنیزیں سب ساتھ چلتے ہیں تو یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا مالک جا رہا ہے ہجرت کر کے... تو کنیزیں اور غلام ساتھ ہیں اور ساتھ آئیں شان سے آئیں اور شان دیکھ کر آئیں تو علیؑ نے خطاب دیا شہر بانو!

تم ہو ملکہ اس شہر کی، تم ہو ملکہ اس شہر کی، آپ کہیں گے یہ کیا بات ہوئی بعد میں اور بھی بہوئیں آئیں.. اس سے پہلے بھی بہوئیں آئی ہیں یہ شہر بانوؑ کو مخصوص علیؑ نے شہرِ علم کی ملکہ کیوں بنا دیا؟ عظمت تو سمجھو شہر بانوؑ کی... اس لئے کہ نو اماموں کی ماں ہیں، امامت کا سلسلہ ان سے چلنے والا ہے۔

اس کے بعد جو ماں آئے گی ایک بیٹا گھٹ جائے گا... کوئی آٹھ اماموں کی ماں ہوگی، کوئی سات کی ماں ہوگی، کوئی چھ کی ماں ہوگی، کوئی ایک کی ماں ہوگی... شہر بانوؑ وہ کہ جو نو اماموں کی ماں ہیں۔ بھئی! چار سے مہدیؑ تک جوڑو.. نو امام ہیں کہ نہیں! اب شہرِ علم کے نو دروازے آ رہے ہیں اور جب ان کی ماں ہو تو شہرِ علم کی وہی بانو ہیں۔

پہلی بہو جو آئی ہیں، جس سے سلسلۂ امامت چلا ہے... میں اس شہر کا دروازہ، رسولؐ شہر... تم بانو۔ دیکھئے! خطاب دے دیا اس لئے کہ علیؑ کو معلوم ہے کہ جس status کی ہیں ویسا خطاب ملنا چاہئے.... حیرت سے نہ دیکھئے! شہر بانوؑ پر کبھی تقریر سنی ہے؟ قسم کھا کر بتاؤ فرشِ عزا پر بیٹھے ہو کراچی کے کسی ذاکر سے سنی ہے...؟ پنجابی ذاکر سے سنی؟ باہر کے، ہندوستان کے ذاکر سے سنی ہے؟.. نہیں۔ تو پھر نئی چیز مل رہی

ہے یا نہیں! تمہارے لئے نعمت ہے یا نہیں..! تمہارے بچوں پر احسان کر رہا ہوں یا نہیں! مَیں محسن ہوں تمہارا نہیں..! احسان اور ایمان موضوع ہے یا نہیں! تم ایمان کے ساتھ بیٹھے ہو یا نہیں! احسان کا بدلہ کیا ہے؟...احسان۔

اور مَیں احسان بھی دے رہا ہوں ایمان بھی دے رہا ہوں، موضوع دیکھتے جاؤ کہ موضوع کہاں تک پہنچا اور کیا گفتگو ہو رہی ہے...شہر بانو! علیؑ نے خطاب دے دیا اب وہ لباس جو کسریٰ کا ہے، گھر کی شان دیکھی تو اسی دَر سے خیرات کیا اس لئے کہ گھر میں قدم رکھتے ہی وہ بی بی جو خواب میں آئی تھی جس نے وعدہ کیا تھا اب وہ شب میں آئی ہے اس لئے کہ اب بہو بن کر آئی ہے...اب مبارکباد دیتی ہے، شہر بانوؑ! مبارک ہو یہ سفر مبارک، میرا بیٹا تجھے مبارک..زین العابدینؑ کی ماں بننا مبارک...میری بہو بننا مبارک۔

معرفت ہے زہرؑا کی...گھر میں یہ سنا ہے کہ شادی کا جوڑا شادی کی صبح فقیر کو دے دیا جاتا ہے تو اب جب صبح ہوئی ہے تو زہرؑا کی بہو نے کسریٰ کا لباس، کسریٰ کے زیورات فقیر کی نذر کئے ہیں...سادہ لباس پہنا ہے، جب سادہ لباس پہنا ہے تو کنیزوں نے ملکہ کی شان ایران میں دیکھی ہے، کنیز نے آگے بڑھ کر کہا...! بی بی آپ کی مصیبت دیکھی نہیں جاتی، اس کچے مکان میں، کھجور کی چھال کے فرش پر، کہاں وہ آپ کی خوابگاہ، کہاں کسریٰ کا محل، کہاں کنیزی، کہاں وہ آسائشیں، کہاں وہ مخمل و دیبا کے گدّے، کہاں وہ پردے، کہاں وہ فضائیں، کہاں وہ ہوائیں... بی بی ایسا لگتا ہے کہ آپ جنت سے نکل کر جہنم میں آ گئیں۔

بی بی اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور جلال میں کنیز کو ڈانٹ کر کہا...کیا بکتی ہے! وہ جہنم تھا، یہ جنت ہے...معرفت دیکھی، یہی تھا خطاب علیؑ نے دے دیا..پھر ایک جملہ دے رہا

ہوں... کہ معصوم کی ماں اللہ اس کو بناتا ہے کہ گویا معصوم کی ماں پر یہ احسان کرتا ہے کہ تو معصوم کی ماں بننے جارہی ہے اگر تو میری محسنہ تو میں تجھ پر یہ احسان کروں گا کہ معصوم تیری گود میں کھیلے گا۔

یہی وجہ ہے کہ رسولؐ کی ایک بیوی معصومہ کی ماں بنی... خدیجہؑ... پھر کوئی نہیں بنی، اگر ایک بھی محسنہ اللہ ہوتی تو...

هل جزأ الاحسان الّا الاحسان (سورۂ رحمان)

سب کی گود میں معصوم کھیلتے نظر آتے... کسریٰ کی شاہزادی لیکن چُنا جائے اور انتخاب کرنے والی خود فاطمہؑ زہراؑ ہوں... شہزادیؑ کو نینؑ اور بیاہ کر اس شان سے لائیں کہ جس دن شادی ہوئی، بیاہ کر آئیں تو آدھی کنیزیں اس دن آزاد کر دیں۔ ایک سال کے اندر چشم و چراغ اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام علیؑ نے علیؑ رکھا...! علیؑ نے پوتے کا نام علیؑ رکھا.. دادا کی گود میں سب سے پہلے آیا، نام علیؑ رکھا، علی ابن الحسینؑ۔ بچہ گود میں آیا، جس دن بچہ پیدا ہوا تو وہ آدھی کنیزیں جو شہر بانو کی بچی تھیں وہ بھی آزاد کر دیں.. لیکن ایک کنیز نے کہا کہ بی بی میں نہیں جاؤں گی... اس بچے کو مَیں گود میں کھلاؤں گی۔ بی بی میرے لئے بس اتنا کر دیجئے کہ جب تک آپ اس گھر میں رہیں تو مَیں اس گھر میں رہوں اور اس بچے کو گود کھلاؤں اور وہ کنیز شہر بانو کی خدمت کے لئے رک گئی... اس کنیز کا نام ہے شیریں۔ ہوگئی تقریر۔

ابھی آپ نے مرثیہ سنا.. اس پر انیسؔ نے بھی مرثیہ لکھا اور دبیرؔ نے بھی مرثیہ لکھا... تقریر کے آخری جملے.. لیکن جب شیریں کو آزاد کیا اور اس کا رشتہ آیا تو شام اور حمص کے درمیان ایک پہاڑی پر ایک بستی تھی وہاں کے امیر نے ... قلعہ تھا وہاں اس پہاڑ پر... وہاں کے امیر نے شہر بانو کی اس کنیز کو، حسینؑ کی اس کنیز کو شادی کا پیغام دیا...

پیغام قبول ہوا، حسینؑ نے رخصت کیا.. لیکن جب شادی کی حسینؑ نے شیریں کی اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ جانے لگی تو ایک بار پھر پلٹی اور پلٹ کر اس نے سیّد سجادؑ کے پیر چھو کر.. ننھے ننھے پیروں سے اپنی آنکھ ملتی جاتی اور آنسو کے قطرے گرتے جاتے تھے.. اور جب دروازے سے رخصت ہونے لگی تو سر جھکا کر، آنکھیں جھکا کر، ہاتھ باندھ کر یہ کہا کہ یہ بچہ بہت یاد آئے گا۔

آپ کا گھر بہت یاد آئے گا، بی بیؑ تو میری اس دنیا میں نہ رہیں، وہ تو رخصت ہو گئیں، اب مجھے یہ گھر اُن کے بغیر اچھا نہیں لگتا.. شہر بانوؑ کا انتقال ہو گیا لیکن اَے آقا! جب آیئے گا تو شہزادے کو بھی ساتھ لایئے گا... اور اس کنیز کو بھولئے گا نہیں.. آیئے گا ضرور۔

تو کہا شیریں! ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئیں گے ضرور اور جیسا کہ تو نے کہا ہے ہم اکیلے نہیں آئیں گے، پورے گھر والے ساتھ آئیں گے۔ ہم تیری طرف سے گزریں گے، ہم کچھ دیر کے لئے تیرے قلعہ کے پاس اتریں گے، ہم آئیں گے۔

وعدہ حسینؑ جیسے سچے کا تھا.. جب حسینؑ اٹھائیس رجب کو مدینہ سے نکلے تو وہاں بھی یہ خبر عام ہو گئی کہ حسینؑ سفر کر رہے ہیں اور جب یہ پتہ چلا کہ کوفہ سے ایک قافلہ آتا ہے تو شیریں نے خوش ہو کر کہا کہ مدینہ سے نکلے ہوئے چھ مہینے ہو گئے اب آتے ہیں میرے آقا۔

ابھی کوفہ سے ہو کر حسینؑ آئے ہیں اور جب یہ پتہ چلا کہ پورا کارواں آیا ہے تو شیریں کو تو معلوم ہے کہ خاندان میں کون کون ہے... تو چونکہ امیر کی زوجہ تھی، غریب نہیں تھی تو قصر کو سجا لیا اور ایک ایک حُجرے کو مقرر کر لیا اور اپنی کنیزوں سے، اپنی سہیلیوں سے، اپنی پڑوسنوں سے بلا کر کہتی کہ یہ کمرہ مَیں نے شہزادۂ سید سجادؑ کے لئے سجایا

ہے...میری مالکہ شہر بانوؑ کا بیٹا ہے وہ...اب وہ چوبیس برس کا جوان ہے، بچپن میں چھوٹا تھا، جب وہ جھولے میں تھا...اب مَیں جوانی میں اس کو دیکھوں گی وہ عجم کا بھی شہزادہ ہے وہ عرب کا بھی شہزادہ ہے...ایک کمرہ سجایا اس میں پھولوں کے گلدستے رکھے کہا یہ چھوٹا شہزادے علی اکبرؑ کا ہے...دالان میں جھولا ڈالا کہا یہ سب سے چھوٹے شہزادے علی اصغرؑ کا ہے اس کے لئے انتظام کیا ہے اور سنا ہے کہ قاسمؑ دولہا بنے آتے ہیں..ایک مسند بھی بچھادی ایک حُجرہ سجایا جہاں تخت بچھا کر اس پر ایک اچھی مسند بچھادی چاروں طرف پردے ڈالے۔ کہا یہاں میری شہزادی زینبؑ اُتریں گی، یہیں میرے آقا حسینؑ اس مسند پر بیٹھیں گے۔

شوہر کو بھیجا کہ کھانے تیار ہوں، قافلے کو لے کر آؤ اور جب پہنچنا تو میرے آقا سے کہنا کہ بچوں کو دیکھنے کے لئے شیریں بہت بیقرار ہے...لیکن ابھی اس کا شوہر واپس بھی نہیں آیا تھا کہ جو قافلہ کا تماشہ دیکھنے گئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں آئیں کہا شیریں تو نے کیا اہتمام کیا ہے...!ارے وہ تیرا شہزادہ جو سید سجادؑ ہے جس کو تو کہتی ہے کہ عرب و عجم کا بادشاہ ہے...ذرا چل کر دیکھ لے وہ شہزادہ عجیب شان سے آتا ہے...کہا کیسے آتا ہے؟ وہ گھوڑے پر سوار ہوگا! کہا نہیں وہ قافلے کے آگے آگے ... گلے میں طوق ہے، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں اور چاروں طرف سے... تازیانے...وہ پکاری ارے! میرا حسینؑ کہاں ہے؟ کہا تیرا حسینؑ مارا گیا...آگے آگے اس کا سر..ماتمِ حسینؑ۔

دوسری مجلس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؑ کے لئے

عشرۂ چہلم کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، احسان اور ایمان کے موضوع پر ہم گفتگو کررہے ہیں۔ احسان کرنے والے کو محسن کہتے ہیں اور جس کے پاس ایمان ہو اسے مومن کہتے ہیں۔ اللہ نے محسن کا مرتبہ مومن سے بلند رکھا ہے۔ احسان کا لفظ... حُسن سے نکلا ہے... احسان کے معنی ہیں حُسن اور ایمان کا لفظ بنا ہے... امن سے، جس کے پاس ایمان ہو... جو مومن ہو وہ امن والا ہوتا ہے... اور جس کے پاس احسان ہو وہ حُسن والا ہوتا ہے۔ اللہ اپنے ناموں میں سے ایک نام احسان بھی بتاتا ہے... وہ احسان کرتا ہے اپنی مخلوق پر اور ایمان عطا کرتا ہے... وہ خود حُسن ہے، وہ کہتا ہے کہ مَیں مُجسّم حُسن ہوں۔

احسان جو کیا جاتا ہے، اس کی تعریف ہے کہ جس کے سپرد کوئی کام ہو، وہ کام کو ادا کردے، ایک قسم محسن کی یہ ہے... دوسری قسم یہ ہے کہ کام سپرد کیا جائے تو وہ حسنِ ادائیگی کے ساتھ ادا کیا جائے، یعنی اپنے کام میں اتنی خوبصورتی پیدا کردے کہ وہ یادگار رہ جائے اور دیکھنے والا اس کے حُسن سے متاثر ہو جائے کہ کام کرنے والے نے کتنا اچھا کام کیا.. اور انسان اس کام کی ایک ایک باریکی کو دیکھے اور اس کو اس سے فوائد حاصل ہوں، اور اس کے دل میں بھی یہ جذبہ پیدا ہو کہ ایسا ہی کام مَیں بھی کروں، ایسا

ہی کام مجھ سے بھی ہو جائے۔

اللہ نے یہ مرتبے اس لئے بڑھائے تا کہ انسانیت اور جتنی بھی عظیم ہستیاں ہم ہدایت کے لئے بھیج رہے ہیں جب وہ انسانوں کی ہدایت کریں تو ایسا نہ ہو کہ اپنے کام کو کرتے ہوئے ان میں کوئی بد دلی سی پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ کام مشکل کام ہے، بہت زیادہ مشکل کام ہے، یعنی اتنا مشکل کام کہ حضرت نوحؑ کو اپنی قوم کو سمجھانے میں نو سو سال لگ گئے.. تو کام آسان نہیں تھا، انسانوں کو راہِ راست پہ لانا، ان کو اللہ کا پیغام سنانا، ان کی خلقت کے مقصد کو انہیں سمجھا دینا کہ تم کیوں پیدا ہوئے اور تمہارا رب اللہ ہے۔ تم اس دنیا میں یوں ہی نہیں چھوڑ دیئے گئے، بلکہ تمہارا ایک نگراں ہے کہ جس نے تمہیں بنایا ہے تم اُسے ہر وقت یاد رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ جس نے تم کو بنایا ہے۔ جس نے تمہیں بھیجا ہے۔ یہ یاد دہانی کے لئے مسلسل پیغمبرؑ آتے رہے اور انسانوں کو سمجھاتے رہے لیکن لاکھوں انسان ایسے تھے جنہوں نے انبیاؑ کے ان پیغامات کا کوئی اثر نہیں لیا اور وہ سب گمراہی میں اور کفر میں مر گئے اور بعض بعض قومیں تو وہ تھیں جن میں پوری پوری قوم میں کسی ایک آدمی نے بھی پیغمبرؑ کی تبلیغ کا اثر نہیں لیا۔ اللہ نے ایسی پوری قوموں کو تباہ کر دیا مثلاً حضرت ہودؑ کی پوری قوم میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکلا کہ جو ایمان لاتا، سب کے سب نافرمانی پر کمر باندھے رہے اور آخر میں اللہ نے پورے ملک کو... پوری قوم کو تباہ کر دیا... ان پر ایک سرد ہوا بھیجی... بادِ عقیم جو اتنی ٹھنڈی ہوا تھی کہ اس نے ان کو سرد کر کے مار دیا اور ان کی ہڈیاں سرمہ بن گئیں اور ایسی سرمہ بن گئیں کہ فضا اور ریت میں ان کے جسم کے ریزے مل گئے اور حدیث میں یہ ہے کہ عرب کی ریت میں جو ذرے چمکتے ہیں وہ قومِ ہودؑ کی ہڈیوں کے ذرّات ہیں کہ جو اَب تک فضا میں منتشر حالت میں اُڑ رہے ہیں یہ ان پر عذاب تھا، اب سوچئے کتنی بڑی

نافرمانی کی تھی کہ اب تک عذاب دیا جا رہا ہے قومِ ہودؑ کو...قومِ ہودؑ کو عاد کہتے ہیں۔قومِ عاد اور اس کے لئے محاورہ اردو میں آ گیا، عربی سے ہوتا ہوا..عادی..جب کسی کو آپ کہتے ہیں کہ یہ اس کام کا عادی ہے تو یہ عادی ایک طرح کا کوسنا ہے..کہ تُو تو قومِ عاد سے ہے....عادی ہے۔ یہ لفظ وہیں بولا جاتا ہے جہاں طنز میں۔ایک لفظ اتنے منحوس تھے وہ کہ ایک لفظ منحوسیت کے لئے آ گیا اِسی ہی لئے ہمارے آئمہ نے کہا کہ عبادت کو عادت نہ بناؤ..کسی طرح کی بھی عادت ہو، اچھی یا بری....عادت نہیں پسند۔

اسی طرح جناب صالحؑ کی قوم قومِ ثمود ہے... پوری قوم میں سے ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا..اور ہر قوم کو چاہے عاد ہوں یا ثمود....اللہ نے ان کو آزمایا، جناب صالحؑ کی قوم .قومِ ثمود کو ایک اونٹنی کے ذریعے سے آزمایا..اور ظاہر ہے کہ وہ اونٹنی اس قوم کی فرمائش پر وجود میں آئی...انہوں نے کہا کہ ہم تم پر جب ایمان لائیں گے کہ یہ سامنے والی پہاڑی پھٹ جائے...اور اس میں سے ایک اونٹنی نکلے...اور وہ اونٹنی اکیلی نہ ہو بلکہ اس کا بچّہ بھی اس کے ساتھ ہو...جنابِ صالحؑ نے فرمایا کہ اَے قوم! ہم ایسا کریں گے، اپنے رب کے اذن سے لیکن یاد رکھنا اس کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو ہمارا اللہ تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ تم فنا کر دیئے جاؤ گے....اس وعدے کے بعد پیغمبرؑ نے پتھر کو اشارہ کیا، پتھر پھٹ گیا اور ایک اونٹنی اس میں سے برآمد ہوئی، اللہ نے قرآن میں اس کو ناقۃ اللہ کہا ہے...اللہ کی اونٹنی، اللہ کا ناقہ کہا ہے، آپ دیکھئے کہ وہ اللہ کہ جو چار دیواری کو بنا کر کہتا ہے یہ میرا گھر ہے...جو ایک نبیؐ کو بھیج کر کہتا ہے کہ یہ میرا محبوب ہے...وہی اللہ ایک اونٹنی کو بھیج کر کہتا ہے..یہ میری اونٹنی ہے..یعنی ایک طرف انسان اشرف اور ایک طرف ایک حیوان...اور اس کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا...یہ ناقہ میرا ناقہ ہے۔

یہ اللہ کی نشانی ہے، اللہ نے قرآن میں اس کو آیت اللہ کہا...وہ اونٹنی آیت اللہ تھی...ضروری نہیں کہ صرف انسان آیت اللہ ہو، امام حسینؑ کا گھوڑا بھی آیت اللہ ہوسکتا ہے...آیت اللہ یعنی اللہ کی نشانی اور جسے اللہ منسوب کر لے...قرآن میں کہا یہ اونٹنی میری نشانی ہے...اور اس کے لئے ایک منشور کا اعلان ہوا کہ یہ تالاب ہے اس میں پانی... بارش ہوگی، بارش سے یہ تالاب بھر جائے گا لیکن ایک دن اس تالاب کا پانی پوری قوم پیئے اور ایک دن یہ اونٹنی پیئے گی...جس دن اونٹنی پانی پیئے گی اس دن کوئی انسان اس تالاب کی طرف نہیں جائے گا...ایک آدمی کو بھی یہ حکم نہیں ہے کہ وہ تالاب سے پانی پیئے...منع کیا...اور جب تم لوگ پانی پیو گے تو اونٹنی وہاں نہیں آئے گی، اللہ کی اونٹنی ہے، اللہ اسے منع کر دے گا... جانور ہے وہ اس دن بھی جاسکتی ہے جس دن انسانوں کی باری ہو...لیکن اللہ کو کتنا اختیار ہے اپنے حیوان پر کہ جب میں کہہ دوں گا تو وہ اس دن کبھی نہیں جائے گی جب انسانوں کی باری ہو۔

اب یہاں اللہ انسانوں اور حیوانوں کا فرق بتا رہا ہے کہ وہ یہ نہیں سوچے گی کہ ایک دن ناغہ کر کے مجھے پانی ملتا ہے اس لئے کہ وہ پانی پی لیتی ہے تو اسے اطمینان ہے کہ ایک دن میرا اور گذر جائے گا اسی پانی میں لیکن انسان سوچنے بیٹھ گیا کہ یہ ایک دن اس کے لئے کیوں مقرر ہے...وہ دن بھی ہمارا ہونا چاہیئے۔اس پر بھی ہمارا حق ہے، تو سب نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر یہ اسی طرح پانی پیتی رہے گی ایک دن اور ایک دن ہمارے لئے ملنا ہی تو کیوں نہ ہم اسے قتل کر دیں...طے کیا کہ اس کو ہم مار دیں گے جان سے، قتل کر دیں گے اور پھر اس کے بعد ایک نوجوان کو تیار کیا گیا...بیس برس کے نوجوان کو کہ جو اس کی ٹانگیں کاٹے گا اور پوری قوم مل کر چاروں طرف سے نیزے مار کر، پتھر مار کر اسے جان سے مار دے گی۔یہ فیصلہ کر کے انہوں نے اونٹنی پر حملہ کیا اور اونٹنی کی چاروں

ٹانگیں کاٹ دیں اور اس کے بعد سب نے مل کر اس کو گرا دیا.... جیسے ہی اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئیں، اس کی لاش زمین پر گری.. اس کا بچہ چیخا...!

اُس طرح چیخا جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کی جدائی میں چیختا ہے... اس نے آسمان کو دیکھ کر فریاد کی.. وہ جیسے ہی چیخا، زمین لرزی اور آسمان سے پتھر برسنے لگے.... پہاڑی پھٹی، وہ بچہ اس پہاڑی میں چلا گیا لیکن پوری قوم کو جبرئیلؑ امین نے اوندھا دیا یعنی اُن کا نام ونشان ہی نہ رہا سب زمین میں دفن ہو گئے... ایک اونٹنی کے بچے کی فریاد پر... یہ تاریخ نہیں ہے... یہ اللہ کا کلام ہے کہ ہم ان پر عذاب لائے ایک اونٹنی کے قتل پر.. ایک ناقہ کے قتل پر۔ جب آپ عید کی نماز پڑھتے ہیں اور بقرعید کی نماز تو اس نماز میں یہی قصہ دہرایا جاتا ہے۔ کتنوں کو معلوم ہے یہ بات...؟ عید کے دن یہی قصہ سورہ میں مولوی پڑھتا ہے اور آپ پیچھے دہراتے ہیں.. عید کیا ہے...؟ عید میں یہی قصہ یاد دلایا جاتا ہے کہ اونٹنی کو کیسے مارا گیا؟ جن لوگوں کے ذہن میں نہیں ہے تو اب جب عید آئے تو گھر سے سورۃ کا ترجمہ پڑھ کر چلے اور جب وہ سورہ پڑھا جائے تو اپنے ذہن میں اس واقعہ کو لائیں اور پھر یہ سوچیں کہ عید میں یہ سورہ کیوں رکھا گیا اور اس اونٹنی کا ذکر کیوں رکھا گیا؟

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَآ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (سورۂ شمس آیت ۱۱ تا ۱۵)

ترجمہ: قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (حق کو) جھٹلایا۔ جبکہ اُنھوں نے اپنے ایک بدترین شقی القلب شخص کو (اونٹنی کے قتل پر) مامور کیا۔ حالانکہ اللہ کے رسولؐ نے تو اُن سے کہہ دیا تھا کہ (خبردار یہ) اللہ کی اونٹنی ہے اسے پانی پینے دو۔ مگر اُنہوں نے

اُسے (رسول کو) جھٹلایا۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تو اُن کے گناہوں کے سبب اُن کا پروردگار اُن پر غضبناک ہوا اور اُنہیں پیوندِ زمین کر کے اُس (زمین) کو ہموار کر دیا۔ اور اُسے اس کے انجام کا کوئی خوف نہیں۔

تو یہ ساری چیزیں جو قرآن میں اللہ نے بیان کیں، قوموں کی نافرمانیاں.. تمہید تھی، جملہ یہ کہا تھا کہ انبیاؑ کے لئے پریشانیاں تھیں، مشکل ترین کام تھا، اتنا مشکل کہ کوئی بات سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔ آخر میں انبیاؑ نے اپنی قوم سے پریشان ہو کر ان کے لئے عذاب کی بد دعائیں کیں اور وہ قومیں تباہ ہو گئیں، بے شمار ایسی قومیں ہیں جن کے لئے انبیاؑ نے بد دعا کی کہ اللہ ان کو مسخ کر دے، کچھ قومیں وہ ہیں کہ جو بندر کی شکل میں مسخ کر دی گئیں، کچھ وہ قومیں ہیں کہ جو چوہے کی شکل میں مسخ کر دی گئیں، کچھ وہ قومیں ہیں کہ جو دیگر جانوروں کی شکل میں مسخ کر دی گئیں، یعنی جو منحوس ترین جانور ہیں وہ سب ان انبیاؑ کی قومیں ہیں کہ جن کے لئے انبیاؑ نے بد دعا کی تھی کہ ان کو بندر بنا دے، ان کو چوہا بنا دے، ان کو مینڈک بنا دے... اور وہ سب مسخ ہو گئے۔ ایک قوم چھپکلی بھی ہے... کسی نبیؑ نے بد دعا کی تھی کہ انہیں چھپکلی بنا دے اور وہ قوم چھپکلی بنا دی گئی۔

یہ منحوس ترین قومیں تھیں کہ انہوں نے انبیاؑ کی بات نہیں مانی، پوری قوم کا ایک آدمی بھی نہیں نکلا کہ جسے کہا جائے کہ یہ اس قوم کا مومن تھا.. ایمان لانے والوں میں ایک بھی نہیں نکلا، یعنی ہودؑ کی قوم صالحؑ کی قوم اور دیگر پیغمبروں کی قومیں..!! اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر موسیٰؑ نے کچھ صاحبِ ایمان بنا لئے یا جناب عیسیٰؑ نے بنا لئے تو کتنی محنت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے ہودؑ اور صالحؑ سے زیادہ کی ہوگی...؟ اور اگر پورے عرب کو محمدؐ نے مسلمان کر لیا تو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک محمدؐ کا کام سب سے افضل ہو گیا۔

یعنی ایک ایک کو کلمہ پڑھوا لینا.. تو کتنی محنت کی ہوگی ہمارے نبیؐ نے جبھی تو سرتاج

انبیاؑ قرار پائے... جب ہی تو ہر نبیؑ کے سرتاج قرار پائے، جبھی اللہ نے اپنا محبوب بنایا... کیوں؟ کام تو اتنا ہی تھا... جتنا موسیٰؑ کا تھا، دیکھئے یہ ایک منزل ہمارے عنوان کی ہے... اس پر نظر رہے کہ ہمارا موضوع کیا ہے؟ کام تو اتنا ہی تھا جتنا ہودؑ کا تھا، ہمارے پیغمبرؐ کا بھی کام اتنا ہی تھا جتنا موسیٰؑ کا تھا، جتنا عیسیٰؑ کے سپرد تھا لیکن اگر آپ اُٹھا کر قرآن کو پڑھیں گے اس نظریہ سے کہ نبیؐ کا کام کیا تھا جو اللہ نے سپرد کیا..؟ یہی نا کہ کافروں کو مسلمان بناؤ۔

یہی کام عیسیٰؑ کے سپرد تھا کافروں کو مسلمان بناؤ، یہی کام موسیٰؑ کے سپرد تھا کافروں کو مسلمان بناؤ... ہر نبیؑ سے اللہ نے یہی کہا کہ ان کو بت پرستی سے ہٹاؤ... موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داؤدؑ، شعیبؑ، سلیمانؑ، جنابِ ہودؑ، جناب صالحؑ... صرف یہی کہ بت پرستی نہ کرو...! یہی کام ہمارے پیغمبرؐ کا تھا... یعنی کام تو کوئی انوکھا نہیں تھا، کام تو کوئی بڑا نہیں تھا.. پھر پیغمبرؐ کا مرتبہ ہر نبیؑ سے افضل کیوں ہو گیا؟ کام تو سب کے برابر تھے، پھر ہمارے نبیؐ موسیٰؑ، عیسیٰؑ سب سے افضل کیسے ہو گئے؟ کام تو سب کے برابر تھے....! سب نے اپنے اپنے کام کئے لیکن ہمارے پیغمبرؐ کے سپرد جو کام تھا وہ کام وزن میں موسیٰؑ، عیسیٰؑ کے کام کے برابر تھا لیکن ہمارے پیغمبرؐ نے اس کام کو اتنا سجایا کہ ہر ایک کے کام سے پچاس گنا زیادہ سجا کر پیش کیا... یعنی کہیں پر پیغمبرؐ جھنجلائے نہیں، بد دل نہیں ہوئے... بد دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے... پریشان نہیں ہوئے، بار بار اللہ سے شکوہ نہیں کیا کہ یہ نہیں سمجھتے ہماری بات... یعنی جب کام سپرد ہو گیا تو تیرہ برس مکّے میں اور دس برس مدینے میں تیئس برس میں ہمارے پیغمبرؐ نے مختصر سی مدت میں اس کام کو سجا کر پیش کیا، تیرہ برس مکّے میں پیغام پہنچاتے رہے، آیتیں آتی رہیں، لیکن دس برس مدینے میں... جیسے وقت کو پر لگ گئے تھے یوں آناً فاناً دس برس گزر گئے لیکن کبھی کسی

مسلمان نے اس بات پر ریسرچ نہیں کی، غور و فکر نہیں کیا کہ مدینے آنے کے بعد پیغمبرؐ کا کام کئی گنا زیادہ بڑھ گیا، کسی نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ پہلی لڑائی مدینے آ کر ہوئی... بدر کی لڑائی... کتنی لڑائیاں لڑیں پیغمبرؐ نے... ستاسی.. ستاسی غزوات، برس کتنے ہیں دس..! پاکستان بنے کو کتنے سال ہوئے؟ پچاس.. لڑائیاں کتنی لڑیں اس ملک نے... تین.. پچاس میں تین، تو کیا حشر ہو گیا؟ ملک کا حشر کیا ہو گیا؟ پچاس سال میں تین لڑائیاں اور آخری جو لڑی تو توبہ کر لی...! یعنی آخری لڑائی اتنی بڑی تھی کہ یہ توبہ ہو گئی کہ اب نہیں لڑنا ہے، یعنی اس کے نتائج ایسے تھے کہ اب ہمت نہیں تھی چوتھی لڑنے کی... سرد ہو جائے، خاموش ہو جائے، کھلم کھلا نہ ہو... میدانِ جنگ میں نہ ہو... وہ جو امریکہ نے پالیسی بنائی ہے یہ وہ والی ہے کہ پتہ نہ چلے کہ لڑائی ہو رہی ہے... اس سے ایک ہاہا کار مچ جاتی ہے... ایک مصیبت مچ جاتی ہے، لڑائی ہو رہی ہے، اخبارات لکھنے لگتے ہیں، دنیا چیخنے لگتی ہے... خوں ریزی بھی ہوتی رہے اور پتہ بھی نہ چلے کہ لڑائی ہو رہی ہے... تو پیغمبرؐ نے تو کوئی ملک بھی نہیں بنایا، حاکم تو نہیں تھے پیغمبرؐ، کوئی بادشاہ نہیں تھے پیغمبرؐ.. کوئی صدر اور وزیرِ اعظم نہیں تھے کسی حکومت کے پیغمبرؐ...! حکومت نہیں بنائی پیغمبرؐ نے کہ کوئی حکومت ہو، سلطنت ہو، اس کا دار الحکومت ہو... کوئی لشکر بھی نہیں بنایا پیغمبرؐ نے... آرمی نہیں بنائی پیغمبرؐ نے... اب یہ ایک ایک جملہ ایسا ہے کہ جو ریسرچ ورک Research Work ہے...!

اگر آپ کے ذہن میں یہ ساری باتیں پہلے سے ہوں تو آپ کو مزہ آ رہا ہوگا... اگر مَیں شرح کروں تو وقت گذر جائے۔ یعنی پیغمبرؐ نے کوئی فوج نہیں بنائی.. فوج بنانا کسے کہتے ہیں؟ یعنی ایک آرمی بنائی جائے، اس کے میجر، کرنل، کیپٹن ہوں... رجمنٹ ہوں، الگ الگ دستے ہوں اور انہیں تنخواہیں بھی دی جائیں... اور یہاں نہ کوئی میجر، نہ کوئی

کرنل، نہ کوئی کیپٹن... بس جہاں لڑائی کا وقت آتا، پورے مدینے میں اعلان کر دیا جاتا کہ سب چلیں۔

چاہے سو برس کا بوڑھا ہو، بیس برس کا جوان ہو... دنیا کی کسی فوج میں بوڑھے نہیں جاتے، ایک حد ہے عمر کی کہ یہاں تک کی عمر کے بعد وہ ریٹائر کر دیا جائے گا لیکن پیغمبرؐ نے بتلایا کہ سلمانؓ بھی میرا فوجی ہے، عمّارؓ بھی ہے، ابوذرؓ بھی میرا فوجی ہے... اور جوان بھی میرے فوجی ہیں اور بچے بھی میرے فوجی ہیں... اسی تاسی میں حسینؑ نے جو فوج بنائی ہے، دنیا کو بتایا فوج خریدی نہیں جاتی... دیکھئے! حسینؑ لڑے ہیں ایک لڑائی اور وہ دنیا کی ہے سب سے بڑی لڑائی۔ کربلا سے بڑی کوئی لڑائی نہیں، لیکن حسینؑ فوجی نہیں لے کر گئے، یہ دنیاوی فوج نہیں بنی، حسینؑ نے بتایا ہمارے فوجی علی اصغرؑ بھی ہیں، عونؑ و محمدؑ بھی، قاسمؑ بھی، علی اکبرؑ بھی اور حبیب ابنِ مظاہر جیسا بوڑھا بھی... یعنی اسلام میں تصورِ آرمی نہیں ہے، کہ تنخواہ دار فوجی.... ایک پیغمبرؐ نے ستاسی لڑائیاں لڑیں اور پیشہ ور فوجی اس کے پاس تھے ہی نہیں۔ ارے بھئی.. یہ معجزہ ہے یا پیغمبرؐ کے کردار کا کمال...!

یا پیغمبرؐ کی انتظامیہ کا کمال، یا پیغمبرؐ کے اس کمانڈر کا کمال ہے جو فوج کو لڑا تا تھا... اچھا اب یہ بھی نہیں کہا کہ یہ کمانڈر رہیں، جب چاہا اسے علمدار بنا دیا، کبھی کہا پانی لاؤ، کبھی اسے سفیر بنا کر یمن بھیج دیا، کبھی کہا وہاں جاؤ تبلیغ کرنے... یعنی ہزاروں کام اس کے سپرد ہیں، اگر کمانڈر تنخواہ پا رہا ہوتا تو پھر یہودی کے باغ میں مزدوری کیوں کرتا..؟ تو جب اپنے وزیر کو تنخواہ نہیں دی، جب فوج کے سپہ سالار کو تنخواہ نہیں دی تو سپاہی کو کیا تنخواہ دیتے؟ یعنی وہ جذبہ پیغمبرؐ نے پیدا کیا کہ تم خدا کے لئے لڑ رہے ہو، وہ دیکھ رہا ہے اور تم لڑ رہے ہو، تمہیں اپنا کام اُس کی خوشنودی کے لئے کرنا ہے، یہ یقین دل میں ڈال دیا کہ تم جو جان ہتھیلی پر رکھ کر جا رہے ہو اس کے لئے، انسان کو یہ سمجھانا مشکل تھا کہ تم

بچ گئے تو اس کے لئے ،تم مر گئے تو اس کے لئے ...دس برس میں پیغمبرؐ نے اتنا سمجھا دیا
کہ وہی مسلمان ستاسی لڑائیاں لڑے...!

اور پھر یہ بھی بعض وہ لڑائیاں ..''غزوہ'' وہ ہے کہ جس میں پیغمبرؐ جائیں اور ''سریہ'' یہ
ہے کہ جس میں پیغمبرؐ نہ جائیں ،یعنی جس میں نہ جائیں تو وہ بھی شکست نہیں ہوگی ،اس
لئے کہ اب مقصد سمجھ گئے ہیں اور طریقہ سمجھ گئے ہیں کہ اگر پیغمبرؐ نہ بھی جائیں اور کسی اور
کو سردار بنا کر بھیج دیں ،یہ نہیں کہ فوج بھاگ جائے ۔فوج بھاگے گی نہیں ،ہاں اگر اپنی
مرضی سے کبھی یہی قوم خود میدان میں اپنا سردار چن لے تو پیغمبرؐ کی ذمہ داری نہیں ہے
کہ یہ پوچھے کہ کیوں بھاگا ؟ اس لئے کہ چناؤ تمہارا ہے اور یہ سمجھانے کے لئے کہ دیکھو
جب ہم انتخاب کرتے ہیں تو ہمارا انتخاب خدا کا انتخاب ہوتا ہے ،یہی باتیں تھیں کہ
یقین پیدا ہوتا گیا ،آپ جوڑیئے ستاسی لڑائیاں دس برس میں تو کتنے مہینوں پر ایک لڑائی
پڑی ...انگریزوں نے لکھا کہ اگر ستاسی لڑائیاں دس برس میں لڑی ہیں تو اس کے حساب
سے پیغمبرؐ کبھی گھوڑے کی پشت سے اترے ہی نہیں ... ہر وقت میدانِ جنگ میں ہیں ...
اور موجود ہیں لڑائیاں کتابوں میں ..تو کیا صرف لڑتے رہے ..؟

...نہیں ..اسی دس برس میں ..متعدد شادیاں بھی کیں ...ستّاسی لڑائیاں ...متعدد
شادیاں ...اور سب کے ساتھ عدل ...ہر ایک کا دن مقرر ہے کہ پیغمبرؐ وہاں جائے ،اور
اسی دس برس میں بیٹی کی شادی بھی کی ،نواسے بھی ہوئے ،دو نواسیاں بھی ہوئیں ،ان
بچوں سے محبت میں کھیل بھی ہیں ،مسجد کے صحن میں بچوں کے ساتھ آنا ، جانا ، چلنا ،
پھرنا ، ناقہ بننا ..عید کے دن میدان میں آنا ...اب دس برس ہیں اور کام اتنے بڑے
بڑے ،یہ سارے کام دس برس میں ہو کیسے رہے ہیں ؟

یعنی پیغمبرؐ سوتا بھی تو ہے... پانچ وقت کی نماز بھی تو پڑھاتا ہے..بھئی ہزار ہا کام یہ

دس برس میں ہوئے کیسے؟ کیسے ہوئے..؟ کیا پتہ چلا، کام اتنا ہی تھا جتنا موسیٰ وعیسیٰؑ کا تھا لیکن ہمارے پیغمبرؐ نے کام کو اتنا سجا دیا کہ وہ سہل ہو گیا اور اگر اس نہج پر آپ سوچنا شروع کریں کہ آپ کے سامنے لاکھوں چیزیں بکھرا دی جائیں تو آپ پریشان ہو جائیں گے کہ کس سسٹم سے رکھیں، اگر آپ کونوں میں اس کا ڈھیر لگا دیں تو لوگ آ کر دیکھیں گے... پہچانیں گے نہیں کہ کون سی چیز کہاں پڑی ہے، لیکن اگر آپ جلدی جلدی چیزوں کو ان کی جنس کے مطابق چھانٹتے چلے جائیں... یہ ڈھیر ادھر لگا دو، یہ ڈھیر یہاں کا ہے یہاں لگا دو... چاہے آپ اکیلے ہوں یا چار آدمی آپ کے ساتھ ہوں، ساری چیزیں الگ کر کر کے سسٹم وائز System-wise سجا سجا کر لگا دیا اور ایک میوزیم سجایا، لوگ آئے کہا بھئی کیا اچھا سجایا ہے، ہر چیز اپنی جگہ رکھی ہے، دیکھتے ہوئے چلے جاؤ....

پتہ چلا سلجھا ہوا دماغ... سگھڑ دماغ، عقل کی معراج جہاں ہوتی ہے وہ اپنے کام کو سجا کر پیش کرتا ہے، اور جب اللہ کی بارگاہ میں کام پیش کیا جائے تو اس کی سجاوٹ کا کیا کہنا؟ تو جو اس کی بارگاہ میں کام کو سجا کر پیش کرتا ہے اللہ آواز دیتا ہے... تم نے ہم پر احسان کیا، تم ہمارے محسن ہو... تم نے احسان کیا... احسان کیا کیا مطلب؟ یعنی اپنے کام میں حُسن پیدا کیا، چونکہ ہم حَسین ہیں اس لئے ہم حُسن کو پسند کرتے ہیں، وہ اللہ بار بار یہ کہے کہ ہم کام میں حُسنِ ادائیگی کو پسند کرتے ہیں اور پیغمبرؐ یہ پیغام دے کر جائیں کہ اپنے کام کو کرنا تو تم سجا کر کرنا تا کہ تم محسن بنو... تو لوگ اسی پر بیٹھے ہوتے ہیں کہ مومن تو ہیں، مسلم تو ہیں، تو جو بس اتنی قناعت کر کے بیٹھ جائے کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہم مسلم ہیں، تو رہو مسلم، اتنا ہی کہ بس ہم مومن ہیں... کہہ دیا علیؑ ولی اللہ... اب مومن ہو گئے، بس ہو گئے یعنی یہ ہے کاہلی... کہ بس اتنا ہی کافی ہے، اب کیا محنت کریں...؟

اللہ کہتا ہے متّقی بنو، مومن ہو گئے اب متّقی بنو...انہوں نے کہا تقویٰ نہیں کیا..تو کہا کہ لیجئے صاحب دیکھ لیجئے ہماری پیشانی کا نشان...ہم صاحبِ تقویٰ ہو گئے۔اللہ کہتا ہے ابھی تھک کر بیٹھو نہیں..اب محسن بنو! مسلم، پھر مومن پھر متّقی اور سب سے بڑا رتبہ کیا ہے؟ محسن، یعنی اپنے کام میں حُسن پیدا کرو تا کہ تم انسانیت کے بھی محسن بنو اور رَب کے بھی محسن بنو...ہم نے جو کام تمہارے سپرد کیا ہے اس کو سجا کر پیش کرو جس طرح پیغمبرؐ نے اپنے کام کو سجایا اس لئے سرتاجِ انبیأً قرار پائے۔

اب یہ دیکھئے، آپ کے یہاں یہ جو فقہ کا علم بن گیا یہ کیوں بن گیا؟ یہ جو موٹی موٹی کتابیں بن گئیں کہ ایک نماز... پانچ وقت کی نماز، کبھی آپ نے سوچا..! پانچ وقت کی نماز، صبح کی دو رکعت...ظہر، عصر چار چار، مغرب تین، عشاٗ چار..اور کتاب جب آپ کھولئے..تو کئی لاکھ فتوے ہیں، نماز پانچ وقت کی کُل سترہ رکعت..اس میں کئی لاکھ فتوے...ایک وضو جو آپ کو آتا ہے، کتنے سیکنڈ کا ہوتا ہے اور اس پر کتابیں لاکھوں...!

ایک وضو پر پورا پورا chapter..کہ جب پانی ڈالا تو اب یہ.. یوں...کیا جب سب سرِ ہل گیا یعنی جب یہاں پر چلّو سے پانی ڈالا اور یوں سرِ ہل گیا تو وضو گیا...وضو غلط۔یہ ہے لاکھوں فتووں میں، اسے کہتے ہیں خضوع وخشوع...یعنی اتنی احتیاط سے وضو کرو کہ جو اس کا حق ہے، یوں پڑھو نماز جو اس کا حق ہے..اور آخر میں اللہ نے کہا کہ اگر ویسے نہیں پڑھتے، صحیح حُسنِ ادائیگی نہیں کر رہے ہو تو منہ پر ماردیں گے...دیکھئے کسی دوسرے عمل کے لئے اتنا غصہ اللہ کو نہیں ہے۔حج میں کیا ہے؟ اللہ نے کہا! تم نے حج کرلیا، تو جتنے رُکن بجالائے دل میں یہ شک نہ آئے کہ کچھ رہ گیا....شک نہ پیدا ہو کہ یہ کام رہ گیا۔

بلکہ حدیث یہ ہے کہ یہ سمجھو کہ ہر کام کامل ہوا اور حج قبول ہوا۔یعنی حج کے لئے یہ

نہیں ہے کہ منہ پر ماردیں گے۔ زکوٰۃ کے لئے بھی نہیں ہے، خمس کے لئے بھی نہیں ہے، روزہ کے لئے بھی نہیں لیکن نماز کے لئے ہے کہ اگر تم نے ادائیگی اچھی نہیں کی، خضوع وخشوع سے نہیں پڑھا، اپنی نماز کوسجائے بغیر ہماری بارگاہ میں پیش کیا تو منہ پر ماردیں گے... اوراس کی مثال اللہ نے دی ہے کہ جیسے کوّا ٹھونگیں مار مار کر کھاتا ہے اس طرح جلدی جلدی سجدہ نہیں کرو.. کوّے کی طرح جلدی جلدی سجدہ نہیں کرو.... بلکہ اطمینان سے یہ سجدہ اور رکوع ادا کیا جائے، بھاگم بھاگ کی نماز نہ ہو، اللہ یہ چاہتا ہے کہ چونکہ ہر عبادت سے افضل ہے نماز تو اس کی ادائیگی اللہ کی بارگاہ میں حُسن کے ساتھ ہو، اور جب حُسن کے ساتھ ہوگی تب قبول کریں گے۔

اب حُسن کیسے پیدا ہو؟ حُسن اس طرح پیدا ہوگا کہ جب اس کی بارگاہ میں ہو تو یہ سمجھو کہ صرف اس کی بارگاہ میں ہیں... دیکھیے، نماز کا اصل راز کیا ہے؟ اصل راز نماز کا یہ ہے کہ جب پڑھ رہے ہو تو پھر اس کی بارگاہ میں ہو... یہ نہیں سوچنا ہے کہ کہاں کھڑے ہو، اپنے مکان میں، اپنے قصر میں، اپنے محل میں، کسی مسجد میں کسی مقام پر، کسی زمین پر... یہ نہیں سوچنا ہے کہ کہاں آنا ہے، کب جانا ہے، کتنی دیر میں ہم یہاں سے نکلیں گے، کب نماز ختم ہوگی... یہ بات سوچنی نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کی بارگاہ میں صرف اس کے بارے میں سوچنا ہے کہ معبود! تیرے پاس حاضر ہوں.. مَیں حاضر ہوں اور مَیں تجھ سے باتیں کررہا ہوں، تو مجھ سے باتیں کررہا ہے۔ اور غیر حاضری ایک سیکنڈ کی بھی نہ ہو، یہی ہے حُسنِ ادائیگی... اسے کہتے ہیں خضوع وخشوع۔ حُسنِ ادائیگی ایسی ہو کہ نماز پڑھتے ہیں آپ لیکن ہمیں نہیں خبر کہ آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ آیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں ہیں یا آپ کسی کام کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ ہمیں تو نہیں معلوم، آپ کے دل میں جو ہے اس کا ہمیں نہیں پتہ، یعنی دنیا میں کسی

کی عبادت کو دوسرا بندہ نہیں جانتا کہ یہ کس نیت سے پڑھ رہا ہے، بازو سے بازو ملا ہوا ہے، ادھر بھی ایک ہے، اُدھر بھی ایک ہے۔ لیکن نہ ادھر والے کو معلوم کہ کس نیت سے ہے، نہ اُدھر والے کو معلوم کہ یہ کس نیت سے پڑھ رہا ہے، خضوع سے پڑھ رہا ہے یا دکھاوے کی پڑھ رہا ہے، نہیں معلوم... ہزاروں ساتھ کھڑے ہیں ایک دوسرے کو نہیں جانتے لیکن پیغمبرؐ کو یہ معلوم ہے کہ علیؑ کیسی نماز پڑھتے ہیں...!

حُسنِ ادائیگی کیا ہے نماز کی؟ جب تیر لگ گیا.. لوگوں نے کہا علیؑ تو تڑپ جاتے ہیں جب تیر نکالا جاتا ہے... کہا! گھبراؤ نہیں، جب نماز میں کھڑے ہوں تو تیر کھینچ لینا، پیغمبرؐ کو معلوم ہے جب علیؑ نماز پڑھتا ہے تو اُس کی بارگاہ میں ہوتا ہے۔

پیغمبرؐ کو معلوم ہے کہ علیؑ حُسنِ اَدا کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، آپ نے غور نہیں کیا مَیں کیا کہہ گیا..؟ دس برس میں ستاسی لڑائیاں، ازواج کے مسائل، اولاد کے مسائل، بیٹی کا گھر، کھانا، پینا، عبادت، آنا، جانا، ملنا، اصحاب کے مجمع، باہر کے وفود آئیں.. بدّوؤں کے وفود روز آئیں، بات چیت، سمجھانا کبھی عیسائیوں کو، کبھی یہودیوں کو... یعنی دربار میں گفتگو، مناظرے... اور اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک کے عمل پر نظر کہ اس کے دل میں کیا ہے؟ اس کے دل میں کیا ہے؟

یعنی پورا پورا عمل پیغمبرؐ کی نظر میں... کتنا مصروف ہے پیغمبرؐ اپنے کام میں، یعنی کتنی ادائیگی حُسن کے ساتھ ہو رہی ہے کہ پروردگارِ عالم تیری راہ میں یہ دن جو تُو نے ہمارے سپرد کیا ہے ہماری نظر تو اس پر بھی ہے کہ صرف مسلم کون رہ گیا اور مومن کون ہو گیا، اور متقی کون ہو گیا، محسن کون ہو گیا اور منافق کون ہو گیا؟ معلوم سب ہے پیغمبرؐ کو، پتہ سب ہے پیغمبرؐ کو، موقع موقع سے بتا بھی دیا کہ کہاں کس کا عمل کس منزل پر ہے، تو پیغمبرؐ نے اپنے کام کو سجایا... اب یہ سجاوٹ یعنی کام ہے سپرد تھوڑا سا... وہ سجا رہا ہے، سجاوٹ جو

ہے کام کی اس کا حکم قرآن میں نہیں آیا...دیکھیے ہر سیکنڈ بعد ایک نیا موضوع آجاتا ہے تاکہ آپ اس تسلسل کو سمجھتے جائیں۔

حکم کیا آیا...؟ اُمت کو حکم دے دو کہ پانچ وقت نماز پڑھے...قرآن میں تین ہی وقت درج ہیں... پڑھتے پانچ ہیں لیکن قرآن میں تین ہی وقت کا ذکر ہے، لیکن قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ کیسے؟ اب یہ تم سجاؤ۔ عمل دیا ہے ہم نے...سجاؤ تم...اور اس کو سجا کر بندے کو دے دو....اُمت کو دے دو، کہو ایسا کرنا ہے، جس جس طرح تم سجاتے جاؤ گے ہم سنّت بناتے جائیں گے، کیسے سجدے کیے؟ کیا مستحب، کیا واجب؟ کیسا رکوع، کیسی تسبیح، تم کہتے جاؤ ہم سنّت بناتے جائیں، تم سجا سجا کر پیش کرتے جاؤ...سجدہ یوں...رکوع یہ...قیام یہ۔ سلام یہ، تشہد یہ...قنوت یہ، اب یہ نہ ہو کہ سجا کر نماز دے دی اور ادھر مصلّے سے سلام پھیرا اور اُٹھ کر بھاگ لئے، نہیں...کچھ دیر ٹھہرنا ہے، یعنی یہ نہیں کہ جب شروع ہوئی، نیت کی پیش امام نے تب آپ مصلّے پر آئے...نہیں..اذان اور اقامت سے پہلے مصلّے پر پہنچ جاؤ۔ جو آدمی سجاوٹ کرتا ہے وہ پہلے سے اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں کام اس کو شروع کرنا ہے۔ اب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسا تو نہیں کہ یہ یوں ہی بددلی سے کام کر رہا تھا، بددلی کا پتہ کب چلے گا؟ جلدی سے لیپا پوتا اور بھاگ گیا، آپ آئے آپ نے کہا یہ کیا مزدور بھاگ گیا، یہ تو یہاں پر چھوڑ گیا جگہ...کل آئے، اس کو پکڑ کر لاتا...اس سے کہنا یہ رنگ اس نے صحیح نہیں کیا...لیکن جو سچا مزدور ہوگا وہ لیپ پوت کر صاحب کے انتظار میں بیٹھا ہوگا...اب صاحب آئیں گے، وہ کام چیک کرلیں پھر مَیں پیسے مانگوں گا، وہ تعریف کردیں گے..ہاں! اچھا کام کیا ہے، پھر مَیں پیسے لے کر جاؤں گا۔ پھر پوچھوں گا صاحب کام اچھا ہوا، اطمینان ہے نا آپ کو...؟ وہ کہے گا ہاں بھئی کام اچھا ہوا، یہ لو اپنے پیسے بلکہ خوشی سے دو آنے زیادہ لے لو

اور کل بھی آنا، یہ کام کرنا۔

ایک وہ مزدور جو جلدی سے بھاگ گیا کام کر کے، تا کہ صاحب آئیں تو میرے عیب نہ دیکھیں، مَیں جلدی سے پیسے لے کر بھاگوں۔ اس لئے کہ میں نے تو لیپا پوتی ہی ایسی کی ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ نماز پڑھ کر، سلام پھیر کر ایسا تو نہیں کہ اُٹھ کر بھاگ لئے... پھر ایک منزل پر لا رہا ہوں آپ کو. یعنی بد دلی سے کام کیا اور بھاگ لئے۔ پیغمبرؐ نے کہا نہیں، ادا کر دیا لیکن ابھی بیٹھنا ہے، اب بیٹھ کر تمہیں تسبیحِ فاطمہؑ پڑھنا ہے۔ بھاگ نہیں جانا ورنہ یہ لگے گا کہ زبردستی یہاں بلایا گیا ہے۔

کچھ تسبیحیں پڑھنا، کچھ شکر کرنا، سجدۂ شکرانہ کر کے جانا... سجاوٹ کام کی... تو پیغمبرؐ کے سپرد کام ہے، آپ یہ کہہ دیجئے، اب سجا کر پیش کر دیجئے، حُسن کے ساتھ، احسان ان پہ کرتے جایئے۔ مسلمانوں پر احسان کرتے جایئے، حُسن کے ساتھ انہیں سمجھاتے جایئے کہ کام کیسے کرنا ہے؟ اب یہ کام پیغمبرؐ خود کر رہے ہیں، اسی کو کہتے ہیں سُنت... یعنی پیغمبرؐ نے دس برس میں جو کام سجا کر اُسوۂ حسنہ پیش کیا... یہ حسنہ کا لفظ.. یہ بھی احسان اور حُسن سے ہے... وہ اُسوہ جس میں حُسن تھا... بدصورت نہیں تھا کام، ہر خوبصورت چیز اچھی لگتی ہے، اُسوۂ حسنہ پر عمل۔

سنّت... یعنی کام کو اتنا سجایا کہ خود سے لے لیا، مسلم کو پسند آیا اور اس نے کہا بھئی اس عمل کو ادا کرو جیسے پیغمبرؐ نے ادا کیا... بزم میں بیٹھے، اصحاب آئے... پوچھنا شروع کیا.. پیغمبرؐ نے حدیثیں سنانا شروع کیں.. جو موضوع ہو جائے، توحید پر حدیثیں، عدل پر حدیثیں، زکوٰۃ پر حدیثیں، خُمس پر حدیثیں، اصحاب پر حدیثیں، اہلِ بیتؑ پر حدیثیں، علیؑ پر حدیثیں، حسنؑ پر حدیثیں، حسینؑ پر حدیثیں... دیکھ رہے ہیں نا آپ.. یعنی جو امت میں ہیں یا جو امت سے افضل ہیں، یہ نہیں کہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور دائرہ

اسلام میں آ گئے تو حضورؐ نے ان کو چھوڑ دیا... بلکہ جس نے جو جتنا کام کیا ہے اس کی مدح بھی اس منزل میں ہوگی، اور جب مدح ہوگی تو ہم اس کو حدیث کہیں گے۔

جب ہم اس کی تعریف کریں تو وہ ہمارا قول حدیث بن جائے گا.. تو لوگوں نے اس کی بھی نقل کی کہ اگر پیغمبرؐ حدیث دے رہے ہیں تو ہم بھی محدث بنیں... ہم بھی محدثہ بنیں یعنی کام اتنا خوبصورت تھا کہ دوسروں نے بھی نقل شروع کی۔ ابوہریرہ نے کہا میں بھی محدث، دیکھیں نقل تو ہو رہی ہے، نماز میں بھی نقل ہو رہی ہے، تلاوت میں بھی نقل ہو رہی ہے، حج میں بھی نقل ہو رہی ہے... پیغمبرؐ کے ہر عمل کی نقل ہو رہی ہے... لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کام صرف نقل ہو رہا ہے یا اپنے عمل میں حُسن بھی پیدا کیا جا رہا ہے۔ ایسا تو نہیں کہ عمل کو بظاہر سجانے والا سجا رہا ہے لیکن اس میں بدصورتی پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے حساب سے تو سجاوٹ کر رہا ہے کہ صاحب ہم حدیث سنا رہے ہیں.. لیکن ایسا تو نہیں کہ وہ کام اتنا بدتر ہو گیا ہو کہ وہ برا لگنے لگے۔

تو اب موازنہ ہوگا، دیکھا جائے گا کہ اِس محدّث نے کیا کہا؟ اس محدّث نے کیا کہا؟ اس نے کیا کہا؟ پھر جب موازنہ ہو جائے گا تو یہ دیکھا جائے گا کہ راوی سچّا تھا یا جھوٹا...! اگر جھوٹا تھا تو لاکھ سجاوٹ کی ہے قابلِ اعتبار نہیں۔ تو پتہ چلا سچ بھی شامل ہے.. یہ سچ کو کیوں شامل کیا گیا، جھوٹا راوی ہے تو کیا ہوا، اس نے دیکھا ہے تو بیان کر رہا ہے، آپ اس سے لے لیجیے، اس کے سچ اور جھوٹ سے کیا؟ ضروری نہیں کہ یہاں پر بھی اس نے جھوٹ بولا ہو... کہا! نہیں... محدّث کا سچا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ پہلے مکّے والوں نے کہا تھا یہ صادق بھی ہے، امین بھی ہے۔

آپ نقل تو کر رہے ہیں، پہلے صادق بنیں، امین بنیں پھر محدّث بنیں... یا محدّثہ بنیں، یہ بعد میں پتہ چلا... تب کہا صدیقہ اور صدیق۔ پہلے سچائی پھر محدّث... پہلے

سچائی تولی جائے گی کہ سچ بولنے میں حُسن پیدا کیا یا نہیں؟ سجاوٹ کی تو پیغمبرؐ کہیں گے کہ اگر مَیں کہہ دوں کہ پہاڑی کے پیچھے لشکر ہے.. دیکھئے اتنی سجاوٹ کی ہے اپنی سچائی میں... کہ کافر بھی کہہ رہے ہیں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں، آپ جو کہہ رہے ہیں ایسا ہوگا.... پہلے محدث یہ کہلوا تو لے کہ آپ جو کہیں گے وہ ہو جائے گا۔

زہراؑ نے پہلے یہ ثابت کیا کہ مَیں ایسی صدیقہ ہوں.... جو کہہ دوں وہ ہو جاتا ہے... بچوں سے کہا کپڑے آئیں گے... دیکھئے! یہ سجاوٹ تھی زہراؑ کے اپنے عمل کی، یعنی مَیں کتنی سچی ہوں؟ یہ امت کو بتانا تھا۔

یہ نہیں کہ ایک آدمی اپنی پریکٹس سے سچ بولتا ہے.. تو وہ ہمیشہ سچ بولے گا، زہراؑ نے بتایا کہ مَیں نے پریکٹس نہیں کی ہے سچ بولنے کی... بلکہ مَیں اتنی سچی ہوں کہ مَیں جو کہہ دوں، وہ نہ ہو تو اللہ اسے سچ بنادے.... اس لئے کہ اللہ کو مجھ پر یقین ہے کہ یہ عمل جو کرتی ہے اس کو سجا کر پیش کرتی ہے۔ یہ میری محسنہ ہے...!

اس کے ہر عمل میں حُسن ہے، یعنی رب کو یہ یقین ہو کہ جھوٹ بولا ہی نہیں جائے گا، یہ ناز ہے... جو آدمی اتنا زیادہ ایمان دار ہو کہ آپ کے دل پر اس کے ایمان کا سکہ بیٹھا ہوا ہو اور وہ کبھی آپ سے کہے کہ دو لاکھ روپے قرض دے دیجئے پرسوں واپس کر دیں گے۔ اس پر آپ کو یقین ہے تو آپ فوراً نکال کر دے دیتے ہیں، بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر آپ کو اعتماد ہوتا ہے، بعضوں کو آپ اپنی چیزیں نہیں دیتے، لیکن بعض ایسے آپ کی نظر میں چڑھے ہوتے ہیں، حُسنِ نگاہ میں... کہ ان پر آپ اعتماد کرتے ہیں کہ یہ چیز خراب نہیں کرے گا۔

تو رب کے بھی کچھ ایسے بندے ہیں کہ جن پر رب کو اتنا اعتماد ہے اور ان کو اپنے رب پر اتنا اعتماد ہے کہ جس چیز کا وجود نہ ہو اور اس کو یہ کہہ دیں کہ ایسا ہوگا تو اللہ کر دیتا

ہے۔ یعنی پہلے سے مدینے میں کسی درزی کا وجود نہیں تھا.... کہ کہیں بچوں کے کپڑے سِلنے گئے ہوں، کپڑوں کا وجود نہیں تھا، لیکن زہراؑ نے یہ کہہ دیا کہ بچوں! کپڑے آئیں گے... اور درزی لائے گا... نہ کپڑے تھے، نہ درزی تھا... اب اللہ نے یہ کہا کہ درزی بن کر جانا، یہ نہ کہنا کہ مَیں رضوانِ جنّت ہوں، اس لئے کہ زہراؑ نے درزی کا لفظ استعمال کیا ہے.. تو وہی لفظ استعمال کرنا جو زہراؑ نے کہا ہے.. تو کچھ بندے وہ ہوتے ہیں کہ رب انتظار کرتا ہے کہ یہ کچھ کہیں تو ہم اس کو انمٹ لکیر بنا دیں.... کیوں! اس لئے کہ یہ جب اپنے عمل کو کرتے ہیں تو حُسنِ ادائیگی کے ساتھ کرتے ہیں، اس کو اعتبار ہے، اسے یقین ہے کہ یہ تین روزے رکھ رہے ہیں اور اگر ان کے در پر یتیم، مسکین چلا جائے گا اور وہ روٹی طلب کرے گا.. تو یہ دے دیں گے روٹی، چاہے انہیں تین فاقے کرنے پڑیں، اس اعتماد کے ساتھ بھیجا ہے....! کیوں؟ موسیٰؑ عیسیٰؑ.... کہیں ڈھونڈتے ہوئے پیچھے جایئے اور کسی پیغمبرؐ کے اہلِ بیت پر اللہ کو اتنا اعتماد ہو.... یہاں اتنا اعتماد کیوں؟ اس لئے کہ یہ آخری پیغام ہے اور آخری پیغام کے لئے جس کو قیامت تک رہنا ہے، چونکہ نہ کوئی پیغام آنا ہے، نہ کوئی کتاب آنی ہے، نہ کوئی پیغامبر آنا ہے.. اسی کو قیامت تک جانا ہے تو وہ چھپا ہوا راز جو تھا.. جو خزانہ میں اصل مال تھا اس کو اب لایا ہے... اور اس مال کو اس اعتماد کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو مَیں چاہوں گا یہ وہی کریں گے، تو ان کو یہ یقین ہے کہ جو ہم چاہیں گے رب وہی کرے گا۔ یہ اپنے رب کے محسن ہیں، اس لئے وہ قرآن میں کہتا ہے.. مَیں محسنین کا شکر گزار ہوں۔

یہ روزے رکھیں تو اللہ کہے ہم مشکور ہیں.... شکریہ اُس کا ادا کیا جاتا ہے جو احسان کرتا ہے، آلِ محمدؐ وہ ہیں جنہوں نے اللہ پر احسان کیا ہے.. اور احسان یہی نہیں کہ صرف ان پانچ کو بنا کر بھیج دیا تو ان میں ہی یہ ساری صفات موجود ہیں بلکہ جدی پشتی

شجرے میں ہے، یہ نہ کوئی کہہ دے کہ اللہ نے انہیں معجزہ عطا کر دیا، ان کو ایسا بنا دیا...ان کے عادات، ان کے صفات اللہ نے معجزے کے طور پر انہیں دیئے ہیں، کہا نہیں! خاندانی صفات ان کی رگ رگ میں ہے، ان پانچ کا کردار دیکھنا، انہیں بنایا ہے معصوم لیکن ان کے کردار سے ملا کر دیکھ لینا ابوطالبؑ کا کردار، ان کے کردار سے ملانا فاطمہؑ بنتِ اسد کا کردار...ان کے کردار سے ملانا عبداللہؑ کا کردار، ان کے کردار سے ملانا آمنہؑ کا کردار...ان کے کردار سے ملانا عبدالمطلبؑ کا کردار اگر کہیں فرق نظر آجائے تو کہہ دینا کہ وہ کافر تھے اور یہ مومن...اور اگر فرق نظر نہ آئے...حُسنِ ادا ایک ہو...احسان میں سب برابر ہوں، تو جتنا احسان ان کا ہے اللہ پر...اتنا ہی احسان ابوطالبؑ کا ہے اللہ پر...!اور احسان کا مرتبہ ایمان سے افضل ہے، جب ابوطالبؑ کے احسان کو دیکھ لینا تو ایمان تلاش نہ کرنا۔

تقریر ختم ہوگئی...دوپہر کو ماجد رضا عابدی صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کی تقریر نے یہ بتا دیا...کہ ایمانِ ابوطالبؑ موضوع ختم ہوگیا...اب موضوع ایمانِ ابوطالبؑ نہیں بننا چاہیئے، اب موضوع بننا چاہیئے احسانِ ابوطالبؑ....! اس لئے کہ ایمان سے احسان کا رتبہ بلند ہے، تو اب کیا ہے، بہت قیمتی جملہ ہے...کہ تاریخ نے ابوطالبؑ کے ایمان کا تو انکار کیا ہے احسان کا انکار نہیں کیا...احسان کا رتبہ ایمان سے افضل ہے، مسلم ہے پھر مومن ہے پھر متقی ہے پھر محسن ہے...دو درجے ہیں ایمان کے، مسلم اور مومن.. اس پر ہے متقی اور اس پر ہے محسن...ابوطالبؑ مسلم، مومن، متقی اور پھر اس کے اوپر محسن ہیں۔ جب وہ محسن ثابت ہوگیا کہ اللہ کا محسن ہے تو اب نیچے کی طرف جاؤ، اب دیکھو تقویٰ کتنا تھا؟ اب دیکھو کہ ایمان کتنا تھا؟ اب دیکھو کہ اسلام کتنا تھا؟ اگر تینوں نہ ہوں تو کوئی بات نہیں محسن تو ہے ہی... محسنِ اللہ تو وہ ہے، اور قرآن میں اللہ نے مسلسل اپنی

آیات میں کہا کہ ہم محسنین کو اجر دیں گے، جو ہم پر احسان کرے ہم اس کا اجر اُسے دیں گے۔

جب اللہ کہے کہ ہم اجر دیں گے تو کوئی روک لے گا... ابو طالبؑ جیسے محسنِ دینِ الٰہی کو کوئی روک سکتا ہے...! اجر دینے والا وہ.. اور اجر صرف یہی نہیں کہ محشر میں ملے گا... اللہ کہتا ہے ہم اپنے محسنین کو دنیا میں بھی اجر دیتے ہیں، تا کہ دنیا دیکھے، حسد بھی کرے اور رشک بھی کرے، ایسا اجر اور وہاں تو جو اجر دیں گے دنیا دیکھے گی... تو اگر ابو طالبؑ محسن نہیں ہیں تو ہمیں دنیا میں کوئی اجر نظر نہیں آئے گا... قولِ اللہ آپ کے سامنے آجائے گا، آیتوں کی سچائی... اب دیکھ لیجئے.. اگر ابو طالبؑ کو کوئی بہت بڑا اجر ملا ہے تو ان کے محسن ہونے کی وجہ سے ملا ہے... یہ اجر ہی تو تھا کہ گود میں پلے، بھتیجا نبیؐ بن جائے، بیٹا امام بن جائے۔

بھئی علیؑ کو امامت دے کر ابو طالبؑ کے احسان کا اجر اللہ نے ادا کیا ہے اور شہدا میں جعفرؑ کو زمرّد کے پر دے کر.. اور پیغمبرؐ کے شہدا میں شامل کر کے بیٹے کو ایک رُتبہ دیا... اولاد کو جتنے رُتبے ملیں گے یہ ابو طالبؑ کا اجر ہے اور صرف یہی نہیں کہ جعفرؑ موتہ میں اور علیؑ ستاسی غزوات میں ... یہ ساری قربانی ابو طالبؑ کی۔ سب سے بڑا اجر جو ابو طالبؑ کو اللہ نے دیا اور اس کے بعد جو اجر دیا.. دو اجر بتا رہا ہوں.... یعنی اللہ نے عالمِ انسانیت کی قیامت تک کی ہدایت نسلِ ابو طالبؑ میں رکھی، یعنی مہدیؑ ابو طالبؑ کی نسل میں ہے، کائنات کا آخری ہادی جس پر دنیا کا اختتام ہو... وہ ابو طالبؑ کا پوتا ہے۔

ارے...! کسی پیغمبرؐ کو یہ اجر نہیں ملا جو ابو طالبؑ کو ملا کہ دنیا کا آخری ہادی ابو طالبؑ کی نسل سے ہے اور اس سے بھی عظیم اجر... وہ کیا... کہ کربلا کی پوری قربانی ابو طالبؑ کی ہے یعنی جتنے بھی ہاشمی آئے وہ سب کے سب ابو طالبؑ کی اولاد میں تھے۔ عبدالمطلب

کے بارہ بیٹے ہیں لیکن کسی بیٹے کی اولاد کربلا میں نہیں آئی، صرف دو بیٹوں کی اولاد کربلا میں آئی.. بظاہر وہ ابوطالبؑ کی اولاد ہیں، کون سے دو بیٹے ہیں، ایک جناب عبداللہؑ، ایک جنابِ ابوطالبؑ..کربلا میں حسینؑ کے رشتہ داروں میں سوا آلِ ابوطالبؑ کے کوئی نہیں آیا....عبداللہ کے بیٹے محمدؐ، ان کی بیٹی فاطمہؑ، فاطمہؑ کے بیٹے حسینؑ... حسینؑ خود جناب عبداللہؑ کی اولاد میں ہیں۔

ادھر آیئے، ابوطالبؑ کے بیٹے کون کون؟ عقیلؑ، جعفرؑ...علیؑ تین بیٹے یہ ہو گئے، اب دیکھئے پہلا شہید مسلمؑ... عقیل کا بیٹا... آٹھ بیٹے کربلا میں اور مزید مسلمؑ کے بھائی، مسلمؑ کے چار بیٹے... عونؑ و محمدؑ جعفرِ طیار کی اولاد... عباسؑ اور حسینؑ علیؑ کی اولاد... یعنی ابوطالبؑ کی اولاد، علی اکبرؑ، قاسمؑ اور دیگر پوتے اور امام حسنؑ کے بیٹے، یہ کل آلِ ابوطالبؑ یعنی کربلا کی قربانی ابوطالبؑ کی قربانی ہے۔اس کے علاوہ کوئی غیر ہاشمی کربلا میں آیا ہی نہیں ہے، یہ ابوطالبؑ کا سب سے بڑا رتبہ ہے اور پیغام حسینؑ کا لے کر جو جائے.. وہ ابوطالبؑ کی پوتی، جناب زینبؑ۔

یہی وجہ ہے کہ یہ جو جملہ کہا ہے یزید سے ...کہ تیری باندیاں اور تیری بیٹیاں پردے میں بیٹھی ہیں اور ہم عبدالمطلب کی بیٹیاں سرِ عام مجمع میں ہیں، ابوطالبؑ کی بیٹیاں سرِ عام، سر کھلے مجمع میں ہیں۔تو بتایا کہ ان کے کچھ احسانات ہیں تم پر...تم مردوں پر ہمارے اجداد کے کچھ احسانات ہیں، ان کو یاد دلایا ہے نام لے کر، شہزادیؑ نے کوفے پر بھی، شام پر بھی، عراق پر بھی علیؑ کے احسانات ہیں، بڑے احسان کئے تھے لیکن ان احسانوں کا کیا بدلہ دیا.. کچھ کربلا میں مظالم کئے اور کچھ اس سے بھی مظالم بڑھ گئے... کہ سرِ حسینؑ ہے اور عماری پر بہن ہے۔

مسلسل راستے بھر اس کی نظر بھائی کے سر پر ہے... ایک بہن کے دل پر کیا گذرتی

ہوگی، بھائی کا سر نیزے پر ساتھ ساتھ عماری کے جا رہا ہے۔ فاتحِ خیبر کی بیٹی تھیں، بہادر تھیں جنابِ زینبؑ... صبر کیا بھائی کا سر دیکھا... لیکن اللہ اس ماں کا کیا عالم ہوتا ہوگا امِّ لیلیٰؑ کا کہ نیزے پر ساتھ ساتھ علی اکبرؑ کا سر چل رہا تھا... علی اکبرؑ کا سر قیامت... علی اکبرؑ کی شہادت ہی قیامت تھی باپ، ماں اور پھوپھی کے لئے... اس کا اثر... آج تک لکھا ہے تمام نے کہ اب تک حسینؑ نے خواب میں آ کر یہی بتایا ہے کہ ہم اکبرؑ کو نہیں بھولے... بلکہ خدام نے یہ بھی دیکھا کہ علی اکبرؑ کی قبر پر ایک بزرگ کو جھکے ہوئے دیکھا... علمأ نے لکھا کہ شبِ جمعہ حسینؑ کی یہی آواز آتی ہے.. میرے لعل علی اکبرؑ.. میرے لعل علی اکبرؑ... علمأ نے خواب میں دیکھا کہ حسینؑ کے جسم کے سارے زخم صحیح ہیں لیکن سینے اور بازو کے زخم صحیح نہیں... خدّاموں نے جب پوچھا تو کہا قیامت تک یہ زخم ٹھیک نہیں ہوں گے۔ بازو کا زخم عباسؑ ہیں سینے کا زخم علی اکبرؑ ہیں... یہ ایسے زخم ہیں کہ اب تک حسینؑ نہیں بھولے اور شہادت کے بعد بھی اس محبت کو ختم نہ کیا جا سکا۔

حسینؑ کا سر نیزے پر چلتا تو جہاں علی اکبرؑ کا سر نیزے پر ہوتا حسینؑ کا سر مڑ جاتا اور مسلسل علی اکبرؑ کے سر کو حسینؑ کا سر دیکھتا رہتا... جب نیزہ بان علی اکبرؑ کے سر کو لے کر پیچھے ہٹ جاتا تو حسینؑ مڑ مڑ کر علی اکبرؑ کے چہرے کو دیکھتے... اشقیأ سمجھ گئے تھے اور جانتے تھے کہ مرنے کے بعد بھی حسینؑ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ اور یہ معجزہ کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ والے دیکھیں اور ان پر کچھ اثر ہو جائے، تو یہ کیا کہ صندوق لائے اور صندوق میں سروں کو بند کر دیا، ایک صندوق میں حسینؑ کا سر بند کر دیا ایک صندوق میں علی اکبرؑ کا سر بند کر دیا... اور یہ خطرہ بھی تھا آگے گزرنے پر کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ ہم جنگ کر کے اشقیأ سے سروں کو چھین لیں گے اور سروں کو دفن کریں گے، جب حملے کا پتہ چلا تو صندوقوں میں سر رکھ دیئے... ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ وہ آتے تھے یہ کہتے ہوئے

کہ ہم زینبؑ کے لئے چادریں لے کر آئے ہیں، ہم جنگ کریں گے، بیبیوں کو چادریں دیں گے، ایسا ہوا کہ اشقیا کو یہ خبر ملی کہ حسینؑ کے چاہنے والے جنگ پر آمادہ ہیں تو راستہ بدل بدل کر نکل گئے، جنگل کی طرف سے نکل گئے، لیکن جب اگلی منزل پر پہنچے تو وہاں پھر سروں کو صندوق سے نکال کر نیزوں پر چڑھادو لیکن جب حسینؑ کا سر جس صندوق میں تھا اس صندوق کا تالا کھول کر دیکھا تو اس میں حسینؑ کا سر نہیں تھا۔ شمر تازیانہ لے کر سید سجادؑ کی طرف بڑھا، اور تازیانہ اٹھا کر کہا کہ تم بنی ہاشمؑ جادوگر ہو سیّد سجادؑ... تمہارے باپ کا سر صندوق سے کہاں غائب ہو گیا، بے اختیار کہا! مجھے تازیانے نہ مار، اس صندوق کو کھول کر دیکھ جس صندوق میں میرے بھیا علی اکبرؑ کا سر ہے.... اب جو صندوق کھولا گیا تو علی اکبرؑ کے رخسار پر حسینؑ کا رخسار تھا... آواز آرہی تھی... علی اکبرؑ... علی اکبرؑ کا سر ہے۔

تیسری مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں احسان اور ایمان کے موضوع پر... عرض کیا گیا کہ احسان اور ایمان کے درجوں کو اللہ نے اپنی کتاب میں مقرر فرمایا، ایمان ایک ایسا موضوع ہے کہ جس سے ہم سب اچھی طرح واقف ہیں... چونکہ ہر مجلس کا موضوع ہی ایمان ہوتا ہے اس لئے ہم اچھی طرح اس کی تعریف جانتے ہیں، جس کے دل میں ایمان بسا ہے اسے مومن کہتے ہیں، ایمان کس طرح دل میں آتا ہے، صاحبِ ایمان کیسے ہوتا ہے؟ ان چیزوں سے ہم واقف ہیں، موضوع ہمارے لئے یہ بنا ہے کہ احسان کیا ہے؟ اور اس کا رشتہ ایمان سے کیا ہے؟ ہم اسی پر گفتگو کر رہے ہیں اور آنے والی تقریروں میں بھی ہم اسی موضوع پر تقریر کریں گے۔

احسان بظاہر ایک ایسا لفظ ہے کہ جس سے سب واقف ہیں لیکن قرآن کی روشنی میں احسان پر گفتگو ہو رہی ہے وہ ہم سب کے لئے نئی گفتگو ہے... جیسا کہ میں نے کہا کہ جو احسان کرتا ہے اس کو محسن کہتے ہیں، اس کی واحد محسن ہے جب بہت سے احسان کرنے والے ہوں تو محسنین کہلاتے ہیں۔ محسن، احسان، محسنین... احسان کا لفظ قرآن میں چھ بار آیا ہے... اپنی اسی ترکیب کے ساتھ... احسان... اگر احسانا.. ہو جائے تو وہ الگ ترکیب ہے... اس پر گفتگو الگ ہوگی۔

احسان کا لفظ قرآن میں چھ مرتبہ استعمال ہوا..لفظ محسن قرآن میں چار بار استعمال ہوا لیکن محسنین کا لفظ قرآن میں چونتیس بار استعمال ہوا...محسن مرد کو کہتے ہیں محسنین بہت سے مرد..لیکن جب عورت کے احسان کا ذکر ہو...تب قرآن میں اس لفظ کو کہیں گے محسنات...اور یہ لفظ قرآن میں صرف ایک بار آیا ہے۔

اب یہ گنتی لفظوں کی میں نے بتا دی، تا کہ آنے والی تقریروں میں جب یہ گفتگو ہو تو کم از کم یہ تعداد ذہن میں رہے تا کہ گفتگو انجانی نہ ہو.سورۂ لُقمان کلامِ پاک کا مشہور و معروف سورہ ہے، سورہ کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے...بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...

الٓمٓ تِلکَ آیاتُ الْکِتابِ الْحَکِیْمِ

دو آیتیں ہیں.. الٓمٓ.ایک آیت اور الٓمٓ تِلکَ آیاتُ الْکِتابِ الْحَکِیْم...

هُدًی وَّ رَحْمَةً لِلْمُحْسِنِیْنَ...(سورۂ لقمان)

ترجمہ...الم...یہ قرآنِ حکیم کی چند آیات ہیں اور سنو! ہدایت اور رحمت انہی سے قریب ہے جو محسنین ہیں۔جنہوں نے اللہ پر احسان کیا وہ محسن ہیں، محسنین ہیں، ہدایت اور رحمت ان سے قریب ہے، یہ نہیں کہا کہ وہ ہادی ہیں یا وہی رحمت ہیں... پتہ چلا کہ رحمت کوئی اور ہے، ہادی کوئی اور ہے اور وہ محسن سے قریب ہے۔ہادی اور رحمت محسن سے قریب ہیں۔

اور کل میری تقریر کا آخری جملہ یہ تھا کہ اسلام کا سب سے بڑا محسن ابو طالبؑ ہے...آیت نے واضح کر دیا کہ محسن سے ہادی بھی قریب ہے اور رحمت بھی قریب ہے، اور اتنی قریب کہ ہادی بھی ابو طالبؑ کی گود میں پلے اور رحمت بھی اس کی گود میں پلے۔

کیا کوئی اور بھی اسلام میں ایسا محسن ہے کہ جس سے ہادی بھی قریب ہو اور رحمت بھی قریب ہو...سورۂ لقمان کی روشنی میں کوئی کسی ایسے محسن کا نام بتائے کہ جس سے

دونوں قریب ہوں، رحمت بھی اور ہدایت بھی.. اور جب ہدایت اور رحمت دونوں قریب ہوں اور اس کا اعلان اللہ کرے.. یہ نہیں کہا کہ محسن سے قریب.... بلکہ محسنین سے ہدایت بھی قریب ہے اور رحمت بھی قریب ہے تو پھر اب ہمیں جمع میں تلاش کرنا پڑے گا کہ کون سے محسنین ہیں کہ جن سے ہدایت بھی قریب تھی اور رحمت بھی قریب تھی۔

رحمت ظاہر ہے کہ رحمت... کسی اور کو کہہ نہیں سکتے... کھلی ہوئی بات ہے کہ جو رحمت اللعالمین ہو وہی ہے رحمت.. وہ کس سے قریب ہے، کوئی ایسے جو محسنین ہوں کہ جن سے رحمت العالمین قریب ہو، اتنا قریب کہ قرآن اس کی قربت کو بیان کرے.... بزم کی قربت، رزم کی قربت، حُجرے کی قربت... ایسی قربت کہ جو ہر آن ہے۔ اگر بیچ میں ٹوٹ رہی ہوتی تو قرآن کہہ دیتا کہ کبھی کبھی محسنین کے قریب رحمت رہتی ہے۔

عمل مسلسل ہے، ہر آن ہے کہ رحمت محسنین سے قریب ہے، تو یہاں تسلسل ٹوٹ رہا ہے، کبھی بزم کا، کبھی رزم کا، کبھی حُجرے کا، کبھی راہ کا، سفر ختم ہو جاتا ہے، کچھ کچھ دیر کے لئے ساتھ ہوتا ہے اور پھر وہ ساتھ ختم ہو جاتا ہے، قربت اتنی قربت کہ ہمیں دو محسنین ایسے تلاش کرنے چاہئیں کہ جن سے رحمت بالکل قریب ہو، اتنی قریب کہ رحمت کے علاوہ کوئی اور اتنا قریب نہیں، ایک ایک جملہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی تاریخی واقعہ کو بیان کرنا، یا منطق کو بیان کرنا، یا حدیث کو بیان کرنا آسان ہے اس لیے کہ کاغذ پر لکھا ہے آپ نے بیان کر دیا۔ لیکن جب تجزیہ ہوتا ہے کہ جہاں کچھ چیزوں کو جمع کر کے فکر نکالی جائے، جسے ریسرچ کہتے ہیں وہ جملہ زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

وہ اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ آنکھوں کا دل... بہت مشکل کام ہے، اور وہ جو ئے شیر لاتا ہے، اس کو تلاش کر کے ایسے پھول کی طرح منبر سے یوں پھینک دینا... کہ یہ گلاب کا

پھول آپ کی طرف پھینک دیا...اور پھر آپ کا یہ تقاضہ...!

گُل پھینکے ہیں اَوروں کی طرف یا کہ ثمر بھی

اَے لالہ بر اندازِ چمن کچھ تو اِدھر بھی

اب یہ دیکھئے ریسرچ کا جملہ آرہا ہے، نہ یہ کسی کتاب میں ہے، نہ تفسیر میں ہے، نہ کسی حدیث میں ہے، یہ ہماری فکر ہے ہم نے تلاش کیا ہے تو ہم نے پایا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی چیزیں جو ہم پیش کرتے ہیں وہ ہماری تلاش ہوتی ہے..اور ہمارے بعد اگر کہیں سنیں تو بات تو ہماری ہی رہے گی۔ تلاش ہماری رہے گی، وہ چھینی نہیں جاسکتی، عبدالمطلبؑ کے بارہ بیٹے تھے ظاہر ہے کتاب میں لکھا ہے، اب اس کے آگے کی بات ہم کہتے ہیں، حارث سے لے کر عبداللہؑ تک.. حارث سب سے بڑے، جناب عبداللہ سب سے چھوٹے، ابوطالبؑ اور جناب عبداللہؑ سگے بھائی...بعض نے کہا ہے جناب حمزہؑ سب سے چھوٹے تھے بہر حال جو بھی صحیح ہو...حارث سے لے کر جناب حمزہؑ تک بارہ بھائی اور ہر ایک کے کم سے کم پانچ بھائی ایسے کہ جن کے دس دس بیٹے، حارث کے دس بیٹے، عباس بن عبدالمطلب کے دس بیٹے، ابوطالبؑ کے چار بیٹے، جناب عبداللہ کا ایک بیٹا...اوروں کے بھی، اگر آپ جوڑ لیں تو کم سے کم تیس، چالیس پوتے عبدالمطلبؑ کے تھے، اب یہ ہم حساب لگا رہے ہیں یہ تاریخ میں نہیں لکھا... یہ سب ہم آپ کو ریسرچ Research کر کے پیش کر رہے ہیں۔ جملہ جو دینا ہے قیمتی... جو ہم نے نکالا..اس کو توجہ سے سننا ہے، ہر دادا اگر اس کے پانچ بیٹے ہیں اور اُن کے دو دو بھی بیٹے ہیں تو ہر دادا اپنے ہر بیٹے کے بیٹے کو چاہے گا... پوتے ہر دادا کے برابر ہوتے ہیں، چالیس پوتے عبدالمطلبؑ کے تھے....لیکن تاریخ میں ایک ہی پوتا گود میں نظر آیا، ہم نے نہیں دیکھا کہ عبدالمطلبؑ نے محمدؐ کے علاوہ کسی

اور پوتے کو کاندھے پر چڑھایا ہو۔ یہ ہے ہمارا ریسرچ ورک۔

آیئے دیکھتے ہیں... ابو طالبؑ کے بیٹے، طالبؑ، عقیلؑ، جعفرؑ..... علیؑ تو پیدا ہی نہیں ہوئے عبدالمطلبؑ کی زندگی میں، کم از کم طالب ہیں... لیکن تاریخ میں نہیں ملتا کہ طالب کو گود میں لیا ہو، حارث کے بیٹے ہیں، عبیدہ ہیں اور فلاں بیٹا اور فلاں بیٹا... ہمیں کہیں نہیں ملتا کہ عبدالمطلبؑ نے کبھی گود میں لیا ہو... ایک چھوٹا سا واقعہ بھی دادا اور پوتے کا تاریخ نے نہیں لکھا... جب بھی لکھا تاریخ نے تو یہی لکھا کہ یہ عبدالمطلبؑ ہیں اور یتیم عبداللہ ہیں۔

اب پھر میں آیت پڑھ دوں... هُدًی وَّ رحمتً اللمحسنین .... رحمت محسن سے قریب ہے... اتنی قریب ہے رحمت محسن سے کہ غیر رحمت اس میں آتا ہی نہیں... ایسا محسن ہے عبدالمطلبؑ... کہ رحمت قریب ہے، بلا فصل قریب ہے، بیچ میں کوئی نہیں، اور اتنی قربت کہ تحفے آئیں شاہِ یمن سے، تحفے آئے نجاشی کے دربار سے، تحفے آئیں مصر سے.... اب یہ تو تاریخ ہے، میرا جملہ کیا ہے... یہ تو تاریخ میں لکھا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ تحفے بھیجتے تھے.... تو کیا عرب میں صرف عبدالمطلبؑ رہتے تھے، کوئی اور نہیں رہتا تھا، تاریخ نے کیوں نہیں لکھا... کہ ابوسفیان کے باپ امیہ کو یا حرب کو یمن کے بادشاہ نے تحفے بھیجے ہوں، یا مصر کے بادشاہ نے ابوجہل کو تحفے بھیجے ہوں...! پتہ چلا کہ بادشاہ بادشاہ کو تحفے بھیجتا ہے۔ اگر وہ یمن کا بادشاہ تھا تو یہ عرب کے بادشاہ تھے۔

ہم نے اپنے جملہ پر دلیل دے دی... تاریخِ طبری، تاریخِ ابنِ ہشام، تاریخِ طبقاتِ ابنِ سعد... ہر تاریخ نے لکھا کہ عبدالمطلبؑ کی شان بڑے بڑے بادشاہوں جیسی تھی... جملہ کم نہیں ہے تاریخ کا، جو تاریخ اس پر بضد ہو کہ اجدادِ پیغمبرؐ کو کافر

لکھے... اگر وہ تاریخ یہ جملہ لکھے کہ عبدالمطلبؑ کی شان بادشاہوں والی تھی... شان بادشاہوں والی تھی یہ بہت کافی ہے۔ اچھا تو کیسے بادشاہوں والی شان نظر آ گئی..؟ تاریخ نے کہا ہاں! چوڑے شانے، بھرے بازو، لانبا قد، نورانی چہرہ اور وہ سیاہ زُلفیں بل کھائی ہوئی، وہ چوڑی پیشانی، وہ سُتواں ناک... جب چلتے تھے عبدالمطلبؑ تو زمین پر دھمک ہوتی تھی اور یوں جھوم کر چلتے تھے جیسے کوئی شاہانہ انداز سے اپنے دربار میں آ رہا ہو۔ یہ تو سراپا لکھا تاریخ نے اور پھر تاریخ نے یہ لکھا کہ وہ رُعب تھا، وہ دبدبہ تھا عبدالمطلبؑ کا... کہ صبح ہوتی تو خانۂ کعبہ میں حطیم کے سامنے، یعنی یہ کعبہ ہے، یہ دیوارِ کعبہ... اس کے بالکل سامنے ایک بڑی سی مسند بچھائی جاتی، اس پر گاؤ تکیے رکھ دیئے جاتے، صبح سے مسند بچھا دی جاتی، یہ نہیں پتہ کہ وہ کب آئے گا شاہِ عرب..! کوئی ایک وقت مقرر نہیں ہے، صبح مسند بچھا دی جائے اور دس بیٹے دور دور تلوار لے کر صرف اس مسند کی حفاظت کریں، یعنی کوئی قریب سے کوئی گذر نہ جائے اور جہاں جن حدود میں بیٹے تلواریں لئے کھڑے ہیں، اس حدود سے باہر عرب والے آئیں، درخواستیں لے کر بیٹھ جائیں... ہے نا شاہانہ دربار... لیکن بادشاہ اگر کافر ہوتا معاذ اللہ تو کہیں کفرستان میں دربار لگتا... اللہ کے گھر کی دیوار کے سائے میں دربار لگا ہے.... جملہ دے دوں اتنا حسین... یعنی جب بیٹھتے ہوں گے عبدالمطلبؑ گاؤ سے ٹیک لگا کر تو پشت عبدالمطلبؑ کی کعبہ کی طرف ہوتی ہوگی... ایسا بادشاہ جس کی پُشت پر کعبہ تھا۔

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

وہ اقصیٰ ہے سامنے... ابھی تو قبلہ وہ ہے نا... جب یہ قبلہ بنے گا تو سب کے منہ ادھر ہو جائیں گے، اس شان سے وہ بادشاہ کے پس منظر میں خدا کا گھر اور وہ سامنے محلّہ بنی ہاشم میں وہ روشن بلند دروازہ عبدالمطلبؑ کے قصر کا اور وہاں بھی بنی ہاشمؑ کا پہرہ...

دربان وحاجب دروازے پر کھڑے ہوئے، سردارِ عرب...اب جب بھی آئے سردار۔

ایسے میں عصمت سرا کا دروازہ کھلا اور ایک سات سال کا بچہ، خوبصورت سا، پاؤں میں ننھے ننھے نعلین پہنے..سیاہ عمامہ اور تحت الحنک کاندھوں پر پڑی ہوئی، عمامہ سے اُس کی زُلفیں بھی ہوا میں لہراتی ہوئی، حسین چہرہ اور وہ بچہ کھیلتا ہوا چلا، عبدالمطلب کے گھر سے نکلا تو کھیلتا ہوا چلا اور اسی شان سے جس طرح گھر سے نکلا تھا، اس مسند کی طرف بڑھا اور وہ گاؤ اور وہ مسند جس کی حفاظت کو دس دس جوان ہوں تلواریں لئے ہوئے کہ پاس سے بھی کوئی عرب نہ گزرے..اس بچے نے اپنی جوتیاں اس گاؤ پر رکھیں، اس مسند پر رکھیں، کبھی وہ گاؤ پر تھا اور کبھی مسند پر....ایک بیٹا بڑھا اور اس نے چاہا کہ بچہ کا شانہ پکڑ کر ہٹا دے گاؤ کے پاس سے کہ یہ سردارِ عرب کی مسند ہے، ابھی ہاتھ بڑھا نہیں تھا کہ عبدالمطلبؑ برآمد ہوئے...وہیں سے آواز دی...حارث!! خبردار محمدؐ کو ہاتھ نہ لگانا۔

اور قریب آگئے، کہا خبردار! اگر یہ مسند پر آجائیں تو ٹوکنا نہیں، مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن یہی بچہ تم سب کا سردار بننے والا ہے۔اب یہ پتہ چلا کہ یہ محسن وہ ہے کہ جو پوتا سمجھ کر نہیں پال رہا ہے....سردار سمجھ کر پال رہا ہے۔

اگر صرف پوتا سمجھ کر پرورش کرتے تو پھر ہر پوتا برابر ہوتا، لیکن اللہ نے چاہا کہ محسن سے رحمت قریب ہو اور اتنی قریب کہ وہ اس کی شان بتائے، پھر جملہ دیا..کہا بڑی شان والا ہے یہ، بڑی آن والا ہے یہ، اس بچہ کے احترام میں کمی نہ ہو، اس کی شان میں کبھی گستاخی نہ ہو...سمجھ گئے تھے عبدالمطلبؑ کے بیٹے کہ یہ جو عنایت دادا کی پوتے پر ہے اس میں کچھ خصوصیت ہے....اب مسلمان مجھے اپنی ریسرچ سے یہ جواب دیں کہ جب اس دور میں کہ یہ بچہ سات اور آٹھ برس کا ہے..تو کس نے شان بتائی؟ اگر عبدالمطلبؑ اپنے تمام پوتوں کو لے کر نکلا کرتے...تو تیں چالیس پوتوں میں کیا پہچان

ہوتی کہ کون سا بچہ؟ سب کو نظر انداز کر کے ایک کو نگاہوں کا مرکز بنا کر.... آپ کہیں گے یہ تو عدل نہ ہوا... یہ تو بے انصافی ہوئی، اس زمانے میں عدل اور بے انصافی کی کیا باتیں کرتے ہیں..؟ آپ کی کوئی شریعت تھی؟ کوئی قرآن تھا؟ اللہ میاں کا نام تک کوئی نہیں جانتا تھا... کیسا عدل، کیا شریعت؟ جو دل چاہے عبدالمطلبؑ کریں... ان کے گھر کی شریعت ہے، ابھی شریعت آئی کہاں ہے آپ کی؟

نہیں صاحب! یہ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ جو قرآن میں ہے وہ دکھائیں؟ زبردستی کی باتیں ہیں کہ قرآن آیا ہے اس وقت کہ جب پیغمبرؐ ہوئے چالیس برس کے، ہم باتیں کر رہے ہیں اس دور کی جب پیغمبرؐ سات برس کے تھے، یہ کیسے ہم ثابت کر دیں، آپ تو ہتھیلی پر چاہتے ہیں سرسوں اُگائیں.... قرآن آیا بعد میں، حالات ہیں پہلے کے اور ہم ثابت کر دیں کہ عبدالمطلبؑ نے جو عمل کیا وہ قرآن میں ہو... چلئے اگر آپ کی زبردستی ہے تو ہم ثابت کئے دیتے ہیں.... پڑھئے سورہ یوسفؑ....!

کتنے بیٹے تھے..؟ بارہ بیٹے تھے جناب یعقوبؑ کے لیکن بارہ میں گیارہ کو نہیں چاہا... ایک کو چاہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گیارہ نے بارہویں کو کنویں میں پھینک دیا... کہ باپ ایک کو کیوں چاہتا ہے؟ اب یعقوبؑ سے پوچھو کہ اوروں کے ساتھ عدل کیوں نہیں کیا؟ کیا جواب دیں گے یعقوبؑ..؟ اگر نہ چاہتے یوسفؑ کو تو یہ واقعہ ہی کیوں ہوتا کہ گیارہ کنویں میں پھینک دیں...؟ اس پر میں کیوں دلیل دوں، میں نے تو عبدالمطلبؑ کی بات پر دلیل دے دی۔

اب میں یعقوبؑ کا ذمہ دار تو نہیں ہوں، دیکھئے! میرا ممدوح عبدالمطلبؑ ہے... یعقوبؑ سے دلیل دے دی، برادرانِ یوسفؑ سے دلیل دے دی اب میں یعقوبؑ اور یوسفؑ کی بات کیوں کروں... آپ نے کہا صاحب جب مجلس پڑھ رہے ہیں، ذمہ

داری ہے تو یہ بھی سمجھا دیجئے۔۔تو چلئے یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جہاں اللہ منصب کو رکھ دیتا ہے، منصب ملنے والے بزرگ کو تاکید اور ہدایت کر دیتا ہے کہ تمہارے بعد یہ ہادی ہونے والا ہے۔۔۔اس کے تعارف میں کمی نہ ہو۔۔۔یعقوبؑ بھی ہادی تھا، یوسفؑ بھی ہادی تھا۔۔تو اب مانو کہ عبدالمطلبؑ اپنے دور کا ہادی تھا۔

جسے عصمت دیتا ہے۔۔۔جسے معصوم بنا دیتا ہے۔۔۔اُسے نگاہوں کا مرکز بنا دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ میری نظر میں یہ عظیم ہے تو تمہاری نگاہوں میں بھی عظیم ہو جائے۔۔۔ہم کچھ دیکھ رہے ہیں، ہم نے اس کو کچھ عطا کیا ہے، یہ کوئی بڑا کام ہمارے لئے کرے گا، یعنی ہمارا محسن بننے والا ہے، چونکہ یہ ہمارا محسن بننے والا ہے تو اس محسن کی مدد کر کے تم جب اس کے محسن بنو گے۔۔۔تو تم میرے محسن بن جاؤ گے۔

عبدالمطلبؑ دیکھ رہے ہیں۔۔قرآن آیا بعد میں، سورۂ فیل آیا بعد میں، ہاتھیوں کا قصّہ بعد میں نازل ہوا۔۔۔ہو چکا تھا پہلے، ہم تو جب جانتے کہ جب یہ سورہ آیا، ابابیل اور ہاتھیوں کے قصّہ کو لے کر تو اس کے بعد کوئی واقعہ ایسا ہوتا کہ کعبہ پر ہاتھی آتے، ابابیلیں آتیں اور حملہ کرتیں تو نبیؐ کہتے کہ اس واقعہ کو اللہ نے قرآن میں بیان کیا ہے۔۔۔ یہاں ماضی کے قصہ کو اللہ نے سورہ بنا کر اُتارا۔۔۔کہ تم دیکھ رہے تھے، اَے حبیبؐ تم دیکھ رہے تھے۔۔۔دیکھا۔۔۔

اَلَم تَرَ کَیفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصحَابِ الفِیل (سورۂ فیل)

تم نے دیکھا۔۔۔تم نے کہاں سے دیکھا۔۔ایک عام الفیل میں واقعہ ہوا، یعنی عام الفیل کا پہلا سال تھا کہ جب ہاتھی ابرہہ کے آئے کعبہ پر حملہ کرنے۔۔اور اللہ پیغمبرؐ سے کہہ رہا ہے۔۔۔تم نے دیکھا کہ ہاتھی آئے کعبے پر۔۔۔ہمارے گھر پر حملہ کرنے۔۔۔تم نے دیکھا۔۔۔یہ وہ سال ہے کہ جب پیغمبرؐ پیدا ہوئے۔۔۔لیکن جب واقعہ ہوا تو پیغمبرؐ بطنِ آمنہ

میں تھے... یعنی نور بطنِ مادر میں تھا تو اللہ نے بتایا کہ اَے امت والو! اگر نورِ پیغمبرؐ یا نورِ معصوم بطنِ مادر میں بھی ہوتا ہے تو وہ سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے... ورنہ سورے سے انکار کردو... کہتا ہے تم نے دیکھا... پوچھ لیتے نا اُٹھ کر کہ آپ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب واقعہ ہوا... لیکن یقین تھا امت کو، اس بات کا یقین تھا کہ پیغمبرؐ پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن دیکھ رہے تھے اور اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو سنایا... دیکھئے! جب کسی سردار، رئیس، شریف، مہذّب انسان کے پاس آپ جائیں تو وہ خوش جب ہوگا جب آپ کہیں... ارے! آپ کے والدِ گرامی کا کیا کہنا... مجھے وہ فلاں واقعہ یاد آیا... بہت رئیس تھے، بڑے امیر تھے اور آپ کے دادا کا کیا کہنا... ہمیں یاد ہے، ہم نے بزرگوں سے سنا ہے، بڑے سخی تھے، بڑے بہادر تھے... تو اب وہ آپ کو چائے بھی پلائے گا اور ساتھ میں بسکٹ وِسکٹ بھی کھلائے گا... یعنی ہر آدمی اپنے باپ دادا کی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے اور اگر آپ کا محبوب ہو یعنی بہت عزیز ہو.... اور آپ اس کے باپ دادا کا ذکر کریں صرف اسے خوش کرنے کے لئے، راضی کرنے کے لئے، بھئی یہ دنیا کی باتیں ہیں لیکن اللہ ہر چیز پر نظر رکھتا ہے، اَے حبیبؐ یہ سورہ اتار رہے ہیں، اب جو ماضی کا قصہ تھا سنانے کی کیا ضرورت... یعنی یاد کیجئے آپ نے دیکھا تھا کہ آپ کے دادا کے دور میں ہاتھیوں نے کعبہ پر حملہ کیا تھا... ابابیلیں آئی تھیں یعنی پوتے کو دادا کا قصہ سنا کر اللہ بتا رہا ہے اے میرے محبوب... تیرا دادا ایسا تھا۔

اب ذرا دو چار جملے سنئے... یعنی آج دنیا میں آپ خوش ہو جائیں اپنے اجداد کی تعریف دوسرے سے سُن کر... آپ دوسرے کو خوش کر دیں اس کے باپ دادا کی تعریف کرکے، وہی انداز اللہ اپنا رہا ہے، کبھی ہاشمؑ کا قصّہ سناتا ہے، کبھی عبدالمطلبؑ کا قصّہ، کبھی دادا کا، کبھی پردادا کا قصّہ...!

اور خوش کررہا ہے اپنے محبوب کو تو اللہ باپ دادا کی تعریف نہیں کرے گا تو تیرا محبوب راضی نہیں ہوگا...! بھئی راضی تو وہ ہے ہم سے... لیکن ہم دنیا کو یہ بتا رہے ہیں کہ جس کو میں نے چنا ہے نبوتِ آخر کے لئے یہ کسی اَیرے غیرے کا بیٹا نہیں ہے، ایک عظیم شجرے کا مالک ہے۔ اس کا باپ بھی عظیم تھا، اس کا چچا بھی عظیم تھا، اس کا داد ابھی عظیم تھا، اس کا پردادا بھی عظیم تھا۔ اب اپنے جیسے باپ داداؤں جیسے اس کے باپ داداؤں کو نہ سمجھنا، اب ذرا ایک جملہ اور لے لیجئے، یعنی پروردگارِ عالم اپنے محبوب سے باتیں کرے تو کہے تمہارے باپ کا کیا کہنا، تمہارے چچا کا کیا کہنا، تمہارے دادا کا کیا کہنا... ارے! اللہ تو نبیؐ کے اجداد کی تعریفیں قرآن میں کرے اور مسلمان اللہ سے ضد کرے کہ نہیں کریں گے باپ دادا کی تعریف، اب بتاؤ کہ اللہ تم سے خوش ہے کہ نہیں۔ اللہ خوش کس سے ہے؟ کس سے خوش ہو جائے گا؟ وہی تو جو اللہ نے کیا۔ قرآن پر عمل کرو اگر قرآن تعریف کررہا ہے پیغمبرؐ کے اجداد کی... گھر والوں کی، تو تم بھی تعریف کرو اس لئے کہ تعریف کے قابل ہے اور کوئی ایک مقام پر نہیں... جگہ جگہ محسنین کہہ کر اجدادِ پیغمبرؐ کے کردار کو محفوظ کر دیا۔ کہیں محسن کہا... کہیں محسنین کہا۔ کہیں ان کے احسان کو گنوایا... اور ایک ایک کر کے گنوایا...

اِنَّ اللّٰہَ اصطفیٰ آدمَ ونوحَ و آلَ ابراہیمَ وَ آلَ عمرانَ علیٰ العالمین (سورۂ آلِ عمران)

سورۂ آلِ عمران مختص کر دی آلِ عمرانؑ کے لئے...، کون ہیں آلِ عمرانؑ...؟ کون ہیں آلِ عمرانؑ...! آدمؑ کو چنا، نوحؑ کو چنا، آلِ ابراہیمؑ کو چنا، آلِ عمرانؑ کا انتخاب کیا عالمین میں... اس دنیا میں نہیں، مکے میں نہیں... مدینے میں نہیں... جزیرۂ عرب میں نہیں، کسی چھوٹی سی بستی میں نہیں۔ عالمین میں... عالمین کیا...؟

اَلحَمدُ لِللّٰہ رَبِّ العَالَمِین (سورۂ الحمد)

رب عالمین کا... تو وہ چناؤ کرے گا عالمین میں... جہاں جہاں ربوبیت وہاں تک اس کا چناؤ، اس کا انتخاب... یعنی نہ وہاں کوئی ہے، نہ یہاں کوئی ہے.... یعنی نہ وہاں کوئی ہے، نہ یہاں کوئی ہے... اگر ہے تو آلِ عمرانؑ. یعنی وہاں کے چنیدہ آلِ عمران، اس ارض کے چنیدہ آلِ عمرانؑ... چنیدہ... انتخاب... کیا بنایا..؟ اصطفٰی بنایا.. یعنی انتخاب کیا، برگزیدہ بنایا، پاکیزہ کرلیا، مصطفٰیؐ بنایا، ارتضٰی بنایا، مجتبٰیؑ بنایا...، مرتضٰیؑ بنایا، مختار بنایا.. ایک اصطفٰی کے اتنے معنی ہیں قرآن میں تا کہ سمجھ میں تو آجائے کہ اللہ کا چُنا ہوا ہے، جب اللہ چنتا ہے تو اس کے اتنے معنی بتا تا ہے.. کہ جب مَیں نے چنا تو اس کو اصطفٰی بنایا... گویا اس کو مصطفٰی کیا، گویا اس کو مرتضٰیؑ کیا، گویا ارتضٰی کیا، گویا مجتبٰی کیا.... گویا اس کو اجتبٰی کیا گویا اس کو مختار کیا.. ہم نے کیا، آدمؑ کو، نوحؑ کو، آلِ ابراہیمؑ کو آلِ عمرانؑ کو... اب اس میں اور کوئی نہیں ہے، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مصطفٰیؐ کون ہے..؟ آپ نے کہا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے کہ آپ پوچھتے ہیں کہ مصطفٰیؐ کون ہے...؟ مصطفٰی ہمارے حضورِ اکرم محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہے کہ اصطفٰی کی منزل پر وہی مصطفٰیؐ ہیں... اب اس سے ہٹئے گا نہیں لیکن مصطفٰی کے معنی بھی ذہن میں رکھئے گا... مصطفٰیؐ کے معنی ہیں چُن لینا، انتخاب کر لینا، پسند کر لینا، برگزیدہ بنا دینا۔ مَیں کہہ چکا کہ رحمت محسن سے قریب ہے یعنی بچپن سے لے کر جناب عبداللہؑ اس وقت وفات پا گئے کہ ابھی پیغمبرؐ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ باپ نے انتقال کیا اور چند برس کے تھے کہ ماں نے بھی انتقال کیا، چچی نے پالا، دادا نے پالا اور چچا نے پالا۔ تین ہی ہیں... یا چچی فاطمہؑ بنتِ اسد کی گود میں رہے یا چچا ابو طالبؑ کی گود میں رہے یا دادا عبدالمطلبؑ کے پاس رہے اور آٹھ برس کے جب ہو گئے تو دادا

عبدالمطلبؑ کی وفات ہوگئی... جب آٹھ برس کے ہوگئے تو دادا کے ساتھ باہر بھی آتے ہیں، مسند پر دادا بیٹھتا ہے وہاں پوتا بھی ساتھ بیٹھتا ہے... جہاں بیٹے نہیں بیٹھ پاتے وہاں پوتا بیٹھتا ہے۔ یعنی عبدالمطلب یہ بتارہے ہیں یہ بڑی شان والا ہے، یہ تم سب سے افضل ہے، تم میرے بیٹے سہی لیکن یہ تم سے افضل ہے، اس کی افضلیت عبدالمطلب بتارہے ہیں، جب آٹھ برس کے ہوئے محمدؐ تو وفاتِ عبدالمطلب قریب آگئی، یعنی اس وقت عبدالمطلب کی عمر تقریباً پچانوے برس کی ہے، جب آپ کی وفات ہوئی۔ وفات کے وقت اپنے بسترِ علالت پر بلا کر پیغمبرؐ کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا... محمدؐ کو بٹھالیا... اور وقتِ وفات سارے بیٹوں کو وصیت کے لئے بلایا اور سب بیٹے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بار عبدالمطلب نے گفتگو شروع کی... کہا دیکھو! میرا آخری وقت آگیا، اب مَیں یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی آگے بڑھے اور مجھ سے یہ وعدہ کرے کہ میرے بعد کون میرے اس پوتے کا محافظ ہوگا؟ کون اس کی حفاظت کرے گا، کون اس کی پرورش کرے گا؟ اب ظاہر ہے کہ باپ کی بات پر ہر بیٹا یہ کہتا ہے کہ ہمارے سپرد کردیجئے، ہم محافظت کریں گے، ہم پرورش کریں گے لیکن ہر ایک کو اس کے کہنے کے مطابق عبدالمطلبؑ جواب دیتے جاتے ہیں، عباس بن عبدالمطلب آگے بڑھے اور انہوں نے کہا کہ بابا...! ہمارے حوالے کردیجئے... مَیں اس کو پالوں گا... تو عبدالمطلبؑ نے کہا عباس بے شک تمہارے پاس دولت ہے اور تم پُرخلوص نیت رکھتے ہو لیکن تم میرے پوتے کو پال نہیں سکتے اس لئے کہ تمہارے اولاد بہت زیادہ ہے.... جس کے اولاد بہت زیادہ ہوتی ہے وہ اپنی اولاد کی محبت میں دوسرے کی اولاد کی محبت کو بھول جاتا ہے، اس لئے مَیں تمہارے سپرد نہیں کرسکتا۔ زُبیر بن عبدالمطلبؑ آگے بڑھے کہا بابا! میرے حوالے کردیجئے، کہا زُبیر تم بھی خلوصِ نیت رکھتے ہو، پرورش

کر سکتے ہو لیکن مَیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا اس لئے کہ تم لاولد ہو... اور جو لاولد ہوتا ہے وہ دوسرے کی اولاد کو کے دکھ درد کو سچائی کے ساتھ سمجھ ہی نہیں سکتے... نظریں تو دیکھو عبدالمطلبؑ کی... ایسے میں ابولہب بڑھا اور اس نے کہا کہ میرے حوالے کر دیجئے۔ آپ نے کہا ہاں! تیرے پاس پیسہ تو بہت ہے اور پرورش کر سکتا ہے لیکن تو زبان کا بڑا بدتمیز ہے، تیری زبان بہت خراب ہے، تو اخلاقیات سے عاری ہے، اور میرے مرنے کے بعد تو نے اگر میرے پوتے سے بد لہجے میں گفتگو کی تو میری روح قبر میں تڑپتی رہے گی اس لئے مَیں تیرے جیسے بدزبان کے حوالے محمدؐ کو نہیں کر سکتا... ایک ایک بیٹا بڑھتا ہے اور عبدالمطلبؑ دیکھتے جاتے ہیں، جواب دیتے جاتے ہیں آخر میں ابوطالبؑ نے آواز دی کہا! بابا میرے حوالے کر دیجئے.. مَیں اس کو پالوں گا، ابھی تک تو ہر ایک کو جواب دے رہے تھے عبدالمطلبؑ.... لیکن جب ابوطالبؑ بولے تو عبدالمطلبؑ نے ابوطالبؑ کو کوئی جواب نہیں دیا... بلکہ اب مڑ کر پوتے کی طرف دیکھا۔

اور مڑ کر پوچھا.... تمہارا کیا خیال ہے؟ دیکھئے ابھی تک محمدؐ سے نہیں پوچھا تھا، ابولہب بڑھا، عباس بڑھے، زبیر بڑھے، حارث بڑھے تو نہیں پوچھا تھا... کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ لیکن جب ابوطالبؑ بولے تو کہا بیٹا تمہارا کیا خیال ہے؟ اب پوتے نے دادا کو کوئی جواب نہیں دیا... بس دادا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا، دادا کی گود سے اُترے دوڑتے ہوئے چلے... یعنی پوتا عبدالمطلبؑ کا گود سے اُٹھ کر چلا... خوش ہو کر چلا اور دوڑتا ہوا چلا جہاں پہلے سے ابوطالبؑ کی بانہیں پھیلی ہوئی تھیں، دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے... مَیں ایسے کیسے پڑھ دوں اس بات کو جب تک مَیں وضاحت نہ کر دوں... پھر قرآن کی طرف آیئے... کیسے پکارتا ہے اللہ اپنے پیغمبرؐ کو....؟

يَا اَيُّهَا الْمُزَمِّل، يَا اَيُّهَا الْمُدَثِّر (سورہ مزمل)

اے سبز چادر اوڑھنے والے، اے کالی کملی اوڑھنے والے... وَ ھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْن ..اے وہ کہ جو کعبہ کی چار دیواری کے حصار میں ہے، اے وہ کہ جو کالی کملی کے حصار میں ہے، اے وہ کہ جو سبز چادر کے حصار میں ہے یعنی اللہ یہ بتاتا ہے کہ محبوبؐ جب پیارا ہوتا ہے تو ہر وہ شئے پیاری ہوجاتی ہے جس کے حصار میں محبوب ہو....وہ کالی کملی ہو، چادر ہو یا مکہ کی چار دیواری ہو...اللہ کو پیاری ہے اس لئے کہ محبوبؐ وہاں ہے۔اب منظر یہ ہے کہ دادا سے پوتا جدا ہوا، محمدؐ چلے ابو طالبؑ نے باہیں پھیلائیں، بیٹا جا کر ابو طالبؑ کے سینے سے لپٹا، جب وہ لپٹا تو ابو طالبؑ نے دونوں ہاتھوں کو ملایا، جب ملایا تو حصار بنا، یعنی وہ رحمت جو دو عالمین کی رحمت ہو ابو طالبؑ کی آغوش میں سما گئی...ابو طالبؑ اُسے کہتے ہیں جس کی گود میں عالمین کی رحمتؐ سما جائے۔

اب پتہ چلا کہ محمدؐ مطلوب ہیں...اور ابو طالبؑ...طالب ہیں، اب چاہے خوشنودیٔ الٰہی کے طالب ہوں یا رحمت کے طالب ہیں، یہ ہیں طالب، وہ ہیں مطلوب....آغوش میں آ گئے تو جب حصار بن گیا ابو طالبؑ کے شانوں کا تو کیا اللہ کو یہ ہاتھ پیارے نہیں ہوں گے؟ جب یہ ہاتھ پیارے ہوں گے تو اگر وہ اللہ اتنا کہہ دے...اپنے حبیبؐ سے...بھئی! ابو طالبؑ کی زندگی میں قرآن اترنا شروع ہو گیا نا..اقراٗ کی آیتیں آئیں۔جب سے پال رہے ہیں بھتیجے کو....پینتالیس برس محمدؐ ابو طالبؑ کی نگرانی میں رہے...پینتالیس برس میں چالیس کے سن تک قرآن آ گیا اور جب ہجرت ہوئی تو وفاتِ ابو طالبؑ ہوئی، ان تیرہ برس میں مکّی زندگی جو تیرہ برس کی ہے بعثت کے بعد، اس تیرہ برس میں قرآن آتا رہا...آیتیں آتی رہیں۔تو اب اگر کہہ دیتے محمدؐ کہ ایک

آیت میرے چچا کے ایمان پہ اُتار دے تو کیا اللہ اتار نہ دیتا۔ دلیل دے دے جس میں اعلان کر دے کہ میرا چچا ایمان لایا ہے... میرا چچا مومن ہے، تو اگر محمدؐ ایسا کہتے تو اللہ سوچتا کہ کام اتنا بڑا ہے تمہارے چچا کا...! انعام مانگ رہے ہو اتنا سا۔ صرف ایمان... ارے! محمدؐ تم کچھ نہ کہنا میں ابو طالبؑ کا کام دیکھ رہا ہوں، ایمان سے پچاس گُنا زیادہ مرتبہ ہے احسان کا... یہ صرف مومن نہیں ہیں، یہ محسن ہیں۔

احسان کا اعلان کریں گے... ایمان کا اعلان نہیں کریں گے..... بھئی توجہ رکھئے گا قرآن کے لفظیات کی بحث ہے... اگر قرآن میں ابو طالبؑ کے ایمان کی بحث نہیں ہے تو احسان کی بحث تو ہے۔

اَلَم یَجدكَ یَتیماً فاوَیٰ (سورہ ضحیٰ)

تم یتیم تھے ہم نے ابو طالبؑ کو تمہارا سرپرست بنایا... ابو طالبؑ کے احسان کو اللہ نے مانا... کہنا یہ چاہئے تھا کہ ہم نے ایک ایماندار شخصیت تمہیں دے دی۔ جو تمہارے جیسے امین کا امین بن گیا، یہ نہیں کہا اگر یہ کہہ دیتا، ہاں ایمان دے دیا تو مومن تو آپ بھی ہیں، مومن تو ہم بھی ہیں، اگر کہہ دیتا کہ ابو طالبؑ مسلم ہیں تو مسلم تو پوری امّت ہے، ابو طالبؑ امّتی نہیں ہے، امّت تو آپ ہوں گے، ابو طالبؑ امّت میں نہیں ہیں... ابو طالبؑ محمدؐ کی امّت میں نہیں ہیں، ابو طالبؑ تو خود ایک اُمت ہیں.. یعنی پیغمبرؐ جب کوئی نیا آئے تو اس سے پہلے ایک امّت موجود ہو، جس میں وہ پیدا ہو... یہ کلّیہ ہے آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک.... ابراہیمؑ کی امت پہلے سے موجود تھی۔ اس امت کا آخری فرد ہے ابو طالبؑ جو اپنے عہد میں پوری امت بن گیا... ابو طالبؑ ایک اُمت ہیں اور اس امت میں محمدؐ پیدا ہوئے۔ تو اگر کہہ دیا! مومن ہے تو کیا ہوا، مسلم ہے تو کیا بات ہے، پوری امّت مسلم ہے... اگر کہہ دیا ابو طالبؑ متقی... تو نہ معلوم کتنے متقی گزر

گئے... چودہ صدیوں میں ابوطالبؑ اور ہر متقی برابر...! ایسا انعام دیں گے.. ایسا تحفہ دیں گے، ایسا award دیں گے جس تک پہنچنے کے لئے لکھ دیا. نوحؑ محسنین...

سلامٌ علیٰ نوحٍ کذالک نجزی المحسنین (سورۂ صافات)

ہم اس کو جزا دیں گے وہ محسنین میں تھا... موسیٰؑ و ہارونؑ... سلامٌ علیٰ موسیٰؑ و ہارونؑ ...ان پہ سلام، یہ محسنین میں تھے... سلامٌ علیٰ آلِ یٰسین... یہ محسنین میں تھے، یا نوحؑ کو کہا محسنین میں تھے، یا ابراہیمؑ کو کہا یا موسیٰؑ، ہارونؑ کو کہا یا آلِ یٰسینؑ کو کہا... اب کسی اور کا نام قرآن میں آپ دیجئے... موسیٰؑ کو محسن کہا، ہارونؑ کو محسن کہا، یا ابراہیمؑ کو محسن کہا یا نوحؑ کو کہا یا آلِ یٰسین کو کہا... اب امت میں اگر کوئی محسن کا دعویدار ہے... کہ میں اللہ کا محسن ہوں... تو وہ موسیٰؑ بنے... اور کہے مَیں موسیٰؑ جیسا، کہے مَیں ہارونؑ جیسا... کہے مَیں ابراہیمؑ جیسا... کہے مَیں نوحؑ جیسا... لیکن پیغمبرؐ جسے کہہ دیں کہ... مَیں موسیٰؑ جیسا، علیؑ ہارونؑ جیسا. تو پیغمبرؐ بھی اللہ کے محسن، علیؑ بھی اللہ کے محسن... یہ تو طے ہو گیا اب معاملہ رہ گیا ابوطالبؑ کا... تو اللہ نے کہا...!

اَلَم یَجِدکَ یَتِیماً فاوٰی

تم یتیم تھے ہم نے ابوطالبؑ کو تمہارا سرپرست بنایا... جو محمدؐ جیسے محسن کا سرپرست بنے... تو آیت تو ابھی باقی ہے...

اِنَّ اللّٰہَ اصطفیٰ آدمؑ و نوحَ وَ علیٰ ابراہیمَ وَ علیٰ عمرانَ علی العالمین (سورۂ آلِ عمران)

....آپ نے کہا تھا محمدؐ.. مصطفیٰؐ.. آپ کو یاد ہے نا... اصطفیٰ کے معنی ہیں چُن لینا.. اب پھر اس عمل کو دیکھئے ایک ایک بیٹے سے کہا کون محافظ بنے گا، محمدؐ بھی چپ ہیں، جب ابوطالبؑ نے کہا مَیں بنوں گا سرپرست... تو پوتے کی طرف دیکھا... پوتا تھا مصطفیٰؐ

..مصطفٰؐ نے خود ابوطالبؑ کو چُنا اپنی پرورش کے لئے..ابوطالبؑ وہ ہے جس کو مصطفٰیؐ...
مصطفٰیؐ بناتا ہے..محمدؐ نے انتخاب کیا..اپنی سرپرستی کے لئے ابوطالبؑ کو..ابوطالبؑ ایسا
مصطفیٰؐ ہے جسے مصطفیٰؐ مصطفیٰ مانتا ہے....جب اللہ نے محسن بنادیا، مصطفٰیؐ بنادیا اور ان
کے احسان کو بالا رکھا..تو اب ایمان کی کیا بحث ہے؟

اور پھر آنے والی تقریروں میں آپ کو بتائیں گے کہ قرآن میں چار مقامات پر لفظِ
محسن آیا اور محسن کے تین معنی لکھے گئے کہ قرآنی مفہوم محسن کے..ایک یہ کہ نیکی کرنے
والا، عام نیکی اور خاص نیکی کرنے والا، دوسرے معنی یہ کہ اپنے عمل کو سجا کر پیش کرنے
والا اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ وہ توحید کا پرستار ہو، موحّد قرآن میں محسن کے معنی ہیں جو
توحید کو مانتا ہو، اللہ کو ایک مانتا ہو، اللہ نے ابوطالبؑ کو محسن بنایا...صِرف مومن نہیں
بنایا...محسن اس لئے بنایا کہ لفظِ محسن میں توحید بھی تھی، نبوت بھی تھی، عدل بھی تھا،
امامت بھی تھی اور قیامت بھی تھی۔

مسلمان کیا جانیں کہ محسن کیا، احسان کیا؟ کون کرے اتنی ریسرچ...!ان کی تو
زندگیاں اس میں گذر گئیں لا اِلٰہ الّا اللّٰہ .. پاکستان کا مطلب کیا؟لا اِلٰہ الّا
اللّٰہ ....قرآن میں آیا ہے...؟ارے!مفہوم ہی بدل گئے پچاس برس میں لا الٰہ کے،
لا الٰہ کے کیا معنی ہیں؟ یہ جو ہو رہا ہے.... گولڈن جوبلی...لا الٰہ کے معنی پاکستان کی
گولڈن جوبلی...!یہ ہے لا الٰہ کے معنی، آپ ذرا بتایئے، قرآن کیا کہہ رہا ہے لا الٰہ کے
معنی...اگر لا الٰہ کے معنی پاکستان ہے تو ابوطالبؑ نے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا تھا اس
لئے وہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ ہے پاکستان کی سمجھ۔

اگر آپ یہ راز بتادیں کہ آپ کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ اللہ کو آپ مانتے ہیں، نبیؐ کو
آپ مانتے ہیں، علیؑ کو آپ مانتے ہیں...سارے آئمہؑ کو مانتے ہیں، سب کچھ مانتے

ہیں آپ...توحید مانتے ہیں، قیامت مانتے ہیں، امامت مانتے ہیں، نبوتؐ مانتے ہیں، سب کچھ مانتے ہیں..پھر آپ کافر....!

نماز آپ پڑھتے ہیں، روزہ آپ رکھتے ہیں، حج آپ کرتے ہیں، فطرہ آپ دیتے ہیں، جہاد آپ کرتے ہیں...کرتے تھے، کرتے رہیں گے اس کے بعد بھی آپ کو کافر کہتے ہیں...یعنی اسلام کے سارے ارکان پر آپ عمل کرتے ہیں پھر کافر....ارے بھئی اس شریعت بل کو نہیں مانتے آپ...اس لئے کافر۔

اب پتا چلا کہ ابوطالبؑ اس لئے کافر کہ وہ ابوطالبؑ کے سامنے ہوئے ہی نہیں تھے، کہ ابوطالبؑ ان پر بھی عقیدہ رکھتے...ابوطالبؑ نے اللہ کو مانا..محمدؐ کو مانا....لیکن علیؑ کو بلافصل مانا...ابوطالبؑ پر غصہ یہ ہے کہ ابوطالبؑ نے شریعت بل نہیں مانا..... شریعت بل کون؟ بھئی یہ والا شریعت بل تو تھا نہیں ابوطالبؑ کے دور میں لیکن شریعت بل کا کوئی تسلسل تو رہا ہوگا نا ابوطالبؑ کے دور میں...یوں سمجھ لیجئے شریعت بل کا کوئی جَد تو رہا ہوگا ابوطالبؑ کے دور میں جس کو ابوطالبؑ نے کبھی نہیں مانا...اپنی بزم سے محمدؐ دشمنی پر ہمیشہ جوتے مار کر نکالا...نماز پڑھ رہے تھے کعبے میں غلاظت لا کر ڈال دی...حضورؐ پر اور اسی طرح جیسے دروازہ میں داخل ہوئے تو ابوطالبؑ کی نظر پڑی..کہا! بھتیجے کس نے یہ حال کیا؟ کہا! ابوجہل نے...حمزہؑ کو آواز دی...بیٹے عبدالمطلبؑ کے دوڑے...دو تین بھائیوں کو لے کر ابوطالبؑ آ گئے وہاں پر اور کہا جانے نہ پائے پکڑ لو ابوجہل کو ایک شانا حارث نے پکڑ لیا اور ایک حمزہؑ نے...دونوں شیر تھے...یعنی اگر حمزہؑ کو سب سے چھوٹا مانیں اور حارث کو سب سے بڑا....تو حارث کے معنی بھی شیر ہیں اور حمزہ کے معنی بھی شیر...اگر عبدالمطلبؑ کے گھر میں لفظِ حارث ہو تو شیر ہو نام اصل میں حرث تھا تاریخ حارث لکھنے لگی،...اگر یہ لفظ گھر سے باہر نکل جائے تو مسلمؑ کے بچوں کا

قاتل ہوگا.. یا پھر مرحب کا بھائی ہو جاتا ہے حارث...اور یہاں رہے لفظ تو شیر...تو یہ تو ہاشمی شیر ہیں، پکڑ لیا شانا....پھر کہا محمدؐ یہی غلاظت اس کے چہرے پر مل دو۔

ذرا آپ غور کیجئے، یعنی یہ ہے شجاعت ابوطالبؑ کی...کانپتے تھے لوگ جب تک ابوطالبؑ تھے یہی وجہ تھی کہ جس سال انتقال ہوا، اللہ نے وحی کی...اب مکہ میں آپ کا سرپرست نہ رہا اس لئے آپ ہجرت کر جایئے...یعنی اللہ سمجھتا تھا کہ اب قتل کر دیا جائے گا...تقریر ختم ہوئی کل انشاء اللہ تسلسل سے گفتگو ہوگی۔ جملہ دے رہا ہوں سوچتے رہئے گا کل اس پر گفتگو کریں گے۔ کہ ہجرت کی رات چالیس قبیلے یکجا ہو گئے محمدؐ کے قتل پر...ابوطالبؑ کی زندگی میں ایسا plan کیوں نہیں بن پایا...؟ کیا اس کو یوں نہ کہوں کہ چالیس قبیلوں پر ابوطالبؑ کی شجاعت بھاری تھی۔

لیکن جب نبیؐ نکلے ہیں مکہ سے، مُڑ مُڑ کر مکّہ کو دیکھتے جاتے ہیں، روتے جاتے ہیں، آنسو محمدؐ کے بہتے جاتے ہیں....کہتے جاتے ہیں کہ جانے ہم پھر کب اس شہر کی طرف آئیں گے؟ لیکن ایک جملہ کہوں گا..! یا رسولؐ اللہ..ایک ہجری میں آپ نکلے تھے اس شہر سے...دس ہجری میں آپ پھر واپس آئے اور آپ نے مکہ کو پھر دیکھا....اور آپ اپنے شہر میں شاہانہ انداز سے آئے اور یوں داخل ہوئے کہ چودہ ہزار کا لشکر آپ کو تلواروں کے سائے میں لیے ہوئے آیا، لیکن ۲۸ رجب کو آپ کا نواسہ حسینؑ...گیا تو مدینے واپس آنا نصیب نہ ہوا..صغراؑ انتظار کرتی رہی کہ میرے بابا کب آئیں گے۔

مختصر سی روایت ہے...انیسؔ نے بھی نظم کیا، مقتل میں ہے..............جو کتاب ہے مقتل کی اس میں لکھی ہے یہ روایت اور بھی مقتل نگاروں نے لکھا ہے کہ جب کربلا میں سیاہ آندھی اُٹھی اور زمینِ کربلا ہلنے لگی، آفتاب کو گہن لگا...اور یزید کے لشکر میں باجے بجنے لگے... یہ وہ وقت تھا جب خیمہ کا پردہ اُلٹ کر زینبؑ باہر آئیں تو...مقتل

نگاروں نے لکھا! کہ کربلا کے ایک درخت پر چار کبوتر بیٹھے تھے... حسینؑ سلیمانؑ کی طرح پرندوں کے بھی بادشاہ تھے. فخرِ سلیمانؑ تھے حسینؑ، چرند و پرند کے بھی بادشاہ تھے حسینؑ... کہتے ہیں کہ جب ان کبوتروں نے وہ منظر دیکھا.. تو آپس میں رونے لگے اور رو کر انہوں نے یہ کہا کہ اب ہم اپنا فریضہ ادا کریں وہ چاروں پرندے اُڑتے ہوئے چلے اور وہاں پر آئے جہاں حسینؑ کی کٹی ہوئی گردن کا لہو... بہہ رہا تھا چشمے کی طرح، چاروں کبوتروں نے اپنے پر ڈال کر لوٹنا شروع کیا.. سفید کبوتر، لہو سے لال ہو گئے، آپس میں چاروں نے کچھ کہا اور چار سمتوں کو وہ اُڑ گئے۔ ایک کبوتر کی روایت پڑھ کر تھوڑی سی دوسرے کبوتر کی پڑھوں گا... چونکہ صغراؑ کا ذکر کیا... ایک کبوتر اڑتا ہوا شام کی جانب چلا... جب آدھے راستے میں پہنچا تو ایک باغ میں قیام کیا، ایک درخت پر بیٹھا، یہ وہ باغ تھا جو یہودی کا باغ تھا، اس کی ایک ہی بیٹی تھی... وہ اتنی علیل تھی کہ پورا جسم اس کا سفید تھا اور اندھی تھی، نظر کچھ نہ آتا، اپاہج تھی، پیروں سے چل نہ پاتی... جب وہ باغ میں آتا تو بیٹی کو اٹھا کر لاتا اور ایک درخت کے نیچے ڈال دیتا، جب اپنا کام ختم کرتا تو شام کو پھر اٹھا کر لے جاتا، یہودی اپنے باغ میں تھا اور اس کی بیٹی اس درخت کے نیچے تھی کہ اچانک اس کے کان میں ایک پرندے کی آواز آئی... اس یہودی کی بیٹی نے آواز جب سنی تو اس کا دل تڑپ گیا، اس لئے کہ پرندہ فریاد کر رہا تھا، اس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ یہ تڑپ گئی... کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اس کی صورت پر... آنکھ پر ایک قطرہ گرا... اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے ملا تو اس کو کچھ خوشبو سی آئی... جب آنکھ پر ملا تو اس کی آنکھ میں کچھ روشنی آئی، اسے کچھ نظر آیا... چند قطرے اور گرے، وہ جسم پر ملتی جاتی... اور صحت یاب ہوتی جاتی، اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور آواز دی اے پرندے یہ تو بتا تیرے پروں میں کس کا لہو ہے... یہ کہتا ہوا پرندہ اڑ گیا... یہ زہراؑ کے لعل... حسینؑ کا

لہو ہے، یہ نبیؐ کے نواسے حسینؑ کا لہو ہے۔ پرندہ اُڑ گیا جب یہودی آیا تو اس نے کہا یہاں میری بیٹی بیمار تھی، مجھ کو بتا تو کون ہے، کہا مَیں ہی تیری بیٹی ہوں، کہا تو تو اچھی خاصی ہوگئی، صحتیاب ہوگئی۔ کہا ایک پرندہ یہاں بیٹھا ہوا تھا اس کے پروں سے لہو برس رہا تھا، وہ یہ کہہ کر اُڑا کہ زہراؑ کے لعل کا لہو میرے پروں میں ہے، محمدؐ کے نواسے کا لہو ہے... یہودی کہنے لگا کہ یہ تو مسلمانوں کے بہت بڑے نبیؐ کا نام ہے... اس کا ایک نواسہ تھا جو مدینہ میں رہتا تھا... وہ مارا گیا۔ تب ہی تو مَیں کہوں کہ یہ آندھیاں کیسے آئیں؟ یہودی مسلمان ہوگیا، بیٹی مسلمان ہوگئی۔

حسینؑ کا لہو تبلیغ کرتا چلا... یہاں تو حسینؑ کے لہو نے تبلیغ کی اور ایک کبوتر اُڑتا ہوا مدینہ پہنچا... سب سے پہلے نبیؐ کی قبر پر گیا اور قبرِ نبیؐ کا طواف کیا اور اپنی زبان میں کہتا..! یا رسولؐ اللہ... سُنانی یہ لایا ہوں، آپ کا نواسہ حسینؑ مارا گیا.... ایک عورت نے اُمِ سلمٰی سے کہا ایک پرندہ آیا ہے اس کے پروں سے لہو ٹپکتا ہے... وہ قبرِ نبیؐ کا طواف کرتا ہے... صغراؑ نے کہا! نانی فوراً چلو... نانا کے مزار پر... جب بیٹی وہاں پہنچی اور پرندے کو اُڑتے دیکھا تو یہ کہہ کر نانی سے لپٹ گئی.. نانی! اس کے پروں سے بابا کی خوشبو آتی ہے.... اس کے پروں سے میرے بابا کی خوشبو آتی ہے۔
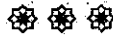
چوتھی مجلس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

احسان اور ایمان کے موضوع پر کل کی مجلس میں آغازِ کلام میں سورۂ لقمان کی ابتدائی تین آیات مَیں نے تلاوت کی تھیں۔

الم۔ تلک آیات الکتاب الحکیم۔ ھدیً وّ رحمۃ للمحسنین (سورۂ لقمان)

الم...! یہ قرآن حکیم کی چند آیات ہیں اللہ کی ہدایت اور رحمت محسنین کے ساتھ ہے۔ احسان کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ محسنین کا لفظ قرآن میں ۳۴ مرتبہ آیا ہے اور احسان کا لفظ چھ مرتبہ، محسن کا لفظ قرآن میں چار مرتبہ آیا ہے۔ جس طرح احسان کا لفظ قرآن میں چھ مرتبہ آیا ہے اسی طرح احسانا کا لفظ بھی قرآن میں چھ مرتبہ آیا ہے اور ایک آیت ایسی ہے کہ جو چار بار قرآن میں آئی ہے لفظِ احسانا کے ساتھ۔ سورۂ عنکبوت... مکڑی والا سورہ، اس میں ایک آیت میں ارشادِ الٰہی ہے... والّذین جاھدو.... جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں... انّ اللّٰہ لمعَ المحسنین... جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں وہ محسنین ہیں اور اللہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہے۔ (آیت ۶۹۔ سورۂ عنکبوت)

اللہ ان کے ساتھ ہے جو مجاہدہ کرتے ہیں، مجاہدہ کی تعریف قرآن میں یہ ہے کہ

ضروری نہیں کہ وہ تلوار لے کر ہی جہاد کرے بلکہ قرآنی مفہوم جہاد... مفہومِ مجاہدہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب تک حیات رہے ہر باطل قوت سے مجاہدہ کرتا رہے۔ مومن کا کام ہے بدی سے، برائیوں سے، باطل سے، کفر سے، ....سے مجاہدہ کرنا۔ مجاہدے کا طریقہ قرآن میں یہ بتایا کہ وہ قوتیں جو اسلام کی مخالف ہوں، جو اللہ کی اور توحید کی مخالف ہوں، ان کے رسم و رواج سے مجاہدہ کرو... ان کی تہذیب سے مجاہدہ، ان کے تمدّن کے خلاف مجاہدہ، ان کی بری عادتوں کے خلاف مجاہدہ... اس کو کہتے ہیں مجاہدہ اور جو ایسے مجاہدہ کرتا ہے تو اللہ کہتا ہے وہ ہماری راہ میں جہاد کر رہا ہے اور جب وہ ہماری راہ میں جہاد کر رہا ہے تو چاہے انہوں نے تلوار اٹھائی ہو یا نہ اٹھائی ہو ایسے لوگ اللہ پر احسان کرتے ہیں۔

ہم ان کو محسنین کہتے ہیں اور ہم ہر وقت ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اب آپ دیکھئے کہ..! "مَعَ" مع المحسنین ...یعنی اللہ ان کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی آپ اگر اللہ کے ساتھ کسی کا نام جوڑ دیں... دُنیا اُسے شرک کہتی ہے لیکن اللہ اپنا نام خود جوڑ رہا ہے، لکھ رہا ہے محسنین کے ساتھ۔ یعنی اللہ یہ نہیں کہہ رہا کہ محسنین میرے ساتھ ہیں... لکھ رہا ہے مَیں محسنین کے ساتھ ہوں... کوئی کہے کہ یہ شرک ہے... اللہ پر الزام لگا دے کہ یہ شرک ہے۔ اللہ نے اپنے کو محسنین سے متصل رکھا ہے، بالکل قریب رکھا ہے، ساتھ ساتھ، بلا فصل مَیں محسنین کے ساتھ ساتھ ہوں، یعنی انہیں تنہا نہیں چھوڑتا، مَیں ہر وقت ان کے ساتھ رہتا ہوں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔

یہ مجاہدہ کہ جو اللہ کے دشمن، اللہ کے دین کے دشمن ہوں ان کی بُری رسمیں، ان کے بُرے رواج، ان کی تہذیب، ان کے تمدّن، ان کی معیشت، ان کی معاشرت ہر چیز کا

دشمن ہو جائے وہ ہے اللہ کا محسن ....! وہ اللہ پر احسان کرتا ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ میرے دادا عبدالمطلبؑ نے اور میرے چچا ابو طالبؑ نے تین چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا۔

ایک بُت پرستی، ایک شراب پینا اور ایک جوا کھیلنا... یعنی اس وقت کفر کی دنیا میں یہ تین چیزیں عام تھیں، یعنی ان کی معاشرت، ان کی تہذیب، ان کے تمدن میں، عرب کے کافروں میں بت پرستی، شراب اور جوا عام تھا۔ ابو طالبؑ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا...

"والّذین جاھدُو"

اللہ کی راہ میں ابو طالبؑ جہاد کر رہے ہیں، جب ابو طالبؑ نے جہاد کیا تو اللہ نے آواز دی...! مع المُحسنین ..مَیں محسنین کے ساتھ ساتھ ہوں۔ ابو طالبؑ نے تاحیات مجاہدہ کیا اور عرب کے کافروں سے مجاہدہ۔ ہم کو نہیں ملتا کہ ابو طالبؑ نے کبھی تلوار نکالی ہو لیکن ابو طالبؑ کا جہاد جاری تھا اور مجاہدے کی تعریف میں یہ ہے کہ وقت مقرر نہیں ہے مجاہدے کا بلکہ تفسیر میں تعریفِ مجاہدہ یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک لمحے کے لئے بھی اس مجاہدے سے محسن غافل نہ ہو...! وہ ہے اللہ پر احسان کرنے والا۔ کیا ابو طالبؑ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا بھی ملتا ہے کہ جب ابو طالبؑ مجاہدے سے غافل ہو گئے ہوں۔ ابو طالبؑ کی پوری حیات اس بات پر شاہد ہے کہ جو کچھ تاریخ میں ملتا ہے ابو طالبؑ کے لئے وہ سب کا سب پیغمبرؐ کی نصرت میں لمحہ گزر رہا ہے۔

دیکھئے میں نے بڑی عجیب بات کہی ہے، مَیں ہمیشہ کہتا ہوں کہ یہ ریسرچ کے جملے ہوتے ہیں...کوئی تاریخ میں یہ دکھا دے کہ ابو طالبؑ میلوں میں مصروف ہیں، کھیلوں میں جا رہے ہیں، تماشہ دیکھنے جا رہے ہیں۔ وہ یہ دکھا دے کہ ابو طالبؑ بیکار بیٹھے

ہوئے لوگوں میں فضول غیبت کر رہے ہیں۔ عرب والوں کے مشغلوں میں حصّہ لے رہے ہیں۔ گھڑ دوڑ ہو رہی ہے تو اس میں حصہ لے رہے ہیں، مَیں کیا کیا بتاؤں...! عرب والے اپنی بچیّوں کو زندہ دفن کر رہے ہیں۔

مَیں پہلے ان کے کام گنا دوں تا کہ آپ کو یہ اندازہ ہو جائے کہ ابو طالبؑ کی زندگی میں جو کافروں کے کام ہیں ان میں سے کوئی ایک کام ابو طالبؑ کی زندگی میں ملتا ہے یا نہیں...؟ اس نظر سے ذرا سوچیے کہ جب ان کی رسمیں آتی ہیں بت پرستی کی اور جب وہ بتوں پر قربانیاں دیتے ہیں تو کیا تاریخِ ابنِ ہشام سے لے کر طبری، بخاری اور مسلم تک کسی محدث، کسی مؤرخ نے یہ لکھا کہ کسی دیوی کے قدموں میں ابو طالبؑ نے کوئی بکرا کاٹا...؟ ایک روایت دکھاؤ۔

لوگ لات و منات کے پاس جا رہے ہیں، ہُبل کے پاس جا رہے ہیں کبھی کسی ایک بت کے پاس ابو طالبؑ کبھی پھٹکے، ایک روایت دکھا دو...! دیکھیے عجیب کفر ابو طالبؑ کو دیا گیا یعنی ثبوت نہیں ملتا کہ کبھی کسی بت کے آگے جھکے ہوں، اس کا بھی اقرار ہے مسلمانوں کو، اپنی کتابوں میں کہ کبھی بت کے آگے نہیں جھکے...نہیں ہے کتابوں میں روایت نہ تاریخ میں نہ حدیث میں کہ لات، منات، عُزّیٰ ہُبل...کس کے پاس جاتے تھے..؟ پھر بھی کافر، پھر بھی مشرک۔

ان کی بری عادتوں میں، جوئے خانے کھلے ہوئے تھے، ایک روایت نہیں ملتی کسی جوئے خانہ سے نکلتے ہوئے ابو طالبؑ کو دیکھا گیا ہو، کبھی شراب پیتے ہوئے ابو طالبؑ کو دیکھا گیا ہو...یعنی..ان کی بری عادتوں کے خلاف یہ بھی جہاد ہے کہ بری عادتوں کے خلاف ان عادتوں کو اپنے اوپر حرام کر کے احتجاج کیا جائے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو مَیں نہیں کرتا۔ تم بت پرست لیکن مَیں بت پرست نہیں، تم شرابی لیکن مَیں شرابی

نہیں۔ تم جواری لیکن مَیں جواری نہیں۔ غور کر رہے ہیں نا آپ۔

کہیں نہیں ملتا، طبری میں نہیں ملتا، طبقات ابن سعد میں نہیں ملتا، تاریخِ ابنِ ہشام جو پہلی تاریخ کی کتاب ہے اس میں بھی نہیں ملتا تو پھر کیسے مان لیں۔ تو پھر قرآن کی آیت مانو..! اللہ کی بات مانو کہ وہ مجاہدہ کر رہے تھے اللہ کی راہ میں۔ اللہ ان کے ساتھ تھا، وہ محسن تھے، اللہ کے محسن تھے۔ وہ احسان کر رہے تھے جہاد کر کے۔ اور جب شرط یہ ہے کہ تلوار سے نہ ہو تو تلوار سے ہو کیسے؟ تلوار سے ابو طالبؑ جہاد کرتے کیوں؟ اس لئے کہ مکّہ کی تیرہ سالہ زندگی میں پیغمبرؐ کو تلوار سے جہاد کا جب حکم ہی نہیں ملا...!

ابو طالبؑ کی وفات کے بعد جہاد مدینہ میں شروع ہوا۔ تو پیغمبرؐ کا جو طریقہ مکّے میں جہاد کا تھا، جو جہاد رسولؐ کر رہے ہیں وہی جہاد ابو طالبؑ کر رہے ہیں۔ ہاں! اسلام آنے سے بہت پہلے... قرآن نازل ہونے سے بہت پہلے.. ابو طالبؑ کی ایک جنگ ملتی ہے۔ اس جنگ کا تعلق اسلام سے نہیں ہے، عربوں نے آپس میں کچھ قبیلوں نے معاہدے آپس میں کئے تھے جس میں سے آدھے قبیلے ایک طرف، آدھے قبیلے دوسری طرف اور ان قبیلوں میں لڑائی ہوگئی، اس کو کہتے ہیں... ''جنگِ فجار''... اس میں ایک گروہ بنی ہاشمؑ سے معاہدہ کئے ہوئے تھا وہ گروہ کہتا تھا معاہدے میں کہ اگر بنی ہاشمؑ پر کوئی حملہ کرے تو ہم بنی ہاشمؑ کا ساتھ دیں گے اگر ہم پر حملہ ہو جائے تو بنی ہاشمؑ ہمارا ساتھ دیں۔ اب ضرورت نہیں کہ کسی مستند تاریخ کا حوالہ دیا جائے، جب معصومؑ کا نام آجائے تو بس کافی ہے۔

حضورؐ اکثر اپنے اصحاب کے پاس بیٹھ کر جب اپنے بچپن کے حالات سناتے تو اصحاب بھی دلچسپی سے سنتے اور کبھی کبھی حضورؐ مسکرا مسکرا کر اپنے بچپن کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ تاریخِ ابنِ ہشام اگر آپ پڑھیں تو اس میں حضورؐ کے بچپن کے سارے

واقعات خود حضورؐ کی زبانی موجود ہیں۔ اس میں یہ بھی روایت ملے گی کہ حلیمہ نے چاہا کہ نہلانے کے لئے کپڑے اتاریں۔ حضورؐ نے منع کر دیا حالانکہ چار برس کے تھے، کہا نہیں مَیں کپڑے نہیں اتاروں گا۔

اس میں یہ روایت بھی ہے کہ حضورؐ پانچ برس کے تھے بارش ہوئی کعبہ بہہ گیا۔ قریش نے چندہ کیا، کعبہ پھر سے تعمیر ہونے لگا، عبدالمطلبؑ کے سارے بیٹے معمار بن کر کعبہ کی دیواریں اٹھانے گئے تھے، کیوں نہ اٹھاتے ابراہیمؑ کے وارث تھے۔ پہلی اینٹ تو وہی رکھیں گے۔ تو حضورؐ نے کہا! ہم بھی ساتھ چلیں گے، ہم چچا کے ساتھ چلے گئے ہمارے چچا اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیواریں اُٹھا رہے تھے ہمارا بھی دل چاہا کہ ہم بھی چچا کی مدد کریں تو ہم نے اپنے دامن میں اینٹیں بھر لیں۔ یہ حضورؐ خود سنا رہے ہیں اپنے بچپن کے حالات... غرض اینٹیں اٹھا لیں لیکن جب ہم نے چاہا کہ دامن کو اُٹھائیں تو میرے دل میں کسی نے پکار کر کہا! محمدؐ دامن نہ اٹھاؤ... مَیں نے اینٹیں پھینک دیں.... اب یہ حضورؐ سنا رہے ہیں یہ عصمت ہے، حضورؐ خود اپنی عصمت بتا رہے ہیں کہ بچپن سے مَیں نبیؐ تھا. میرا بچپن نبوت میں گزرا یعنی حضورؐ خود اپنے بچپن کے حالات و واقعات سنا کر یہ بتا رہے ہیں کہ میرے بعد یہ نہ لکھنا کہ چالیس میں نبوت آئی۔

میں بچپن سے نبیؐ تھا اور بات شروع ہی یہیں سے کرتے تھے کہ جب آدمؑ ... مأوتیین میں تھے اس وقت بھی مَیں نبیؐ تھا۔ اپنے اصحاب کو سناتے تھے کہ یہی محدثین بنیں گے تو میرے بچپن کے حالات سنو! اسی میں سناتے سناتے ایک دن حضورؐ نے اپنے بچپن کا یہ واقعہ بھی سنایا... کہتے ہیں کہ مَیں پانچ برس کا تھا کہ جنگِ فجار چھڑ گئی اور میرے سارے چچا جنگ پر جانے لگے اس وقت لڑائی تیر و کمان کی تھی۔ میرے تمام چچاؤں کے ہاتھ میں کمانیں تھیں اور پشت پر ترکش تھے جس میں تیر بھرے ہوئے تھے

جب چلنے لگے... یہ پوری لڑائی جو ہوئی ہے جنگِ فجّار اس لڑائی کے سپہ سالار ابو طالبؑ تھے.. فرماتے ہیں حضورؐ کہ جب زرہ بکتر پہن کر، سپاہی بن کر میرے چچا ابو طالبؑ گھر سے باہر نکلنے لگے تو دروازے پر مَیں اپنے چچا کے قدموں سے لپٹ گیا.. بھئی بچہ جو ہوتا ہے، چھوٹا سا ہوتا ہے نا.. اگر جوان بیٹا ہو تو سینے سے لپٹے گا اور چھوٹا سا بیٹا ہو تو باپ کے قدموں سے لپٹتا ہے... یہ محبت کی دلیل ہے۔ اس کو بچہ کی طرح پالا ہے باپ بن کر۔ محمدؐ کہتے ہیں ہم نے ضد کی.. کہا! چچا ہم بھی چلیں گے۔ چچا نے منع کیا تو مَیں قدموں سے لپٹ گیا، کہا! چچا مجھے لئے بغیر نہ جایئے... اب جہاں اتنی محبت ہو، چچا نے بھتیجے کو گود میں اٹھا لیا اور کہا اچھا ہم لے چلیں گے۔

تو جب حضورؐ یہ سنائیں تو کیوں نہ مَیں یہ جملہ کہہ دوں کہ.. ابو طالبؑ کو کافر کہنے والو! آؤ مکہ میں دیکھو... نبوتؐ ابو طالبؑ کے قدموں سے لپٹی ہوئی ہے ... یہ ہے مرتبۂ ابو طالبؑ۔ تو اب پتہ چلا کہ وہ محسنین میں سے ہے وہ اللہ پر احسان کر رہا ہے اور جو اللہ پر احسان کرے اللہ اس کے ساتھ ساتھ ہے... یہ محمدؐ قدموں سے نہیں لپٹے... اللہ ساتھ ساتھ ہے۔

میرے چچا مجبور ہو گئے اور مجھے لے کر گئے... جب لڑائی چھڑی تو میرے سارے چچا کمانوں میں تیر جوڑ کر پھینک رہے تھے چچا پھینک رہے ہیں تیر... کہا عجیب لڑائی تھی.. حضورؐ فرماتے ہیں عرب کی پہلی لڑائی مَیں نے پانچ برس کی عمر میں دیکھی۔ جنگِ فجّار... تو اب خود فرماتے ہیں کہ جہاں جہاں میرے چچا کمانوں کو لے کر... گھٹنوں کو ٹیک کر چلّۂ کمان کو کان تک کھینچتے تو بس میرا کام یہ تھا کہ پوری لڑائی میں مَیں دوڑ دوڑ کر ادھر ابو طالبؑ کا تیر چلا، پیچھے سے اٹھا کر دوسرا تیر دیتا... تیسرا تیر دیتا... چوتھا تیر دیتا... چچا نے مُڑ کر نہیں دیکھا کہ تیر لینا پڑے... اس سے پہلے کہ تیر جائے، مَیں تیر

دے دیتا.. جس لڑائی میں محمدؐ اپنے ہاتھ سے ابوطالبؑ کو تیر دیں وہ تیر خطا کیسے کر سکتے ہیں...؟

اُن مبارک ہاتھوں سے تیر جا رہا تھا ابوطالبؑ کے ہاتھ میں...اب ایک منظر دکھاتا ہوں آپ کو... تین سو تیرہ بدر میں تھے، جب پہلا حملہ ہوا... کہتے ہیں کہ ایک عریشہ بنایا تھا نبیؐ نے، بلند ترین.. فوج کے اوپر اور اس پر آپؐ چڑھے ہوئے تھے اور ہاتھ میں بدر کے دن کمان تھی، کمان کی ڈوری کمان میں لپٹی ہوئی تھی اور جب پہلے حملے کا حکم دیا نبیؐ نے تو تین سو تیرہ کے ہاتھ میں کمانیں تھیں اور سب کو تیر دے کر کہا کہ کمانوں میں تیر جوڑ لو... چلّے کو کھینچ لو اور جب مَیں تیر ہاتھ سے لے کر اشارہ کروں تو سب کے تیر چل جائیں۔ یہ پہلا حملہ کافروں کے لئے بھگدڑ کا سبب بنا کہ جب اتنے تیر چلے...تین سو تیرہ تیر...اور نبیؐ نے کمانڈ command کی اور تیر چلے تو کیا آج مَیں بدر کی صبح مسلمانوں کے نبیؐ سے پوچھوں کہ اَے اللہ کے محبوب! تیر چلانا کس سے سیکھا...؟

انّ اللّٰہ لمعَ المحسنین

اللہ محسنین کے ساتھ ساتھ ہے مجاہدے میں... والّذینِ جاھَدُو...جب وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو کیا میں کہہ دوں کہ فجّار کی ابوطالبؑ کی لڑائی بدر کی لڑائی میں منتقل ہوگئی... بدر کی لڑائی کا ثواب ابوطالبؑ کو ملا...اس لئے کہ مجاہدہ جاری تھا۔ مجاہدہ ابوطالبؑ کا جاری تھا... بدر تک جاری تھا، اُحد تک جاری تھا، خندق تک جاری تھا، خیبر تک جاری تھا...حنین تک جاری تھا.... جملہ کہہ دوں تو یہ نہ سمجھئے گا کہ مبالغہ ہے... اُحد کی لڑائی میں شیبہ نے ابوعبیدہؓ ابنِ حارث ابنِ عبدالمطّلبؑ یعنی عبدالمطّلبؑ کے پوتے کی ٹانگ کاٹ دی...شیبہ کو حمزہؑ اور علیؑ نے قتل کر دیا اور ابوعبیدہ کو حمزہؑ اور علیؑ اٹھا کر خیمہ میں لائے...دیکھئے ٹانگ کٹ چکی ہے، لہو بہہ رہا ہے اور اُسی دن شہادت ہوئی

...لمحہ ہے شہادت کا، جیسے ہی نبیؐ خیمے میں آئے نبیؐ کو دیکھ کر ابوعبیدہؓ نے کہا! کاش یارسولؐ اللہ اس وقت ابوطالبؑ ہوتے...!

مَیں نے کیا کہا کہ بدر ہو یا اُحد، خیبر ہو یا خندق ابوطالبؑ کا مجاہدہ جاری ہے اور اللہ ساتھ ساتھ ہے محسن کے... آیت پر نظر رہے... آنکھ میں آنسو آگئے نبیؐ کے، کہا! سچ کہا ابوعبیدہؓ، کیا یاد آیا؟ کہا یارسولؐ اللہ وہ دن یاد آرہا ہے کہ جب پہلے دن آپ نے اعلان کیا تھا قولو لا الٰہ کا تو ابوطالبؑ نے کہا تھا۔ اَے محمدؐ تمہارے گرد ہم بنی ہاشمؑ کٹ کٹ کر گرتے جائیں گے، لاشیں گرتی جائیں گی لیکن محمدؐ تم تک کافر کا ہاتھ نہ پہنچے گا... لاشیں گر رہی ہیں آؤ ابوطالبؑ دیکھو... یہ کہہ رہے تھے اور ابوعبیدہ کی روح پرواز کر گئی۔ حارث کے بیٹے کی روح جنت کو پرواز کر گئی، اس دن ابوطالبؑ کے لئے رسولؐ نے دُعائے خیر کی... یہ اُحد اور یہ خندق، مجاہدہ ابوطالبؑ کا جاری ہے خندق تک...!

عمرابن عبدِ وَد نے کہا... کیا نام ہے؟ کہا! علیؑ... باپ کا نام...؟ کہا! ابوطالبؑ۔ مَیں کیا کہہ رہا ہوں... جملہ کہہ دیا تو ثابت کر رہا ہوں... چونکہ جملہ کہہ دیا کہ ابوطالبؑ کا مجاہدہ بدر و اُحد و خندق و خیبر و حنین تک جاری ہے... تو ثابت کروں گا تب آگے بڑھوں گا۔

والّذینَ جاھدُو

اللہ کی راہ میں محسن جہاد کرتا ہے۔ ایسا محسن کہ مر گیا لیکن اس کا جہاد کربلا تک جاری رہا... جملہ پھر آگے بڑھ گیا... مَیں حنین پر رکا تھا لیکن اب صفّین بھی ہے درمیان میں... اب جمل بھی ہے درمیان میں... اب نہروان بھی ہے درمیان میں... اور ابوطالبؑ!! ہر جگہ ابوطالبؑ۔ کہا کیا نام ہے؟ کہا علیؑ... کہا باپ کا کیا نام ہے؟ کہا.. ابوطالبؑ۔ کہا واپس چلے جاؤ، تمہارے باپ سے میری دوستی تھی۔ علیؑ نے کہا سُن تو جھوٹا ہے کفر اور ایمان میں کبھی دوستی نہیں ہوتی۔

ابوطالبؑ کا مجاہدہ خیبر کا میدان مرحب نے کہا کون...؟ کہا! مَیں وہ ہوں جس کی ماں نے اُس کا نام حیدرؑر رکھا ہے، وہ واپس چلا.علیؑ نے بتایا کہ تیری ماں کاہنہ تھی..میری ماں فاطمہؑ بنتِ اسد مومنہ تھی کہ اُس نے خبر دی کہ تُو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا، ایسی خبر مومنہ دے سکتی ہے، بھئی سننا...ابوطالبؑ کا مجاہدہ خیبر تک جاری...فاطمہؑ بنتِ اسد نے میرا نام حیدرؑر رکھا..آپ کہیں گے اس میں ابوطالبؑ کہاں ہیں....؟ کہاں ہے ابوطالبؑ کا مجاہدہ...؟ یہ تو فاطمہؑ بنتِ اسد آگئیں، ابوطالبؑ کی زوجہ۔کبھی کبھی اگر زوجہ ہوتو شوہر کا نام بھی آتا ہے...بھئی شوہر کا نام دیکھا جاتا ہے...اگر زوجہ آجائے تو لوگ پوچھتے ہیں...شوہر کی اجازت سے آئی ہے؟ یا اپنی مرضی سے آئی ہے...شوہر کا نام ہر حال میں آتا ہے...زوجہ اپنے شوہر کی پہچان ہے۔حدیث پڑھ رہا ہوں.. سیدالساجدینؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پردادا ابوطالبؑ کیا کافر تھے؟

کہا! قرآن میں حکم آیا تھا کہ جن عورتوں کے شوہروں نے ایمان قبول نہیں کیا... اَے نبیؐ طلاق دلوادو...فاطمہؑ بنتِ اسد دعوتِ ذوالعشیرہ میں اعلان کر چکی تھیں کہ مَیں مسلمان ہوں، اگر ابوطالبؑ کافر تھے تو رسولؐ نے طلاق کیوں نہیں دلوائی...؟ مجاہدہ خیبر تک...! خیبر تک ابوطالبؑ کا مجاہدہ، ماں کا نام لے کر بتایا کہ باپ کو بھی پہچانو!!

اور حنین کا میدان...رسولؐ نے پہلی بار جنگ کی، حملہ کیا...پوری زندگی میں ایک بار حملہ کیا..نیزہ لے کر حملہ کیا...اور زندگی میں ایک شعر پڑھا، یہی شعر کہا زندگی میں.. کہا!

اَنَاالنَّبِیُ لَا کَذِب

اَنَا بُن عبدالمطّلب

مَیں اللہ کا نبیؐ ہوں، جھوٹا نہیں ہوں اور مَیں عبدالمطلب کا فرزند ہوں...!

حنین تک مجاہدہ... بلکہ کربلا تک ابو طالبؑ کا مجاہدہ، کفر کے خلاف، فاسق کے خلاف، ظلم کے خلاف... آیت یہی ہے سورۂ عنکبوت کی... اسی آیت کی تفسیر مسجدِ کوفہ میں علیؑ کر رہے تھے... سورۂ عنکبوت کی یہی آیت زیرِ بحث تھی اور بابِ مدینۃ العلم تفسیر کر رہا تھا... انّ اللّٰہ لمع المحسنین ...اللہ محسنین کے ساتھ ساتھ ہے کہ اچانک فرمایا! آگاہ ہو جاؤ... آگاہ ہو جاؤ، ہشیار ہو جاؤ... ہشیار ہو جاؤ کہ قرآن میں میرے بہت سے نام ہیں۔ اور تم بھٹک نہ جاؤ اس لئے تمہیں بتا دوں کہ قرآن میں میرا ایک نام محسن بھی ہے۔ یہ اس لئے بتایا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ... اس کے فوراً بعد یہ آیت پڑھی.... انّ اللّٰہ لمع المحسنین... اللہ محسنین کے ساتھ ساتھ ہے۔

دیکھئے..! عجیب بات ہے چار بار لفظ محسن آیا ہے، علیؑ محسن والی آیت پڑھتے اور کہتے اس آیت میں مَیں محسن ہوں... آیت پڑھی محسنین کی اور کہا میرا نام ہے محسن یعنی جمع والی آیت پڑھی کہ میرا باپ بھی محسن، دادا بھی محسن، میرا پردادا بھی محسن اور مَیں بھی محسن اور یہ حدیث علیؑ سے ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے پہلے اس کا نام رکھ دو کہ اولاد جب شکم میں آجائے تو نام رکھ دو اگر بیٹی ہو جائے تو اسی نام کو ذرا سا تبدیل کر کے بیٹی کا نام رکھ دو، بھئی ہو سکتا ہے اس میں کیا مشکل ہے... احمد نام رکھ دیا تو اس کو احمدی کہنے میں کیا حرج ہے۔ یعنی علیؑ کہہ رہے ہیں نام پہلے رکھو... وجہ بتائی کہا.. سنو!! اس لئے ولادت سے پہلے بیٹے یا بیٹی کا نام رکھو کہ اگر تم نے نام نہیں رکھا اور بچہ مر گیا تو محشر میں ماں باپ کا شکوہ کرے گا اور اگر نام رکھ دیا ہے تو چونکہ تم اس کے محسن ہو جاؤ گے تو تمہاری بخشش میں وہ بچہ کام آئے گا اور فوراً علیؑ نے کہا اسی لئے رسولؐ اللہ نے فاطمہؑ اور میرے بیٹے محسن کا نام پہلے ہی سے رکھ دیا تھا۔

اب ذرا غور کیجئے آپ کہ جب رسولؐ کو یہ معلوم ہے کہ حسنؑ کے معنی سب سے

خوبصورت یعنی کائنات کے حسن کا سب سے بہترین حصہ... حسنؑ کے معنی جس سے بہترین کوئی نہ ہو، حسینؑ... اللہ نے کہا میں قدیم الاحسان اس لئے اس کا نام میں نے حسینؑ رکھا، سب سے قدیم احسان کرنے والا میں لیکن بچہ کا نام حسینؑ اس لئے رکھ رہا ہوں کہ قدیم الاحسان کا بھی محسنؑ ہے۔ حسینؑ کے معنی اللہ پر احسان کرنے والا، انسانیت پر نہیں بلکہ اللہ پر احسان کرنے والا، اس لئے اس نے حسینؑ کا نام حسینؑ پسند کیا، وہی اللہ اپنے نبیؐ کو یہ حکم کرے کہ اب تیسرے بچہ کا نام محسنؑ رکھ دو، یا رسولؐ اللہ جب یہ زندہ ہی نہیں رہے گا اور کسی پر احسان ہی نہیں کرے گا تو آپ اس کا نام محسن کیوں رکھ رہے ہیں؟ تو علیؑ نے حدیث سنا کر بتایا کہ بچہ مر گیا تو اس محسنؑ کی وجہ سے ہر بچہ محشر میں اپنے ماں باپ کا محسنؑ ہو گیا۔ زہراؑ کے محسن کی وجہ سے، اب سمجھ میں آیا کہ اس بچے کا نام محسن کیوں رکھا گیا؟ احسان... اللہ پر احسان... کیا ابو طالبؑ نے احسان، کس شان سے احسان کیا... جب قافلہ لے کر شام کی طرف تجارت کے لئے چلے تو حضورؐ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے لجامِ فرس پکڑ لی اور کہا چچا میں بھی چلوں گا۔ چچا مجھے محفوظ رکھتے، کبھی باہر لے کر نہ جاتے لیکن جب میں ضد کرتا تو چچا مجبور ہو جاتے تو اس تجارت کے قافلے میں چچا نے مجھے اپنے پاس ناقے پر بٹھا لیا۔

قافلہ شام کے شہر بُصریٰ میں پہنچا، بصرہ الگ ہے وہ عراق کا شہر ہے اور یہ ہے شام کا شہر بُصریٰ... جب اس منزل تک قافلہ پہنچا تو ایک گھنا درخت تھا اس درخت کے نیچے قافلے کا پڑاؤ ہوا لیکن درخت کے پاس ایک بڑا سا پتھر رکھا تھا۔ سب تو اپنا سامان لے کر زمین پر بیٹھے لیکن آمنہؑ کا چاند اس پتھر پر بیٹھ گیا، سات سال کا آمنہؑ کا بیٹا اس پر بیٹھ گیا... اس کے بالکل سامنے ایک گرجا تھا۔

بحیرہ راہب کا گرجا... جیسے ہی قافلہ ٹھہرا وہ راہب باہر آیا اس کی عمر ایک سو تیس

(۱۳۰) برس تھی اور کتابوں کا عالم تھا لوگ اس کے پاس انبیاؑ کے صحیفوں کی آیات سننے آتے تھے اور اپنے مسائل لے کر آتے تھے۔ کیوں کہ وہ غیب کی خبریں رکھتا تھا، حیرت ہوتی لوگوں کو کہ برسہا برس سے قافلہ جاتا ہے، لیکن یہ راہب کبھی اپنے دَیر سے نہیں نکلا، اس نے کبھی پرواہ نہیں کی کہ کون سا قافلہ جاتا ہے، لیکن آج وہ دَیر سے نکلا اور ایک بار اس نے آواز دی۔۔اَے اہلِ قافلہ ہم نے کھانا تیار کروادیا ہے، دسترخوان بچھ گیا ہے آؤ کھانا کھانے مکّہ کے سارے لوگ قریش کے تمام لوگ اس کی دعوت پر پہنچ گئے اور دسترخوان پر بیٹھ گئے، جب سب بیٹھ گئے تو اس نے دیکھا اور کہا مجھے لگتا ہے کہ تم میں سے کوئی باہر رہ گیا۔ تم سب کو نہیں لائے، کوئی باہر رہ گیا تو ایک شخص بولا کہ وہ تو ایک چھوٹا بچہ ہے وہ سامان کے پاس بیٹھا سامان دیکھ رہا ہے، اس بچے کا کیا ذکر۔۔؟

راہب نے کہا نہیں جب تک اس بچے کو نہیں لاؤ گے کھانا نہیں شروع کر سکتے۔ وہی شخص اُٹھ کر گیا اور بچے کو گود میں لایا اور دسترخوان پر بٹھا دیا۔ اب کہاں کا دسترخوان اور کہاں کے قریش، جب وہ بچہ دسترخوان پر آیا تو بحیرہ راہب نے اس بچے کا طواف کرنا شروع کیا، کبھی چہرہ دیکھے، کبھی زلفیں دیکھے اور بار بار پشت کی طرف آئے، ایک بار بیٹھ گیا اور بچہ سے باتیں کرنے لگا۔ کہا بس اتنا بتاؤ کیا خواب میں تمہیں ایسا ایسا نظر آتا ہے؟ کیا خواب میں یہ دیکھتے ہو؟ کیا خواب میں یہ آوازیں سنتے ہو؟ کہا تو صحیح کہتا ہے، خواب میں ایسی آوازیں آتی ہیں، خواب میں ایسے لوگ دکھائی دیتے ہیں، فرشتے تمہارے خواب میں نظر آتے ہیں؟ کہا تو صحیح کہتا ہے مجھے ایسے خواب آتے ہیں۔ راہب نے کہا کہ کیا تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان ہے؟ کہا ہاں۔۔۔کہا دکھاؤ گے۔۔۔؟ اُدھر محمدؐ نے گریبان کھولا اُدھر اس نے جھک کر بوسہ دیا۔۔۔ ابوطالبؑ کی طرف مخاطب ہوا کہا یہی تو نبیؐ آخر ہے۔۔۔ اس کی حفاظت کرو اور کچھ اوصاف اس نے

انجیل اور توریت سے پڑھ کر سنانا شروع کیے۔

اب جب عیسائی راہب کہیں...اور اگر کوئی کہے کہ ابو طالبؑ کو نہیں معلوم تھا تو اب تو معلوم ہو گیا، اب تو نبیؐ سمجھ رہے ہیں نا ابو طالبؑ کم از کم سات برس کی عمر کے بعد جب انجیل اور توریت کی آیتوں سے پتہ چل گیا کہ یہی نبیؐ آخر ہے، تو اب کیا پوچھنا کہ ابو طالبؑ اس نبیؐ پر ایمان لائے یا نہیں لائے..! اب جملہ دے رہا ہوں، اصحابِ نبیؐ ساٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے اور ابو طالبؑ اُس وقت ایمان لا چکے تھے جب نبیؐ سات برس کا تھا۔

احسان کا عمل جاری ہے، ایمان تو تمہاری ضد سے کہہ دیا ورنہ احسان کا مرتبہ ایمان سے بلند ہے۔ احسان اس کا پہلے سے ہے اللہ پر..احسان کب سے ہے؟ شیر خوار ہے آمنہؑ کا چاند...اور لوگ کہتے ہیں بارش نہیں ہو رہی...عبدالمطّلبؑ بچے کو گود میں لئے ہاتھوں پر لئے ہوئے کعبہ میں آ گئے اور کہا..! اُے بارِ الٰہا، اُے کعبہ کے رب اس بچے کا واسطہ بارش برسا دے، کہتے ہیں مکہ پر یوں بادل چھائے جیسے کعبہ پر بادلوں کا تاج لگا ہو، دیکھئے عبدالمطلبؑ کو دیکھا، ابو طالبؑ نے....اب جب نبیؐ پانچ برس کے ہوئے اور مکہ میں قحط پڑا، اہلِ مکّہ دانے دانے کو محتاج ہوئے لوگوں نے ابو طالبؑ سے کہا کہ بارش نہیں ہوئی..تو پانچ برس کے بھتیجے کو کاندھے پر بٹھا کر لائے اور سیدھے کعبہ میں آئے اور محمدؐ کی پشت کو کعبہ کی دیوار سے لگا دیا اور کہا ربِ کعبہ...اُے کعبہ کے مالک...! دیکھئے جملہ دیکھئے گا..جو شعر پڑھا ابو طالبؑ نے...کہا یہ وہ چیز ہے جس کو دیکھ کر بادل آتے ہیں، تو اس چہرے کو دیکھ کر اپنی رحمتوں کو زمینوں پر برساتا ہے...یہ جملہ بتاتا ہے کہ ایک بار یہ عمل ہو چکا ہے... تو اس چہرے کو دیکھ کر رحمتیں برساتا ہے...

هدیً وّ رحمة اللعالمین (سورۂ لقمان)

رحمت اور ہدایت محسنین کے ساتھ ساتھ ہے...محمدؐ رحمت ہیں، کہا تھا ابو طالبؑ نے کہ...جھما جھم بارش ہوئی، مکہ والے دیکھ رہے تھے۔ جعفر حسن پھلواری ایک عالم ہیں، انہوں نے ایک ایسی کتاب لکھی کہ جس میں ان آیتوں کو جمع کیا گیا ہے کہ جس روایت پر شیعہ اور سنّی دونوں متفق ہیں۔ حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب بھی عرب میں قحط پڑا تو ہم ہمیشہ بنی ہاشم کی کسی ہستی کا وسیلہ دے کر دعا کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی۔ کم از کم وسیلے کے تو قائل ہیں اور وہ بھی بنی ہاشمؑ کے وسیلے کے قائل ہیں۔

پتلی سی کتاب ہے اور جو مجلسِ ترقی ادب جو مذہبی ادارہ نہیں ہے، لاہور سے اس ادارے نے یہ کتاب شائع کی اور یہ روایت ایسی ہے کہ جس پر ہر فرقہ متفق ہے یعنی بنی ہاشم کے وسیلے سے دُعا ہوتی تھی۔ تو عبدالمطّلبؑ نے بتایا کہ بارش کا وسیلہ ہم ہیں، تو اب اگر عبدالمطّلبؑ اور ابو طالبؑ نہ ہوں، اب علیؑ نہ ہوں، اب حسنؑ نہ ہوں، اب حسینؑ نہ ہوں، ابو طالبؑ کا وارث پردے میں ہے...تو اب کس کا وسیلہ دے کر بارش ہو... ارے بھئی کوئی نشان تو ہو...کیا جملہ کہہ دیا مَیں نے...ارے کوئی نشان تو ہو! عربی میں علم کو نشان کہتے ہیں...اگر بارش نہ ہو رہی ہو تو علم سجا کر زیرِ آسمان لاؤ اور عباسؑ کا ذکر کرو۔ بارش ہونے لگتی ہے۔ بنی ہاشم کا نشان ہے علم، تو ایک نشان رہے، یعنی اللہ کی رحمت رحمت کو دیکھتی ہے۔

جہاں رحمت ہے وہاں رحمت آتی ہے، رحمت کو دیکھ کر رحمت آتی ہے، اس لئے بارش ہوئی۔ ابو طالبؑ محسنینِ اسلام ہیں یعنی بتایا کہ بچپن سے مَیں اس بات سے واقف ہوں اور یہ کہ بار بار بتانا اور کہنا...یہ روایت فاطمہؑ بنتِ اسد زوجۂ ابو طالبؑ، مادرِ علیؑ سے ہے اور خود رسولؐ اللہ نے فرمایا! کہ میری چچی نے کبھی اپنے بچوں کو مجھ پر سبقت نہیں دی، کھانا ہو، کنگھی ہو یا لباس بدلنا ہو، نہلانا ہو، پہلے توجہ مجھ پر دیتیں اور چچی

کے گھر میں ایک کھجور کا درخت تھا اس میں کھجوریں پکتیں تو چچی کھجوریں چُن کر برابر حصّہ لگاتیں.... طالبؑ کا حصّہ، عقیلؑ کا حصّہ، جعفرؑ کا حصّہ، امِّ ہانی کا حصّہ، ابوطالبؑ کی بیٹی جمانہؑ کا حصّہ، ابوطالبؑ کی چھوٹی بیٹی... لیکن سب سے پہلے رسولؐ کا حصّہ ایک پیالے میں لگاتیں اور طاق پر رکھ دیتیں کہ بچہ بکریاں چرانے گیا ہے، جب آئے گا تو اپنا حصّہ طاق سے اُٹھا کے کھالے گا۔ جب میں کھجوریں چن لیتی تو محلے کے بچے انتظار میں رہتے، جب دیکھتے کہ کھجوریں مَیں نے چُن لیں وہ آتے اور باقی ساری کھجوریں چُن کر وہ لے جاتے۔ جب تک محمدؐ اور اپنے بچوں کا حصہ اُٹھا نہ لیتی، عرب کے بچّے گھر میں نہ آتے۔

ایک دن مَیں اپنے کاموں میں اتنی مصروف تھی کہ مَیں حصہ چننا بھول گئی، بکریاں چرا کر عبداللہ کا لعل جو آیا تو سیدھا اس مقام پر گیا جہاں کھجوریں رکھی رہتی تھیں، لیکن طاق پر کھجوریں نہیں تھیں، مَیں اپنی آنکھ پر اپنے ہاتھ کو رکھ کر شرم کی وجہ سے بستر پر لیٹ گئی کہ کہیں محمدؐ مجھ سے نہ پوچھیں کہ چچی میرا حصّہ کہاں ہے؟ تو مَیں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا.. زمین پر کھجوریں نہیں تھیں... اور بچے کھجوریں چُن کر لے گئے تھے زمین پر کھجوریں نہیں تھیں۔ محمدؐ اس درخت کے نیچے آئے اور درخت کو آواز دی...اَے شجرِ خرمہ...اپنی شاخوں کو جھکا دے، محمدؐ تجھ سے اپنا حصہ مانگتا ہے۔

بس یہ سننا تھا کہ درخت کی شاخیں جُھکنے لگیں... ثمر بار شاخیں جھکیں اور زمین پر کھجوروں کی بارش ہوئی، محمدؐ نے چُن چُن کر کھجوریں کھائیں، اتنے میں ابوطالبؑ آئے۔ مَیں بے قرار تھی مَیں نے کہا کہ میرے والی... میرے وارث...! آج ایسا واقعہ ہوا۔ پورا واقعہ مَیں نے بتایا کہ جب محمدؐ کو اپنا حصہ نہ ملا تو درخت کو اشارہ کیا، شاخیں جھکیں اور درخت سے پھل ٹپکنے لگے۔ محمدؐ کھجوریں کھانے لگے تو بے اختیار ابوطالبؑ نے کہا..

فاطمہؑ بنتِ اسد بھتیجے کو نہیں پال رہی ہو، بلکہ تمہاری گود میں نبوتؐ پل رہی ہے اور کہا آج سے پچیس برس کے بعد تمہاری گود میں اس کا وصی علیؑ آئے گا۔

کیا کہا...! کس طرح نصرت کی اور کس طرح اللہ پر احسان کیا ابو طالبؑ نے کہ اللہ کے محسن بن گئے، نبوتؐ کے محسن بن گئے، توحید کے محسن بن گئے۔ تاریخ میں نہیں، قرآن میں ابو طالبؑ محسن ہو گئے۔ محسن وہ کہ جو اپنے کام کو سجا کر پیش کرے یعنی اللہ جتنا کام سپرد کرے اور وہ کام کر دیا جائے تو اسے اللہ کہتا ہے متقی ...اور جو کام کو پچاس گنا زیادہ سجا کر پیش کرے اللہ اسے کہتا ہے محسن ...محسن کا مرتبہ مومن اور متقی سے افضل ہے۔ ابو طالبؑ سب سے افضل، اس لئے کہ محسنین میں ہیں۔ قرآن کہتا ہے ابو طالبؑ محسن تھے۔ جب ہی تو اللہ نے عدل کیا... دیکھئے! قرآن میں عدل اور احسان کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔ عدل و احسان ...مرتبہ برابر ہے یعنی عدل کے بغیر احسان بھی قابلِ قبول نہیں۔

اللہ نے عدل کر کے بتایا کہ اگر محمدؐ کا ایک چچا کافر ہے جس کا نام ابولہب ...! تو ہم اس کے کفر کو قرآن میں بیان کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں، ہم اسے کوسیں گے، عدل کا تقاضہ، جو کافر ہے اس کے کفر کا اعلان ہے تو جو محسن ہے اس کے احسان کا ذکر ہو... اگر ایسا نہیں کرے گا اللہ، اگر محسن کے احسان کا اعلان نہیں کرے گا تو گویا اللہ نے عدل نہیں کیا... اللہ عادل ہے اور اگر اللہ عادل ہے تو احسان کا ذکر ہو گا، اور ذکر کیا..؟

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ (سورۂ ضحیٰ)

مجھے قسم ہے چڑھتے ہوئے دن کی ...مجھے قسم ہے تاریک راتوں کی

الم یجدک یتیماً فاویٰ (سورۂ ضحیٰ)

ہم نے تمہیں سرپرست دیا... کس کی قسم؟ راتوں کی قسم، وہ دن کہ جب سورج نصف النہار پر تھا، یہ قسم کھا کر محسن کا ذکر، کون؟ یہ محمدؐ کا سرپرست ابوطالبؑ۔ پینتالیس برس سرپرستی کی ہے، درمیان میں کوئی سرپرست نہیں ہے محمدؐ کا... کل تقریر کا آخری جملہ یہی تھا کہ ایسا سرپرست کہ دنیا سے اُٹھ جائے تو اللہ وحی کرے۔ یہ جملہ جبرئیلؑ نے کہا کہ نہ رہے ابوطالبؑ اس لئے ہجرت کیجئے... اللہ کی وحی میں ابوطالبؑ کا نام آیا ہے... اتنا ہی کہہ دیتا ہجرت کر جایئے، سب تاریخوں نے لکھا کہ جبرئیل نے یہ کہا کہ چونکہ ابوطالبؑ نہ رہے اس لئے ہجرت کر جایئے۔

یعنی محسن نہ رہا، سرپرست نہ رہا، محافظ نہ رہا، تو مکہ چھوڑ دیجئے، تو یہ ہے محسن...! یہ ہے سرپرست؟ تو اللہ اس کا ذکر کرے، چڑھتے ہوئے دن کی قسم، تاریک راتوں کی قسم، تو سرپرست سے چڑھتے ہوئے دن کا کیا رشتہ ہے؟ تاریک راتوں کا کیا رشتہ ہے؟ ذرا احسان کی منزلیں دیکھئے... محسن بنے کیسے ابوطالبؑ...؟ وہ چڑھتا ہوا دن کہ جب غارِ حرا سے آفتابِ نبوتؐ اُترا، یہ آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا اور غارِ حرا سے آمنہؑ کا آفتاب اُتر رہا تھا۔ مکے میں نور پھیل رہا تھا اور محلّہ بنی ہاشمؑ کی طرف پھیل رہا تھا اور جب ابوطالبؑ کے گھر میں داخل ہوا تو تاریخ میں جملے یہ ہیں کہ جب محمدؐ کو دیکھتے تو آنکھ میں آنسو آ جاتے.. کہتے محمدؐ کو دیکھ کر میرا بھائی عبداللہؑ یاد آ جاتا ہے، کہا میری جان اس وقت.. اس دوپہر میں کیسے آئے، چڑھتے سورج میں؟ رسولؐ نے کہا کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ بارِ نبوتؐ آپ کے دوش پر ڈالوں، اب آپ کا کیا خیال ہے؟ اب اگر ابوطالبؑ یہ کہہ دیں کہ کہاں ہے لشکر، کہاں ہیں اسلحے کہاں ہیں ساتھی، کہاں ہیں مددگار، اتنا بڑا اقدام ہے اور تم یہ عمل کرنے جا رہے ہو... بے اختیار اٹھے... کہا! میرے سید و سردار پھر دیر کیا ہے آپ اس پیغام کا اعلان کریں، ہماری تلواریں

آپ کے ساتھ ہیں، ہمارے نیزے آپ کے ساتھ ہیں، ہمارے اسلحے آپ کے ساتھ ہیں، ہمارے سپاہی آپ کے ساتھ ہیں، آپ اعلان کریں اور آگے بڑھیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر کوئی ہاتھ آپ کی طرف اٹھا تو اس کے جسم پر ہاتھ نہ رہے گا جو آنکھ اٹھی تو چہرے پہ آنکھ نہ رہے گی۔

آگے بڑھیئے، ہم ان عربوں کو.. ان بدوؤں کو..ان جاہلوں کو گھیر کر آپ کی طرف یوں لائیں گے جیسے کوئی چرواہا، جنگلی جانوروں کو چرا کر، باندھ کر لا کر کھونٹے پر باندھ دیتا ہے۔ان عربوں کو آپ کے قدموں میں گرا دیں گے۔جو کہا تھا ابو طالبؑ نے وہ کر کے دکھایا۔

والضّحیٰ .... چڑھتے ہوئے دن کی قسم ...! جب ابو طالبؑ نے اللہ پہ احسان کیا اور وہ تاریک راتیں کہ جب شعبِ ابی طالبؑ میں محصور ہو گئے، معاہدہ ہوا۔کیا معاہدہ ہوا؟ آپ سنتے ہیں نا کہ شعبِ ابو طالبؑ میں بنی ہاشم چلے گئے۔اور ساتھ میں نبیؐ بھی چلے گئے، محصور ہو گئے یعنی اب معاشرے میں آ نہیں سکتے، لین دین کر نہیں سکتے، خرید و فروخت کر نہیں سکتے، شادی بیاہ کر نہیں سکتے۔کہتے ہیں تین سال، دو سال، ڈھائی سال یا تین سال میعاد تاریخ نے لکھی ہے کہ بنی ہاشم اُس گھاٹی میں محصور رہے جسے شعبِ ابی طالبؑ کہتے ہیں، اسی میں سارے بنی ہاشمؑ مع محمدؐ کے...! توجہ رہے...

یہ چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں بچے اور جوان خصوصاً یاد رکھیں، ایک چیز اکثر لوگوں سے آپ نے سنی ہو گی..دوسروں کے باطل خداؤں کو برا نہ کہو! ورنہ وہ تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔سنا ہے نا یہ آپ نے...؟ یہ نظریہ ہی غلط ہے، یہ بہلاوہ ہے دل کا، یہ اس وقت سمجھایا جاتا ہے کہ جب ہم دشمنانِ اہلِ بیتؑ کی بات کرتے ہیں تو ہمارے بزرگ ہم کو سمجھاتے ہیں کسی کو برا نہ کہیئے کیوں کہ قرآن میں یہ ہے کہ دوسروں کے خداؤں کو

برا نہ کہو ورنہ تمہارے خدا کو وہ برا کہیں گے۔ آپ نے ذاکروں سے بھی سنا ہوگا۔ آپس میں بزرگوں سے بھی سنا ہوگا۔ قرآن میں آیت ہے، لیکن آیت میں یہ نہیں ہے جو کہا جاتا ہے۔ آیت میں کیا ہے؟

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ (پانچواں سورہ مائدہ آیت ۱۰۸)

اور جنھیں وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں اُنھیں گالی مت دو، وہ جہالت کے سبب دشمنی سے اللہ کو گالی دینے لگیں گے۔ لفظ "تسبُّوا" "سبت" سے ہے جس کے معنی سخت گالیاں دینے کے ہیں۔ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ کچھ مسلمان لات، منات اور عُزّہ، ہُبل کو گالیاں دینے لگے تھے۔

آیت میں یہ ہے... "باطل خداؤں کو بھی گالی نہ دینا، ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے"۔ برا کہنا اور ہے۔ گالی دینا اور ہے۔ اخلاقیات سکھائی گئی ہے کہ گالی نہ دینا، بھئی بہت اہم بات ہے... یعنی غلط جملے جو ہماری تہذیب میں رائج ہو جائیں ان کی تصحیح ضروری ہے، پہلے مَیں اس کی تصحیح کر دوں تو پھر آگے بڑھوں۔ شعبِ ابی طالبؑ آپ نے بہت سنا ہے لیکن کسی نے یہ بھی بتایا کہ شعبِ ابی طالبؑ میں محصور کیوں ہوئے...؟

یہ ابو طالبؑ کا بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ ابو طالبؑ جیسے بہادر نے اس چیز کو منظور کر لیا کہ ہم اس میں محصور ہو جائیں گے۔ کوئی اتنا بڑا کام تھا جو کافر ابو طالبؑ سے کروانا چاہتے تھے اس کو چھوڑ کر ابو طالبؑ نے قید منظور کی... اتنا بڑا محسن...! ورنہ ابو طالبؑ کو کیا پڑی تھی کہ سب خاندان وہاں چلا جائے، اور وہاں کیا ہوا آپ کو معلوم ہے کہ اناج تک بند ہو گیا تھا، یعنی کوئی بنی ہاشمؑ مکہ سے گیہوں اور جو نہیں لے جا سکتا تھا، شہر میں نہیں

آسکتے تھے، معاہدہ ہوا تھا، کاغذ پر معاہدہ لکھا گیا تھا اور کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا صندوقچی میں رکھ کر۔ اس پر چھ آدمیوں کے دستخط تھے، کافروں کی طرف سے، نام لکھے ہوئے تھے۔ اور معاہدہ صندوق میں کعبے میں لٹکا ہوا تھا کہ تم باہر نہیں آسکتے۔ اتنا بڑا جہاد..! کہ اس شعب میں رہنے کی وجہ سے نہ اناج ملا نہ جو، کھانا پینا بند ہوگیا۔

پہاڑ پر اُگی گھاس کو پیس کر خدیجہؑ بی بی روٹی پکاتی تھیں، اسی گھاس کی روٹیاں کھا کر جنابِ خدیجہؑ ملیکۃ العرب ایسی بیمار پڑیں کہ وفات ہوگئی، جس کو میں وفات نہیں کہوں گا بلکہ شہادت کہوں گا۔ کیوں کہ مکہ کے کافروں کے تشدّد اور ظلم کی وجہ سے خدیجہؑ کا انتقال ہوا تو یہ وفات نہ رہی، شہادت ہوگئی۔ میں کہوں گا کہ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں... زہراؑ کی ماں، اتنی علیل ہوگئیں ان روٹیوں کے کھانے سے کہ انتقال ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ ملکہ تھیں اور گھاس کی روٹی.....! آپ غور کررہے ہیں کہ اتنے مظالم کو ابوطالبؑ نے برداشت کیا، کس بات سے انکار ہے کہ مظالم کو سہہ رہے ہیں مگر اس بات کا اقرار نہیں ہے جس پر معاہدہ ہوا۔ یہ بزرگ کہتے ہیں دوسروں کے باطل خداؤں کو بھی برا نہ کہو..! یعنی ان کے اگر باطل رہنما بھی ہیں تو ان کو برا نہ کہو... لیکن قرآن میں ہے.. باطل خداؤں کو بھی گالی نہ دینا... گالی اور ہے برا کہنا اور ہے۔ گالی بدتہذیبی ہے، برا کہنا قرآن ہے، ایمان ہے، احسان ہے۔

اب ایک جملہ دے رہا ہوں... محمدؐ سے مکہ والوں کی کس بات پر لڑائی تھی...؟ محمدؐ نے کہا قُولُو لا الٰہ ... یہ تین سو پینسٹھ بُتوں کو میں نہیں مانتا، ایک ہے اللہ۔ اب جو اس کو نہ مانے، وہ ہے جھوٹا، جو میری بات کو نہ مانے وہ انتہائی رذیل اور کمینہ ہے۔ بھئی اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہے، کیا لڑائی ہے کافروں سے محمدؐ کی.. کیا لڑائی ہے...؟ کیا ساری تاریخ دہراؤں؟ آیا ابوجہل. آیا ولید ابن عاص جس کے لئے سورۂ نون والقلم

آیا ہے...

عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ (سورۂ القلم آیت ۱۳)

یہ زنیم ہے یہ جو اولادوں والا ہے، دولت والا ہے یہ چغل خور ہے، یہ زنیم ہے، یہ بدشجرہ ہے، یہ بدنسلا ہے... برا نہ کہنا... !تبت یدا ابی لہب .... (سورۂ لہب) ان کے لیڈروں کو برا نہ کہنا... اللہ تو کیوں کہہ رہا ہے اور ہم کو منع کر رہا ہے۔

کیا لڑائی ہوئی... یہی تو لڑائی ہے، آئے سب اور کیا کہا..؟ سب نے کہا! اب تو تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو بُرا کہنے لگا... اس کے علاوہ کوئی اور گفتگو ہے..؟ آپ بتایئے کیا گفتگو ہوئی، جس کے جواب میں محمدؐ نے کہا کہ مَیں قولو لا الٰہ کہنا نہیں چھوڑوں گا، بتوں کو برا کہنا نہیں چھوڑوں گا چاہے یہ میرے ایک ہاتھ پر آفتاب رکھ دیں چاہے ماہتاب رکھ دیں۔ پوری گفتگو کیا ہے، بیٹیاں لے لے، دولت لے لے، ہماری بیٹیوں سے عقد کر لے، دولت لے لے لیکن بتوں کو برا نہ کہے... جھگڑا یہ ہے۔ ابوطالبؑ نے بھی حجت تمام کر دی، ابوطالبؑ آئے اور کہا! محمدؐ بیٹا اتنا بار نہ چچا پر ڈالو ابھی تک تو تم یہ کہہ رہے تھے کہ ایک کو مانو، اب وہ اشتعال میں اس لئے آئے ہیں کہ تم نے ان کے بتوں کو برا کہنا شروع کر دیا۔ اب بتاؤ ابوطالبؑ کیا کرے۔ جیسے ہی یہ کہا وہ آئے ہیں اور کہتے ہیں عقد کر لو بیٹیوں سے، دولت لے لو... یعنی جب تک قولو لا الٰہ کہا اشتعال میں نہیں آئے، بھئی ابھی پتھر نہیں مارے، ابھی اوجھڑی نہیں پھینکی، جب محمدؐ نے تبرّا کیا بتوں پر پھر کافروں نے پتھر مارنے شروع کئے، اب پتھر مارنے شروع کئے اب کوڑا پھینکنا شروع کیا۔ اور ابوطالبؑ نے کیا کہا؟... ہاں... بچے کبھی جوش میں آ کر تبرّا کرنے ہی لگتے ہیں تو بزرگ سمجھاتے ہیں کہ بیٹا یہ نہ کرو، پھر آئیں گے گھر میں تو ابوطالبؑ نے بھی اپنی بزرگی کا حق ادا کیا۔ ہمارے بزرگ بھی بڑے عقل

مند ہیں، سمجھانے کا طریقہ اور ہے لیکن یہاں ابوطالبؑ نے اس لئے سمجھایا کیوں کہ بھتیجے سے کچھ کہلوانا تھا۔

جیسے ہی ابوطالبؑ نے کہا... اب تو تم نے ان کے بتوں کو برا کہنا شروع کر دیا، یہ تو تم نے میرے شانوں پر بہت بوجھ ڈال دیا... جیسے ہی ابوطالبؑ نے یہ کہا محمدؐ اُٹھ کر چلے، جیسے ہی در تک پہنچے پھوٹ پھوٹ کر محمدؐ نے رونا شروع کر دیا. جیسے ہی نبیؐ رویا ابوطالبؑ نے دوڑ کر سینے سے لگایا، کہا محمدؐ! میری طرف سے اجازت ہے ان بتوں کو چاہے توڑو... چاہے پھوڑو۔ اب یہ جملہ سننا... ابوطالبؑ نے اذن دیا تھا اس وقت تو نہیں بُت ٹوٹے... ابوطالبؑ کے بیٹے نے رسول اللہؐ کے کاندھے پر چڑھ کر توڑ ڈالے۔

اگر قرآن میں یہ آیت ہے کہ باطل خداؤں کو برا نہ کہو تو محمدؐ نے فتحِ مکہ میں تڑوائے کیوں؟ بت ٹوٹ رہے ہیں، بتوں کو برا کہہ رہے ہیں، لات وعُزّیٰ کو برا کہہ رہے ہیں اسی قرآن میں ابراہیمؑ سارے بت توڑ کر بڑے بت کے گلے میں کلہاڑا لٹکا دیتے ہیں،... آگ میں پھینکے ہی اس لئے گئے تھے کہ بت توڑے تھے ابراہیمؑ نے... فخرِ ابراہیمؑ نے مکہ میں بُت توڑے... آپ کہہ رہے ہیں برا نہ کہو کہیں پلٹ کر وہ برا نہ کہہ دیں... یہ ہے کہ گالی نہ دینا... یہ اخلاقیات ہیں، برا کہو، لیکن گالی نہ دینا۔ جملے غلط کہے جاتے ہیں مجلس میں۔

جب اذن دے دیا ابوطالبؑ نے... بار بار کیا جملہ کہہ رہا تھا کہ اتنی بڑی محصوریت لے لی ابوطالبؑ نے... ارے بتوں کی لڑائی تھی، اگر بت پرست ہوتے تو محصور نہ ہوتے، ابوطالبؑ نے کہا اب تمہارے بتوں کو نہ بھتیجا مانے گا نہ چچا مانے گا... کر دو محصور، نہ ملے روٹی، نہ ملے اناج محصور رہیں گے لیکن باطل خداؤں کو برا کہنا نہیں چھوڑیں گے، لات وعُزّیٰ کو نہیں مانیں گے، ہبل کو نہیں مانیں گے یہ معاہدہ نہیں ہوگا

کہ بُتوں کو کبھی کبھی مصلحت سے ہم رضی اللہ کہہ لیں۔ بتوں سے کہاں اللہ راضی ہے...راضی ہوتا تو اپنے گھر سے کیوں نکالتا...راضی نہیں تھا تو گھر سے نکلوا دیا تھا ۱۰ ہجری میں...تو کوئی اللہ کے گھر سے نکالا جاتا ہے کوئی محمدؐ کے گھر سے نکالا جاتا ہے۔

گھر دونوں ایک ہیں، وہ اللہ کا گھر ہے یہ اہلِ بیتؑ کا گھر ہے...جسے نکالا جائے پھر وہ قابلِ لعنت ہے، جو چاہے کہیں۔ قرآن میں یہ بھی آیت موجود ہے.. لعنت اللّٰہ علیٰ الظالمین اور کاذبین سب موجود ہے۔ یہ آیت بھی موجود ہے۔

ابوطالبؑ محصور مع خاندان.....بعثت کا ساتواں برس...ایک بار صبح اُٹھے، چچا کے چہرے کو دیکھا، شعب ابوطالبؑ میں تین برس صبح اُٹھ کر چچا کے چہرے کو دیکھ کر صبح کی ہے رسولؐ نے...بھئی آپ کا بیٹا، آپ کا بھتیجا، آپ کا بھانجا صبح کو اٹھ کر سب سے پہلے آپ کو سلام کرتا ہے نا...پینتالیس برس ابوطالبؑ کو محمدؐ نے صبح اُٹھ کر سلام کیا ہے.. نبوتؐ جس کو سلام کرے اس سے بڑا محسن کون ہے۔ اچھا سلام کیا ہے..؟ تم سلامت رہو.

سَلامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ...(سورۂ قدر)

سلامتی ہے تمہارے لئے، سلامتی ہے تمہارے لئے... پینتالیس برس صبح اُٹھ کر جس کو نبوت جس کو یہ دعا دے. سلامت رہو...! اس ابوطالبؑ کو تاریخ میں کوئی یار سکتا ہے کفر کے ساتھ..؟ نبوت نے دعا دی ہے کہ یوں صبح ہوئی اور رات...

والّیل اذیٰ سجیٰ..(سورۂ ضحیٰ)

رات گزری ہے یوں کہ اللہ ان راتوں کی قسم کھاتا ہے اور جب رات آئے تو محمدؐ کو بستر سے اُٹھا کر اس بستر پر سلا دیں کبھی طالبؑ کو، کبھی عقیلؑ کو جعفر تو حبش گئے، جب شعب میں گئے تھے تو جعفرؑ ہجرت کر کے حبش جا چکے تھے۔ تین بیٹے موجود تھے، طالبؑ، عقیلؑ اور علیؑ..! جب علیؑ کو سلاتے تو علیؑ کہتے، بابا! آپ مجھے یہاں سلا رہے ہیں

رات کو کوئی کافر آئے گا تو مجھے قتل کر دے گا۔ روز علیؑ یہ جملہ کہتے تھے اور ابو طالبؑ ہمیشہ کہتے کہ کیا تم گھبرا رہے ہو شہادت سے...؟ تو علیؑ کہتے نہیں مَیں آپ کا امتحان کرتا ہوں روز کہ آپ میری شہادت پر راضی ہیں یا نہیں، ایسا تو نہیں کہ میرے مر جانے پر آپ شائد صبر نہ کر سکیں۔ صابر نے شاکر نے ابو طالبؑ کو صابر و شاکر بنا لیا اور اعلان کروایا کہ جیسا صابر و شاکر محمدؐ ہے ویسا ہی صابر و شاکر ابو طالبؑ بھی ہے۔ رتبۂ شہادت علیؑ کو روز ملتا ہے...تو اُن راتوں کی قسم کہ جب ابو طالبؑ نے محمدؐ کو بستر سے ہٹایا ہے اور اپنے بیٹوں کو بستر پر سلایا ہے.... یوں تین سال ابو طالبؑ نے گزارے ہیں محمدؐ کی حفاظت میں...دیکھا آپ نے مجاہدہ یہ ہے...!

والّذین جاهدو انّاللّٰه لمع المحسنین (سورۂ لقمان)

جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں وہ محسنین ایسے ہیں کہ اللہ ہر وقت ان کے ساتھ ساتھ ہے۔

یہ مجاہدہ ابو طالبؑ کا شعبِ ابی طالبؑ میں۔ تیسرا سال ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک دن صبح اُٹھے، کہا چچا! رات جبرائیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ معاہدہ جو مکّہ کے کافروں نے لکھا تھا اللہ نے اس پر دیمک مسلط کر دی ہے اور دیمک کھا گئی سب کے ناموں کو جو اللہ کے اِدھر اُدھر نام لکھے تھے دیمک ان ناموں کو چاٹ گئی اور اللہ کا نام بچا ہے جو معاہدہ کے اوپر لکھا تھا... چچا آپ جائیے اور ان سے بات کیجئے...ابو طالبؑ اچانک چند بنی ہاشمؑ کو لے کر خانۂ کعبہ میں آ گئے، کافروں نے جب آتے ہوئے دیکھا تو کہا شائد ہمت ہار گئے ابو طالبؑ۔ اب صلح کرنے آئے ہیں یا معافی مانگنے آئے ہیں لیکن جب ابو طالبؑ قریب آئے تو سب کو آواز دے کر کہا سنو! کعبہ میں جو صندوقچہ رکھا ہے جس میں معاہدہ نامہ، عہد نامہ رکھا ہے وہ صندوقچہ لاؤ، اگر پہلے بتا دیتے کہ دیمک

چاٹ گئی تو معاہدہ غائب ہو جاتا۔۔ابو طالبؑ وہ سیاستِ الٰہیہ کا نمائندہ کہ پہلے کہا کہ صندوقچہ لا کر سامنے رکھو جب صندوقچہ آ گیا تو کہا سنو! میرے بیٹے نے مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ معاہدہ دیمک چاٹ گئی اور اللہ کے اغل بغل جو نام لکھے تھے دیمک انہیں چاٹ گئی۔اور اللہ کا نام بچا ہے یعنی کاغذ پر بھی اللہ یا اللہ والے کے نام کے ساتھ باطل نام لکھے ہوں تو پہلوؤں کو دیمک چاٹ جاتی ہے۔

دیمک تو مٹی میں لگتی ہے...یعنی اگر کاغذ پر بھی لگے تو...جانے مٹی کہاں سے آ جاتی ہے؟ تو مٹی ہی کا خاص کیڑہ ہے یہ...مٹی اس کے پیٹ میں ہے، پکی سیمنٹ کی دیوار پر بھی چلے تو مٹی اور پانی دونوں آ جاتے ہیں اور کسی نے کہا کہ جنّات دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ احسان مند ہیں دیمک کے کہ جب عصا کو تھامے ہوئے سلیمانؑ کھڑے تھے تو برسوں کھڑے رہے جن کام کرتے رہے، برسوں کھڑے رہے، جب عصا میں دیمک لگی اور عصا گرا اور بھی سلیمانؑ گرے تو پتہ چلا کہ سلیمانؑ کی وفات ہو گئی، جن کہتے ہیں کہ اگر یہ دیمک نہ آتی تو ہم برسوں کام کرتے رہتے اور ہمارے نبیؑ کی وفات کا ہمیں پتہ ہی نہ چلتا۔ چلو جنو! دیمک نے ہی سہی، نبی کی وفات کا تمہیں پتہ بتایا تو تم نے وفات تو منائی نا سلیمانؑ کی۔ جہاں پتہ تھا لیکن پتہ ہونے کے باوجود نہ منائی...تو جن اچھے ہیں انسانوں سے کہ احسان مند تو ہیں، یہاں بنی ہاشمؑ پکار رہے تھے کہ آؤ کوئی تو آنے کو تیار نہیں۔جن اچھے ہیں کہ دیمک کو پانی اور مٹی دے رہے ہیں...

ابو طالبؑ نے کہا! میرے بیٹے نے مجھے خبر دی....یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے لیکن اس میں دو الگ باتیں ہیں.. اسی جملے کو کل کامل کروں گا، مجھے نہیں معلوم کہ کتنی تقریریں ابو طالبؑ پر ہو جائیں گی، ہو سکتا ہے یہ پورا عشرہ ہی ابو طالبؑ پر ہو جائے...ایک ہی محسن ایسا ہے کہ ابھی گفتگو ختم نہیں ہو رہی تو آگے جو محسنین آ رہے ہیں...توجہ کیجئے گا..

عنوان، پر ''احسان'' یہ لفظ ہی ایسا ہے کہ پہلی بار منبر کا موضوع بنا ہے اور جو آیتیں قرآن کی منبر سے پڑھی جارہی ہیں یہ آیتیں منبر پر کبھی پڑھی ہی نہیں گئیں۔

خطابت کو آگے بڑھنا چاہئے... کچھ نئی آیتیں آنا چاہئیں، کچھ نئی تفسیریں... قرآن بھرا پڑا ہے...! دو ڈھائی سو آیتیں نہیں ہیں کہ بس اسی میں خطابت چلتی رہے، کچھ آگے بھی بات بڑھے، کچھ نئے عنوان بھی آئیں تو پتہ چلے کہ آلِ محمدؐ کے فضائل اتنے ہیں... محدود نہیں ہیں کہ ایک ہی مجلس ہر سال دُہرادی جائے... ایک ہی عشرہ ہر سال پڑھ دیا جائے... ایک ہی عشرہ ہر سینٹر پر پڑھ دیا جائے، اور جو ایک پڑھے وہی دوسرا پڑھ دے، وہی تیسرا پڑھ دے... یہ دوسری بات ہے کہ آج آپ یہ عشرہ سن رہے ہیں ''احسان اور ایمان'' پر... آنے والے کسی محرم میں ''احسان اور قرآن'' کا عنوان بھی چھپا دیکھ لیں گے، مجھے اس کی پرواہ نہیں، خوشہ چیں چُنیں... اور جب انبار اتنا زیادہ ہو کہ پرندے بھی چُن چُن کر تھک جائیں اور انبار ختم نہ ہو...

لگا رہا ہوں مضامینِ نَو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مضامینِ نَو کے انبار ہیں اور ان انبار میں سے لے جائے ٹیپ سے، اِدھر سے اُدھر سے سُن کے، نوٹ کر کے اور حیرت ہوتی ہے جب لوگ مجھے بتاتے ہیں فون کر کے... ارے! بھئی وہ آپ کا نکتہ... ٹھیک ہے میرے بھی عشرے چھپ رہے ہیں، اسی سال ایک معجزہ اور قرآن 1979 کا عشرہ چھپ گیا اور اسی سال چھپا اور اسی سال کسی نے پڑھ دیا۔ اب جنہوں نے کتاب پڑھی ہوگی وہی بتا سکتے ہیں کس نے پڑھا... اور وہی اسی کے منہ سے سنیں، ٹیپ ملاتے جائیے اور کتاب دیکھتے جائیے۔ اب ہمیں اطمینان ہے کہ کاغذ پر پہلے ہمارا چھپا، یہ تو فضا میں جاتا ہے نا تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہوسکتا ہے

صاحب آپ نے لیا ہو کسی سے، لیکن جب کاغذ پر چھپا ہے تو پہلے ہمارا چھپا ہے، بعد میں پڑھا گیا اس لئے کاغذ پر آنا ضروری ہے، کاغذ پر بھی میرے عشرے آرہے ہیں۔

لفظِ ''احسان'' پہلی بار منبر کا عنوان بنا ہے یہ یاد رکھئے اور ایمان کے ساتھ اور سب سے پہلے مَیں نے یہ آواز دی کہ ایمان سے احسان کا درجہ بلند ہے...! بس یہ بات یاد رکھئے گا چاہے عشرے کی کوئی اور بات یاد نہ رہے... محسن کا مرتبہ مومن سے افضل ہے! یہ کلیہ قرآن سے مَیں نے پیش کیا، ہے قرآن میں، بات ہے تلاش کی اور اس کے ثبوت میں یہ پورا عشرہ ہو رہا ہے کہ محسن کا مرتبہ مومن سے افضل ہے، احسان کا رتبہ ایمان سے بلند.. افضل ہیں محسنین اور یہاں پر گفتگو رُک رہی ہے... ایک چھوٹا سا جملہ... میرے بیٹے نے مجھے خبر دی ہے، اس سے پہلے کی جو گفتگو آپ دیکھیں گے... تو ہر منزل پر ابوطالبؑ یہ کہتے ہیں میرے بھتیجے نے مجھ سے یہ کہا۔

آئے...! کہا ہاں بھتیجے کیسے آئے؟ اَے عبداللہ کے بیٹے کیسے آئے؟ لیکن جب معاہدے کی گفتگو ہوئی چار بعثت میں، اعلانِ نبوت کے چوتھے سال، جب معاہدے پر گفتگو کرنے آئے تو خانۂ کعبہ میں کہا...! ''میرے بیٹے نے اطلاع دی''، ایک جملہ یہ یاد رہے، دوسرا جملہ یہ کہا کہ خبر دی ہے...! عربی میں قرآن میں خبر دینے والے کو کیا کہتے ہیں... عربی میں خبر کو کہتے ہیں نبا اور جو نبا دے وہ ہوتا ہے نبیؐ..! اُس نے خبر دی ہے یعنی ابوطالبؑ نبوت کے قائل تھے، لیکن اس کے ساتھ کہا میرے بیٹے نے.. کہہ دیتے نبیؐ نے خبر دی ہے۔

دیکھئے! دو باتوں کا اعلان ایک ساتھ کیا ہے ابوطالبؑ نے ایک چھوٹے سے جملے میں۔ اسے کہتے ہیں فصاحتِ بنی ہاشمؑ، ایک ہی جملے میں بیٹا بھی کہہ دیا، نبیؐ بھی کہہ دیا، اس کی بھی لاج رکھی، اُس کی بھی لاج رکھی۔ اس لئے کہ دونوں باتیں قرآن سے

تھیں۔ نبیؐ بھی قرآن سے ثابت تو کہا خبر دینے والے نے خبر دی اور بیٹا لفظ بھی قرآن سے اٹھایا.. چار بعثت میں سورۂ بنی اسرائیل آیا اور سورۂ بنی اسرائیل میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (سورۂ بنی اسرائیل)

اپنے والدین پر احسان کرو... اے محمدؐ۔ ہوگئی گفتگو۔ آج کی گفتگو یہ ہے، کل یہیں سے شروع ہوگی، یہ ایک آیت قرآن میں چار بار آئی، لفظ ''احسانا'' قرآن میں چھ بار آیا لیکن یہ آیت وبالوالدین احسانا سورۂ بقر میں بھی ہے، وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سورۂ نسا میں بھی ہے، وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سورۂ انعام میں بھی ہے، وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ہے... ایک ہی حکم چار بار... اپنے والدین پر احسان کرو اور اس کے بعد تفصیل سورۂ بنی اسرائیل میں کبھی انہیں جھڑکنا نہیں...، اپنے شانوں کو ان کے سامنے جُھکا دو...، اگر وہ ڈانٹیں بھی تمہیں، جھڑکیں بھی تمہیں تو اُف نہ کرنا... کس سے کہا جا رہا ہے..؟ محمدؐ سے..!

جس کی ماں بھی مر گئی جس کا باپ بھی بچپن میں مر گیا اور اس سے کہا جائے کہ اپنے باپ پر اور ماں پر احسان کرو... ابوطالبؑ نے آیت سن کر آیت کی لاج رکھی کہ محمدؐ کا باپ میں۔ باپ اور ماں موجود ہے تب حکم ملا ہے محمدؐ کو کہ ماں باپ پر احسان کرو اور جب تک محمدؐ احسان کر کے نہ دکھا دیں اسوۂ حسنہ کیسے بنے گا..؟ جب اپنے شانوں کو ابوطالبؑ کے سامنے جُھکا دیا اور ابوطالبؑ کی کسی بات پر اُف نہیں کیا تب جانا امت نے اور سیکھا ماں باپ کا ادب کیسے کریں۔ اب پتہ چلا کہ ماں باپ پر احسان کیسے کیا جاتا ہے... اور ایک حکم چار بار۔ اپنے ماں باپ پر احسان کرو۔ اپنے والدین پر احسان کرو۔

اور پیغمبرؐ سے پوچھا جائے تو باپ پر ماں کو فوقیت دے کر کہیں! ''ماں کی خدمت'' ... پوچھا اس کے علاوہ... کہا! ''ماں کی خدمت'' پھر پوچھا اس کے علاوہ... کہا! ''ماں کی خدمت''۔ کیا رتبہ ہے ماں کا اور ماں اپنی اولاد کے لئے... کیوں رتبہ بڑھایا ماں کا...؟ اس لئے کہ اگر اولاد مر جائے بچپن میں تو تاحیات ماں اولاد کو نہیں بھولتی، دنیا بھول جاتی ہے لیکن ماں اپنے بچے کو نہیں بھولتی... دُنیا نہیں بھولتی۔ ایسی نو مائیں تھیں کربلا میں۔

ہوگئی تقریر، ذکر کو ادھورا چھوڑا، وقت کافی ہوگیا کل عرض کریں گے... کربلا میں نو مائیں... اور ان ماؤں میں ایک ماں ایسی کہ جس کے دو کمسن بچے۔ وہ ایسی ماں ہے کہ جس کی مانگ بھی اُجڑ گئی، گود بھی اُجڑ گئی.... وہ ہیں اُمِّ ربابؑ... مصائب میں آج سے مَیں جس بی بی کا ذکر کروں گا اس کا ذکر مصائب میں اٹھارہ صفر تک رہے گا اور اٹھارہ صفر کو مَیں اُس بی بی کی شہادت پڑھوں گا... انیسؔ صفر کو قید سے رہائی اور چہلم کے دن سفر... کربلا میں آمد اور مدینے پہنچنا اور مسلسل اس بی بی کا ذکر۔

حق ادا ہو جائے صرف ایک معصوم سکینہؑ کا تو یہی مشکل ہے حالانکہ بچی ہے تین چار سال کی... تین چار سال کی بچی.. عجیب بات یہ ہے کہ جب بھی پڑھو بی بی سکینہؑ کا حال .. پنجاب میں، لاہور میں کسی شہر میں.. باہر کے ملک میں، یہاں کراچی میں... تو پرچے آتے ہیں... وہ جو شام میں قبر ہے... یہ پریشانی کی باتیں ہیں یہ سب پوچھنا... بس یہ یاد رکھو کہ جنابِ سیدہؑ کے ننانوے نام ہیں، بی بی کو معصومہ بھی کہتے ہیں، صادقہ بھی کہتے ہیں، صدیقہ بھی کہتے ہیں، راضیہ بھی کہتے ہیں، مرضیہ بھی کہتے ہیں، اتنے ہی نام جناب زینبؑ کے ہیں۔ اس گھرانے میں جو عظیم بی بیاں گذری ہیں ان کے بہت سے نام ہیں، جیسے علیؑ کے بہت سے نام ہیں، جیسے اللہ کے بہت سے نام ہیں۔ جیسے محمدؐ

کے بہت سے نام ہیں۔

جس کا کارنامہ بڑا ہوتا ہے اس کے نام بہت سے ہوتے ہیں، اس کے خطاب بھی ہوتے ہیں، اس کو تاریخ، قرآن، حدیث، معصومینؑ بہت سے القاب و خطابات دیتے ہیں، جنابِ زینبؑ کے بہت سے نام ہیں..صدیقہ بھی، صادقہ بھی، راضیہ بھی، مرضیہ بھی۔عبداللہ ابن عباس..عقیلۂ بنی ہاشم کہتے تھے۔عقیلہ نام ہے، بنی ہاشم انہیں عقیلہ کہتے تھے۔ہماری شاہزادی جناب زینبؑ کو معصومینؑ کس نام سے پکارتے ہیں...عالمۂ غیر معلّمہ...تمام ائمہ جو بعد کے گزرے ہیں جناب زینبؑ کا نام نہیں لیتے تھے...کہتے تھے ...عالمۂ بنی ہاشم...اور تمام بنی ہاشم کہتے تھے کہ..عقیلۂ بنی ہاشم...یہ ادب تھا۔

اسی طرح بی بی سکینہؑ کا بھی کارنامہ بڑا ہے، بی بی سکینہؑ کے بھی بہت سے نام تھے... بی بی کا ایک نام فاطمہؑ بھی ہے، بی بی کا ایک نام معصومہؑ بھی ہے، بی بی کا ایک نام عاتکہؑ بھی ہے، بی بی کا ایک نام کلثومؑ بھی ہے، بی بی کا ایک نام زینبؑ بھی ہے، بی بی کا ایک نام رقیہؑ بھی ہے۔

سب بی بی سکینہؑ ہی کے نام ہیں۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اصل نام حسینؑ کے گھر میں ہر بی بی کا نام فاطمہؑ ہوتا تھا، جناب زینبؑ کا اصل نام فاطمہ ہے، جناب ام کلثوم کا بھی اصل نام فاطمہ ہے، لیکن پہچان کے لئے پکارا تھا، زینبؑ، ام کلثومؑ...علیؑ کی اٹھارہ بیٹیوں کے پکارنے کے نام کچھ ہیں لیکن اصل نام فاطمہؑ ہے۔

یہ پسندیدہ نام تھا بنی ہاشم کے گھر میں، ابو طالبؑ کی ماں کا نام بھی فاطمہ...فاطمہؑ مخزومیہ، ابو طالبؑ کی بیٹی کا نام بھی فاطمہؑ اور لقب...اُم ہانی، فاطمہؑ بنتِ اسد تو ہیں ہی فاطمہ۔یہ پسندیدہ نام تھا بنی ہاشم کا اور سب اپنی بچیوں کا نام فاطمہ رکھتے تھے۔امام حسنؑ کی بیٹی کا نام فاطمہؑ۔جناب زین العابدینؑ پانچویں امام کی والدہ فاطمہؑ بنتِ حسنؑ۔

حسنؑ کی بڑی بیٹی فاطمہ بنتِ حسن لیکن پہچان کا نام ام الحسنؑ ایک بیٹی کا نام ام الحسینؑ لیکن نام فاطمہؑ۔ پہچان کے لیئے کہتے تھے فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغراؑ، فاطمہؑ اوسطؑ... یہ عرب کا طریقہ تھا۔ حسینؑ کی تین بیٹیاں تھیں تینوں کا نام فاطمہ تھا، فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، فاطمہؑ اوسط۔

سکینہؑ بی بی کا نام بھی فاطمہؑ لیکن سکینہؑ نام کیوں پڑا... یہ نام نہیں تھا، یہ لقب تھا، یہ خطاب تھا، جیسے اُمِّ ربابؑ کا نام سلمیٰؑ ہے لیکن خطاب اُمِّ رباب ہے۔ یہ عربوں کا قاعدہ تھا، کیوں سکینہؑ نام پڑا...؟ اس لئے کہ امام حسینؑ نے ایک بار ایک شعر کہا تھا...اور شعر میں یہ کہا تھا کہ جب ام ربابؑ سکینہؑ کو لے کر اپنے میکے چلی جاتی ہیں تو گھر سونا ہو جاتا ہے اور جب تک گھر میں میری بیٹی سکینہؑ رہتی ہے تو مجھے سکون ملتا ہے... سینے پر سونے والی، جو سکون عطا کرے.. اسے عربی میں سکینہ کہتے ہیں۔

یہ لفظ قرآن میں آیا ہے سکینہ، تسکین کے سکون کے معنی میں ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب (سورہ فتح آیت ۴) چونکہ بچی کو دیکھ کر حسینؑ کو سکون ملتا تھا اس لئے اُسے سکینہؑ کہتے تھے، نام فاطمہؑ تھا، نام زینبؑ تھا، نام رقیہؑ تھا، نام عاتکہؑ تھا...اب کسی غلط فہمی کی ضرورت نہیں کہ وہ شام کے قید خانے میں کس کی قبر ہے...اور قبرستان باب الصغیر میں کس کی قبر ہے...قبر وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا.. جہاں منسوب ہو جائے کہ اہلِ بیتؑ کے گھر کی کوئی فرد ہے یہاں، مزا دآئے گی، وہاں رونق ہوگی، وہاں روشنی ہوگی، وہاں رحمت ہوگی۔ کہیں عراق میں چلے جائیں صحرا میں، کوئی کہہ دے یہ سیدزادہ یہاں دفن ہے.. آپ دیکھ لیں اس جگہ کا کیا عالم ہے، کیا مقام ہے ایک نور برس رہا ہے۔ اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ کون سکینہؑ تھیں...کہ جو بچ گئیں اور مدینہ گئیں... یہ بدذات لوگ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں...کیوں..! واقدی ایک بدمعاش ترین بنی امیہ کا

مصنف تھا.. اس نے یہ کہانی بنائی کہ مدینہ میں سکینہ نام کی ایک عورت گزری ہے اور وہ بنی امیہ کی سکینہ ہے اس نے اس سکینہ کو حسینؑ کی بیٹی کی طرف منسوب کر دیا.. حالانکہ تاریخ میں تین سو سکینہ نام کی عورتیں گزری ہیں.. چونکہ حسینؑ کی مظلومیت کی سب سے بڑی گواہ جناب سکینہؑ ہیں اس لئے دشمن کو اس بچّی سے دشمنی ہوگئی۔

تو جب چھ مہینے کے اصغرؑ سے دشمنی نکال سکتا ہے ظالم، تو سکینہؑ سے کتنی دشمنی ہوگی، یعنی اس سے اندازہ کیجئے... کہ شمر اس لئے تکلیف پہنچاتا تھا یہ کہہ کر کہ..... حسینؑ کو تم سے بہت محبت تھی...؟ تو اونٹ کی پیٹھ سے باندھ دیا رسیوں سے... یعنی آپ دیکھئے کہ حسینؑ کی زندگی کے قائل ہیں کہ سکینہؑ کو اگر شمر تکلیف دے گا تو شہادت کے بعد بھی حسینؑ تڑپیں گے۔ دشمن کا یقین تو دیکھئے... کہ مرنے کے بعد بھی حسینؑ تڑپیں گے.... اور ایسا ہے کہ سکینہؑ کے مصائب پر امام حسینؑ بے پناہ تڑپتے ہیں۔ یعنی اس سے اندازہ کریں کہ بچی پکارتی چلی تو حسینؑ کی لاش سے برداشت نہیں ہوا... کٹی ہوئی گردن سے آواز آئی... "الیّا... الیّا... یا بُنیّا" اے میری بیٹی! ادھر آجا تیرا بابا یہاں سو رہا ہے، میرے پاس آجا..... بچی دوڑ کر لاشے سے لپٹ گئی... زینبؑ نے پوچھا کیسے پہچانا، سر تو نہیں تھا جسم پر...؟ کہا بابا نے مجھے پکارا... پھوپھی اماں بابا نے مجھے بُلایا....!

بابا مجھ سے محبت کرتے ہیں اب اس محبت کو ذرا سا دیکھتے چلئے کہ حسینؑ کی محبت کا شہادت کے بعد کیا عالم ہے... اگر بیٹی سے وعدہ کیا ہے کہ سکینہؑ تم سے زیادہ دنیا میں ہم کسی کو نہیں چاہتے تو شہادت کے بعد بھی وعدہ نبھایا... قافلہ میں بچھڑ گئیں... ناقے سے گر گئیں تو نیزہ رک گیا... آنکھ سے آنسو ٹپکنے لگے... سید سجادؑ بیڑیوں کو سنبھالے آئے.. کہا! بابا سواری کیوں نہیں بڑھتی...؟ کہا راستے میں سکینہؑ رہ گئی۔ میری بچی گر گئی اور جب شمر گھوڑے پر بیٹھ کر چلا تو جنابِ زینبؑ نے یہی کہا... ارے! صحرا میں لعینو تمہیں

دیکھ کر بچی دہل جائے گی.. سید سجادؑ تم بھی پھوپھی کو لے کر چلو.. سکینہؑ کو لے کر ہم آئیں گے۔ لیکن جب صحرا میں پہنچیں.. تو صحرا میں دیکھا.. ایک بی بی سیاہ چادر اوڑھے فرشِ خاک پہ بچی کو زانو پہ لئے اور بچی آرام سے سوتی ہے... زینبؑ نے کہا بی بی تم کون ہو؟ کہ ہم مظلوموں پہ رحم آیا تو چادر ہٹا کر کہا... زینبؑ تیری ماں فاطمہؑ۔ دادی آئی ہے، سکینہؑ کو گود میں لینے دادی آئی ہے۔

مصائب اتنے ہیں سکینہؑ کے کہ چار پانچ دن ختم نہیں ہوں گے اور مسلسل بیان کروں گا... بس تقریر ختم ہوگئی، یہی مظلومہ سکینہؑ کہ راہ میں حسینؑ نے وعدہ کیا ہے یہ محبت ہے کہ کبھی کبھی خواب میں بھی آتے ہیں، یہ محبت کہ اگر سکینہؑ پکار لیں تو حسینؑ آجائیں، سکینہؑ تلاش کریں تو حسینؑ آواز دیں... اسی محبت کا امتحان بھرے دربار میں یزید نے لیا... یزید نے کہا سکینہؑ سنا ہے حسینؑ تمہیں بہت چاہتے تھے، بہت محبت کرتے تھے... مَیں جب جانوں جب طشت سے سرِ حسینؑ اُٹھ کر تمہاری طرف آئے... بچی نے پھٹے ہوئے دامن کو پھیلا کر کہا... بابا یزید محبت کا امتحان لے رہا ہے.. آؤ بابا، سرِ حسینؑ چلا سکینہؑ کے دامن میں آیا... رخسار پہ رخسار رکھ کے کہا بابا.. دیکھا یہ کان، یہ گلا..! ہائے سکینہؑ

❀ ❀ ❀

پانچویں مجلس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی پانچویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ احسان اور ایمان کے موضوع پر... احسان موضوع ہے قرآن کا اور ابھی تک جو گفتگو کی، وہ آیاتِ قرآنی سے ہی آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے کہ یہ موضوع آج کے معاشرے کے لئے کتنا اہم ہے اور احسان کی اہمیت اللہ کی نگاہ میں کیا ہے۔

قرآن اور پیغمبرؐ کی حدیثوں نے اور نہج البلاغہ نے اس موضوع پر بہت کچھ کہا لیکن بعض ہمارے وہ مفکرین کہ جو اسلام سے تعلق نہیں رکھتے، جن کا تعلق اسلام سے نہیں، انہوں نے بھی کہیں کہیں اس موضوع پر کسی حد تک روشنی کی ہے، لیکن زیادہ نہیں۔ قرآن میں مَیں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں سب سے زیادہ اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے کہ احسان کیا ہے؟ محسن کسے کہتے ہیں؟ محسنین کون لوگ ہیں؟ اور احسان کا طریقہ کیا ہے؟ اور احسان کس کس پر کیا جاتا ہے؟ اور یہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں اللہ خود یہ کہتا ہے کہ ہم پر بھی احسان کیا جا سکتا ہے... یعنی اللہ بھی خواہش مند ہے کہ ہم پر احسان کرو... دیکھئے! اللہ وہ ہے کہ اس کو کسی کی احتیاج نہیں، کائنات کو اس کی احتیاج ہے۔ کائنات کی ہر شئے اس کی طرف رجوع کرے گی لیکن احسان کے معاملے میں اللہ طلب کر رہا ہے کہ ہم پر احسان کرو اور قرآن میں بار بار، وہ جن لوگوں نے اس پر

احسان کیا ان کی مدح کرتا ہے۔ ان کی تعریف کرتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ پر احسان کیا، اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ یہ کیوں نہ چاہے گا کہ انسان انسان پر احسان کرے، بھائی بھائی پر احسان کرے، پڑوسی پڑوسی پر احسان کرے، اپنے رشتہ داروں پر احسان کیا جائے، اس لئے حکم لگا دیا کہ اپنے ماں باپ پر احسان کرو۔

اب عجیب بات یہ ہے کہ یورپ کا مشہور مفکر جون۔ ایس۔ میکینزے احسان کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہوئے ایک بات کہتا ہے... کہتا ہے کہ.. احسان جس پر کرو وہی تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے، جس پر احسان کیا جائے وہ ہے تمہارا سب سے بڑا دشمن، ظاہر ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میکنزے نے یہ اپنی فکر نہیں پیش کی بلکہ مولا علیؑ کا قول ہے نہج البلاغہ میں کہ جس پر احسان کرو اس کے شر سے ڈرو۔

جون میکنزے نے لفظ بدلے اور کہا جس پر احسان کرو وہی تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کی وضاحت میں وہ کہتا ہے کہ انسان خواہشات کا مجموعہ ہے اور تین خواہشیں انسان میں سب سے اولیٰ ہوتی ہیں، پہلی خواہش انسان میں بڑا بننا.... ہر انسان بڑا بننا چاہتا ہے، اونچا رہنا چاہتا ہے۔ دوسری خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں جو کام کروں اس کام کی تعریف کی جائے، تیسری خواہش یہ ہوتی ہے کہ مجھے تحسین پیش کی جائے یعنی مجھے خراج پیش کیا جائے، مجھے appreciate کیا جائے۔

یہ تین خواہشیں انسان میں لازمی ہوتی ہیں، جان۔ ایس۔ میکنزے لکھتا ہے...

اب وہ کہتا ہے کہ جس پر تم احسان کرو گے، جب احسان ہو جاتا ہے تو اس دن سے وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ کاش یہ بھی کبھی مصیبت میں مبتلا ہو.. کیوں کہ وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ بڑا بن گیا... لوگ اس کی تعریف کریں گے، لوگ اسے appreciate کریں گے، اس نے مجھ پر احسان کیا مجھے دس ہزار روپیہ دیا، لوگ

اس کی تعریف کریں گے، میری کیا تعریف..؟ اب جتنی تعریفیں اس کی سنتا جائے گا اپنے محسن کی، اس کے دل میں یہ برائی آتی جائے گی کہ یہ بھی کبھی مصیبت میں آئے تو مَیں اس پر احسان کروں.... یعنی دل میں برائی آ گئی محسن کے لئے اور بددعا کرنے لگا کہ یہ بھی آفت میں مبتلاء ہو، یہ بھی ایک دن ذلیل ہو، اسی لئے علیؑ نے کہا کہ جس پر احسان کرو اس کے شر سے ڈرو۔

کیوں...! اس لئے کہ جو احسان کرتا ہے چونکہ وہ اس کا خواہش مند ہوتا ہے کہ مَیں احسان کر کے بڑا بن جاؤں، مقابل چھوٹا رہے، چونکہ اس میں یہ خواہش موجود ہے... غور کیجئے کہ وہ فلسفی جس پر احسان ہوا ہے اس کو غلط نہیں ثابت کر رہا، آپ دوسرا رخ نہیں دیکھ رہے، مَیں وہ رخ دکھانا چاہتا ہوں تاکہ بات سمجھ میں آئے، جس نے احسان کیا ہے وہ احسان کر کے معاشرے میں بڑا بننا چاہتا ہے تو شر کا بانی وہ ہوا جس نے احسان کیا ہے۔ شائد مَیں نے وضاحت کر دی، وہ بڑا بننا چاہتا ہے، اب اسے احساسِ کمتری ہوا اور اس نے چاہا کہ محسن بھی کبھی مصیبت میں مبتلا ہو تا کہ میں اس پر احسان کروں۔

احسان کرنے والے میں بھی خامی ہے، اور جس پر احسان ہو رہا ہے اس میں بھی خامی ہے۔ آلِ محمدؐ... اب میرا استدلال.... آلِ محمدؐ نے تین دن روٹی دی...!

عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا (سورۂ دہر)

سورۂ دہر.... مسکین کو، یتیم کو، اسیر کو تین دن روٹی دی، فاقہ پہ فاقہ، فاقہ پہ فاقہ، فاقہ پہ فاقہ... اب جو تیسرا آیا تو وہ کافر تھا، قیدی مسلم نہیں تھا، یعنی تین فاقوں پر کافر کی مدد کی... یہ جملہ اس سے متعلق نہیں ہے لیکن ایک بات کہہ دوں یعنی تیسرے فاقے پر جس کی مدد کی وہ کافر تھا، تیسرے دن جسے روٹی کھلائی وہ کافر تھا، قیدی تھا، اس سے

پہلے یتیم و مسکین وہ مسلمان تھے، تیسرا فاقہ ....روٹی دے دی، اب جب تیسرا دن گزرا اور مسلسل تین دن آلِ محمدؑ روٹی دیتے رہے...اور کہتے رہے...!لِوَجه اللّٰهِ ...یہ کام مَیں نے اللہ کے لئے کیا ہے۔

وَلَانُرِيدُ مِنكُم جزآءً وَّ لَا شَكُورًا (سورۂ دہر)

اے مسکین، اے یتیم، اے اسیر نہ تم سے اس کا احسان کا بدلہ چاہتے ہیں نہ ہم تمہارا شکریہ چاہتے ہیں۔ احسان کرنے والے احسان کرتے گئے اور اعلان کرتے گئے..جو ہم نے کیا ہے یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے ہم نے تم پر احسان نہیں کیا، ہم تم سے بدلہ نہیں چاہتے بلکہ ہم تمہارا شکریہ بھی نہیں چاہتے..غور نہیں کیا...جس پر احسان کرو اس کے شر سے ڈرو...اگر یہ قول ہے! تو آلِ محمدؑ نے اپنے آپ کی عصمت کو طہارت کو دنیاوی احسان سے یوں ہٹایا کہ دنیا کا محسن چاہتا ہے appreciate کیا جائے، آلِ محمدؑ جب احسان کرتے ہیں تو نہیں چاہتے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے کام کر رہے ہیں، چونکہ احسان اللہ کے لئے تھا تو آیت آئی...

سعيكم مَشكورًا (سورۂ دہر) ......یہ کیا شکریہ ادا کریں گے

چونکہ کہا تھا کہ اللہ کے لئے یہ کام کیا ہے....دیکھیں جملہ یہ رکھ دیا، اے یتیم، اے اسیر، اے مسکین تم سے بدلہ نہیں چاہئے اس روٹی کا، آلِ محمدؑ نے کائنات کو بتایا کسی کو روٹی کھلا کر بدلے کی امید نہ رکھنا۔ آج دنیا میں یہ مسئلہ اہم ہے، ملکوں کے ملک، حکومتیں عوام کو روٹی کھلا کر کیا کیا چاہتی ہیں عوام سے؟ ارے! امریکہ گیہوں دے دے تو بدلے میں ملک کو نچوڑ لے...گیہوں دیا ہے۔ میں آج کے روزمرہ کی باتیں کر رہا ہوں، حکومتیں روٹی دیں عوام کو تو نچوڑ لیں پیسوں سے، بجٹ آئے گا، یہ ہوگا، یہ ہوگا، روٹی دی ہے نا۔

آلِ محمدؐ نے بتایا کہ ہماری حکومت یہ ہے کہ روٹی کھلا کر ہم بدلہ، شکریہ نہیں مانگتے....اگر آلِ محمدؐ کی حکومت آجاتی تو عوام کو نہ ٹیکس دینا پڑتا...نہ شکریہ کہنا پڑتا...اس لئے آلِ محمدؐ سے حکومت چھینی کہ یہی روٹی ہی تو ہے جس کی بنا پر میں عوام کو غلام بنالوں گا ورنہ عوام کو غلام بنایا کیسے جاسکتا تھا؟

آلِ محمدؐ نے تین دن میں اپنی حکومت کے نظام کو جاری کیا، تین دن میں تین مہینوں میں حکومتیں نظام جاری نہیں کر پاتیں، آلِ محمدؐ نے تین دن میں نظام جاری کر دیا کہا یہ ہے نظام، مسئلہ روٹی ہے، مسئلہ بھوک ہے، مسئلہ یتیمی ہے، مسئلہ قیدیوں کا ہے... آلِ محمدؐ نے تین راتوں میں مسئلہ حل کر دیا، روٹی ہم اپنے دستر خوان کی دے دیتے ہیں، اپنے حصّے کی روٹی، کیا بتایا آلِ محمدؐ نے..؟ کہ ہماری حکومت میں صرف بادشاہ حاکم نہیں ہوتا کہ بادشاہ کا حق رعایا پر ہو، ہمارے گھر کا بچہ بچہ وہی کرتا ہے جو حاکم کرتا ہے رعایا کے لئے۔ کیا حاکموں کے بچے بھی وزیروں اور مشیروں اور صدر کے ساتھ اپنی روٹی دے دیتے ہیں۔ اب اگر میں پڑھنے لگوں تو موضوع بدل جائے گا۔

حاکم رعایا کا خیال رکھے، بچے آکسفورڈ میں پلتے ہیں، وزیروں مشیروں کے بچے حکومت کے پیسے پر عیش کرتے ہیں، آلِ محمدؐ کے بچے کیا کوئی تاریخ لکھتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ نے اور فاطمہؑ نے رعایا کا خیال رکھا لیکن حسنؑ اور حسینؑ بڑے عیش میں پلتے تھے، اگر امت کے بچے بھوکے ہیں تو حاکم کے بچے پہلے بھوکے ہیں۔ کیا کہنا اس گھرانے کی حکومت کا اور قرآن گواہ بن جائے تم نے ہمارے لئے یہ کام کیا ہم تمہارے مشکور ہیں۔ اللہ کہتا ہے ہم پر احسان کرو، جو اللہ پر احسان کرتا ہے اللہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے، قسم کھا کر بتاؤ اللہ نے کن لوگوں کا شکریہ ادا کیا؟ جن لوگوں کا اللہ شکریہ ادا کر دے وہ ہیں اللہ کے محسن، انہوں نے اللہ پر احسان کیا۔

وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۂ صافات۔ آیت ۷۸ تا ۸۰)

سلام ہو اللہ کا نوحؑ پر عالمین میں۔ اللہ سلام کر رہا ہے، سلام تو بچے کرتے ہیں نا اپنے بڑوں کو، یہاں اللہ کہہ رہا ہے.. سلام ہو اللہ کا نوحؑ پر عالمین میں.. اور اس کے بعد کہتا ہے.. ہم محسنین کو اسی طرح جزائیں دیتے رہتے ہیں، کہاں ہے جزا..؟ جزا کا اعلان پہلے کیا...

وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ (سورۂ صافات۔ آیت ۷۸)

آنے والے لوگوں میں نوحؑ کا تذکرہ چھوڑ دیا کہ اب قیامت تک نوحؑ، کشتی اور آلِ نوحؑ کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ محسن کو جزا کیا دیتے ہیں؟ اس کے تذکرے کو زندہ کر دیتے ہیں۔ جن کا تذکرہ زندہ ہے وہ ہیں اللہ کے محسن اور جن کے تذکرے مر گئے؟

یہاں ترکنا کا لفظ آیا ہے...یعنی انسانوں میں نوحؑ کا ذکر چھوڑ دیا...ہم اور آپ تو اسے اس طرح کہتے ہیں نا کہ ترک کر دیا... چھوڑ دیا... اللہ کہہ رہا ہے کہ مَیں نے انسانوں میں نوحؑ کا ذکر چھوڑ دیا...وہ میرا محسن تھا، محسن کو ہم یہی جزا دیتے ہیں کہ اس کے تذکرے کو زندہ کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا......

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا، اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ، سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَؑ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

(سورۂ صافات آیت ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰)

اے ابراہیمؑ تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، ابراہیمؑ کے لئے دوبارہ یہ آیت استعمال کی۔ تو میرا محسن ہے، مَیں تجھے جزا دیتا ہوں، کیا جزا؟ اے ابراہیمؑ تم پر اللہ کا سلام ہو، ہم تمہیں یہ جزا دیتے ہیں کہ قیامت تک تمہارے خواب اور تعبیر کا تذکرہ ہوگا، تمہاری سچائی کا تذکرہ ہوگا کہ تم نے جو خواب دیکھا تھا

اُسے سچ بنا دیا۔

وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْآخِرِیْنَ... سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰیؑ وَ ھَارُوْنَؑ
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۂ صافات آیت ۱۱۹ تا ۱۲۱)

اب یہاں چونکہ دو نام آئے تو علیہما... ان دونوں کا تذکرہ ہم نے آخرین میں چھوڑ دیا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کا تذکرہ ہوتا رہے... ہم محسنین کو یہی اجر دیتے ہیں کہ ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو یہ جزا دی کہ ہم نے ان کا ذکر آنے والے انسانوں میں چھوڑ دیا۔ دیکھئے مسلسل چار ہستیوں کا ذکر ہو چکا.... اور اب پانچویں... یہاں ہستی کا ذکر نہیں ہے.... ! غور کیجئے گا۔

وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْآخِرِیْنَ۔ سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْنَ
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۂ صافات۔ آیت ۱۲۹ تا ۱۳۱)

ہم نے چھوڑ دیا ذکر آنے والے انسانوں میں آلِ یٰسینؐ کا... یعنی محمدؐ کی اولاد کا، ہم اپنے محسنین کو یہی اجر دیتے ہیں، سلام ہو محمدؐ کی آل پر... آیت مبہم تو نہیں ہے نا...؟ آلِ یٰسینؐ پر کوئی شبہ تو نہیں ہے نا... ورنہ میں پھر سورۂ یٰسین کی ابتدا پڑھتا ہوں...

یٰسین۔ والقرآنِ الحکیم

اَے یاسینؐ آپ کی قسم... قرآن کی قسم، کون ہے یٰسینؐ..... حضور کے کتنے نام ہیں؟ طٰہٰؐ اور یٰسینؐ مشہور ہیں نا... حضورؐ کا نام یٰسینؐ ہے نا... طے ہے نا کسی مسلمان کو اس سے انکار نہیں کہ یٰسینؐ رسولؐ کا نام ہے... سورۂ صافات میں اللہ کیا کہتا ہے... سلام ہو آلِ یٰسین پر... اب یہ میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا نا... ہمارے یہاں تفسیر بالرائے حرام ہے، اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے.... مامون الرشید نے امام رضا صلوٰۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کو کس بات پر ناز ہے؟

کہا اس بات پر ناز ہے کہ اللہ نے ہم پر سلام کیا... اس بات پر ناز ہے۔ کسی پیغمبر کی آل پر سلام نہیں کیا، کیا فرماتے ہیں امامؑ، امامؑ نے فرمایا مامون سے، نوحؑ پر سلام کیا اللہ نے، ابراہیمؑ پر سلام کیا، موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلام کیا.. لیکن آلِ نوحؑ کو سلام نہیں کیا، آلِ ابراہیمؑ کو سلام نہیں کیا، آلِ موسیٰؑ و ہارونؑ کو سلام نہیں کیا... اے مامون! آلِ محمدؐ پہ سلام کیا... اس نے کہا کہاں سلام کیا؟ امام نے فرمایا! یہ بتا قرآن میں میرے جد محمدؐ کے کتنے نام ہیں؟ کہا بہت سے نام ہیں.... کہا کوئی آیت پڑھ... مامون نے کہا!

یٰسین والقرآن الحکیم

...کہا مانتا ہے نا کہ محمدؐ کا نام یٰسین ہے... کہا ہاں سب جانتے ہیں... فوراً امامؑ نے آیت پڑھی...!

وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْآخِرِیْنَ۔ سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْنَ

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۂ صافات۔ آیت ۱۲۹ تا ۱۳۱)

مامون چپ ہو گیا، چونکہ مامون کے دربار میں یہ آیت پڑھی جا چکی تھی... آلِ یٰسینؑ.. تو جب کتابت ہوئی قرآن کی تو مسلمانوں نے ''زیر'' ہٹا دیا ''ل'' کے نیچے سے اور اب آپ پڑھیں گے تو یوں ہے.. سلامٌ علیٰ ال یٰسینؑ... امام صادقؑ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ یہ ال یٰسینؑ نہیں آلِ یٰسینؑ ہے۔ اچھا اگر اِل بھی ہو تو کیا ہے، اس کے کوئی معنی تو ہوں... اِل عربی میں نہیں، اِل اردو میں نہیں، ہاں عبرانی میں ہے، جب عبرانی لغت سے پوچھا گیا، اِل کس کا نام...؟ کہا علیؑ کا نام... یہ اِل ایلیا ہے.. یہ اِل صرف عبرانی میں تھا... آپ کہتے ہیں باب اِل Babil، کیا مطلب ہوا... ایلی کا دروازہ... اس شہر کا نام جو دار الحکومت ہے نمرود کا... اب یہ اِل عبرانی میں بہت مشہور تھا... دیکھتے جائیے... جبرائیل... میکائیل، اسماعیل، معنی تو ہوں گے نا... ابراہیمؑ نے کیا نام رکھا...

اسماعیل...ایلی کے نام سے... بیٹا ملا، علیؑ کے نام سے ملا بیٹا۔

ارے! آج بھی علیؑ بیٹے دے رہے ہیں، صدیوں پہلے بھی انبیاؑ کو دے رہے تھے۔ بدلنا چاہیں تو کچھ اور بن جاتا ہے، لفظ آلِ محمدؐ سے بغاوت نہیں کرتے... شائد مصرع ہو گیا... کیوں؟ اس لئے کہ لفظ کے موجد ہیں، آدمؑ سے کیا کہا گیا تھا... پڑھو... لفظ خود بھی آلِ محمدؐ، موجد بھی لفظوں کے، مجسّم آلِ محمدؐ کے لفظ... آدمؑ نے کیا پڑھا... محمدؐ، علی، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، تو لفظ کیسے بغاوت کر سکتے تھے... اسی لئے جب علیؑ کو مہمل بنایا واؤ لگا کے تو لفظ بنا علی ولی، کرسی ورسی، میز ویز... جب تمام لفظ واؤ لگا کے بگاڑے اور لفظ علیؑ تک آ گئے تو علیؑ ولی بن گیا... یعنی آپ مومن ہو گئے۔

جب دہرایا تو آپ سے آپ... علیؑ سے ولی ہو گیا... علیؑ کے نام میں ''و'' لگ جائے.. جب حکومت آئی ایسی کہ جو آپ کی دشمن ہو گئی اور لوگ ظاہر کرتے تھے... تو آپس میں خط لکھ کر بتاتے بھی تھے کہ جو تم ہو وہی ہم ہیں... تو ہسٹری میں ہے (،) لگاتے ہیں نا... بس تحریر میں دو واؤ لگا دیتے تھے کہ اگر ایک واؤ ہے تو منافقت اور اگر دو واؤ ہیں تو سمجھ جاتا تھا یہ ہمارا ہے. کوئی بھی بات لکھ دیتے تھے.. دو واؤ لگا دیئے۔ (''......'') علمِ ابجد میں واؤ کے چھ عدد ہیں، جب دو واؤ لکھے تو چھ اور چھ بارہ ہو گئے، سمجھ جاتے کہ بارہ کے ماننے والے ہیں، ایسی ذہانتیں کہاں؟ تب ہی تو اللہ کہہ رہا ہے ہم اپنے محسنین کو پہچانتے ہیں، پھر اعلان کیا، نوحؑ میرا محسن، ابراہیمؑ میرا محسن، انبیاؑ کی بات ہو رہی ہے نا بھئی، موسیٰؑ میرا محسن، ہارونؑ میرا محسن، آلِ محمدؐ میرے محسن اور چار بار قرآن میں یہ آیت...

وَ بِا الوالِدَینِ اِحسانا

اپنے والدین پر احسان کرو... اس آیت کی کوئی اہمیت ہے...؟ اپنے والدین پر

احسان کرو، سورۂ بنی اسرائیل:-

الرَّحمۃِ و قُل رَبِّ ارحمُھما کَمَا رَبّیٰنی صغیرا (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۴)

جھڑکنا نہیں، ترچھی نگاہ سے نہ دیکھنا، شانوں کو جھکا دینا، ادب سے بات کرنا اور وہ حق ادا کرو کہ بچپن میں جیسے باپ اور ماں نے تمہیں پالا ہے..لفظ استعمال کیا رَبّیٰنی ... ماں اور باپ تمہارے رب ہیں...شرک نہیں ہوا؟ ارے! ہم علیؑ کو رب کہہ دیں تو اودھم ہو جائے، ہر مسلمان کا باپ اس کا رب، ہر مسلمان کی ماں اس کی رب، شرک نہیں ہوا...بھئی میں اپنے موضوع سے بہت قریب ہو گیا...تمہید کی منزلوں سے گزر چکا...ماں باپ تمہارے رب ہیں، کس سے کہا جا رہا ہے؟ محمدؐ سے...آپ سے تو بعد میں کہا جائے گا، وحی تو محمدؐ پر آئی ہے، پہلے محمدؐ وحی پر عمل کریں پھر امت کو سنائیں۔ محمدؐ سے کہا گیا...رب کہہ رہا ہے! اے محمدؐ! تمہارے ماں باپ تمہارے رب ہیں۔

نہ آمنہؑ ہیں نہ عبداللہؑ...بچپن میں مر چکے تھے، اور اعلان کر چکا...الَم یجدکَ یتیماً فاویٰ (سورۂ ضحیٰ) سرپرست تو تمہارے ہم بنے، تم یتیم تھے، ہم تمہارے سرپرست بنے...سورۂ ضحیٰ کل پڑھ چکا...رب کے معنی عربی میں کیا ہیں؟

جو پرورش کرے، جو پالے۔ ماں باپ تمہارے رب، جیسے بچپن میں تمہیں پالا، تم ان کی پرورش کرو، ان پر احسان کرو...اگر وہ تمہیں ڈانٹیں بھی تو لفظ یہ نہ نکلیں..اُفّوہ... اُف تک نہ کہنا اور یاد رکھنا اگر ماں باپ ناراض ہو گئے تو عاق شدہ جہنمی ہے...نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو، حج کر چکا ہو لیکن اگر عاق ہو جائے تو جہنمی ہو جاتا ہے۔ یہ آج کا موضوع ہے، آج کے معاشرے کا مسئلہ ہے۔ آج کے ہمارے بچے داڑھیاں رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، باپ سے بحث کرتے ہیں، آپ کیا جانیں دین کیا ہے، یہ مسئلہ انقلابی یوں ہے، یہ مسئلہ ویسے ہے۔ باپ پڑوسیوں سے

کہتا ہے ہمارا بچہ تو مانتا ہی نہیں ہے، جھڑک کر چلا جاتا ہے، جھڑکنا نہیں، سارے دینی کام کیئے مگر ایک عمل کہ اگر باپ کو جھڑک دیا، اُف کر دیا ہو گئے جہنمی، ہو گے نمازی، ہو گے روزہ دار سارے دینی کاموں پر پانی پھر گیا اس طرح جیسے شیطان نے سجدے کیئے، تسبیح و تقدیس کی ایک آدمؑ کو سجدہ نہ کیا...مردود ہو گیا۔ ارے بھئی جب اللہ کی بارگاہ میں چھ ہزار برس سجدے کرنے والا نمازی ایک آدمؑ کی طرف نہ جھکنے پر کمینہ کہا جاتا ہے...!

ابھی کہا ناظلِ صادق صاحب نے اپنے سلام میں ...! کہ تم لاکھ باتیں کرو، لگ جائے آب گینوں کو ٹھیس برا کہا جائے گا کمینوں کو، ابھی مطلع میں پڑھا ظلِ صادق صاحب نے کیا فلسفہ دیا ہے انہوں نے، اللہ دیکھ رہا ہے عبادت گزار ہے، کچھ کہہ دوں گا...میرا سجدہ کرتا ہے چھوڑو اگر آج نہیں کیا..ہم کو تو سجدہ کرتا ہے، آدمؑ کو ہی تو نہیں کر رہا نا...شیطان کے آبگینوں کو ٹھیس لگ جائے گی...نہیں اللہ نے کہا! میرا حکم نہیں مانا.... اب قیامت تک شیطان کو کمینہ کہنا ہے۔

چاہے نمازی کیوں نہ ہو...نمازی بھی کمینہ بن جاتا ہے، سجدہ گزار اللہ کی نظر میں کمینہ بن جاتا ہے، تسبیح پڑھنے والا، فرشتوں کا سردار کمینہ...مردود، ابلیس، شیطان.... نکل جا، مسخ ہو جا گرز مارے جائیں گے، شہاب ثاقب سے مار پڑے گی۔ اب بلندیوں کی طرف نہیں آسکتا، پستی ہے تیرا مقدر... ہائے! اتنا بڑا نمازی اور اس کا یہ انجام کہ عرش سے پھینکا جائے تو پستی میں جائے، یہ نمازوں کا انجام ہے۔ یہ عبادتوں کا انجام ہے۔

اللہ تو یہ صلہ دے رہا ہے اور ایک طرف کہتا ہے کہ میں اپنے محسنوں کو جزا دیتا ہوں، کیا یہ تیرا محسن نہیں ہے...؟ تیرے سجدے نہیں کیئے، رکوع نہیں کیئے، راتوں کو

جاگ کر تیری عبادت نہیں کی...تو اللہ کہے گا نہیں میرے سجدے کرنے والے میرے محسن نہیں، میری نمازیں پڑھنے والے میرے محسن نہیں...شیطان میرا محسن نہیں ہے لاکھ نمازیں پڑھے، پھر اللہ تیرا محسن کون ہے؟ سجدہ کرنے والے کو، نماز پڑھنے والے کو تونے نکال دیا۔ کہا یہ ہمارے محسن نہیں ہیں جو ہماری نمازیں پڑھیں، ہماری عبادتیں کریں...وہ ہمارے محسن نہیں، پھر تیرا محسن کون...؟

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ
إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (سورۂ صافات۔ آیت ۷۸ تا ۸۰)

نوحؑ ہے میرا محسن...ابراہیمؑ ہے میرا محسن...موسیٰؑ و ہارونؑ ہیں میرے محسن...اب منبر سے کہہ رہا ہوں...کوئی ایک روایت لاؤ...کہ نوحؑ نماز پڑھتے تھے۔ پڑھتے ہوں گے، روایت نہیں ملتی...دیکھو! یہ ریسرچ کا جملہ ہے، چیلنج کرتا ہوں سارے علمائے شیعہ، سنّی سب کو چیلنج...! اگر نوحؑ کی زندگی میں دکھادیں، اس لئے کہ نماز کا ذکر ابراہیمؑ کے تذکرے کے ساتھ شروع ہوا، جب گھر ہی نہیں ہوگا تو سجدہ کہاں ہوگا۔

جب گھر بن جائے گا جبینوں کو سجدوں سے بسایا کس نے؟ جب گھر بنے گا تب جبینیں سجدے سے سجیں گی، گھر بنانے والا ابراہیمؑ، جب گھر بنا تو نماز شروع ہوئی، گھر کا بانی ابراہیمؑ، نماز کا بانی ابراہیمؑ، آدمؑ کے تذکرے میں نماز نہیں ملتی، نوحؑ کے تذکرے میں نماز نہیں ملتی...ابراہیمؑ کے تذکرے میں مل جاتی ہے...اور نہ ملتی اگر علیؑ نہ ہوتے...

علیؑ نے منبرِ کوفہ سے کہا جب لوگوں نے پوچھا! آپؑ کے باپ ابوطالبؑ کا کیا مذہب تھا، آپؑ کے دادا عبدالمطلبؑ کا کیا مذہب تھا؟ آپؑ کے پردادا ہاشمؑ کا کیا مذہب تھا؟ آپ کے سگڑ دادا قصیٰؑ کا کیا مذہب تھا؟ آپ کے نگڑ دادا کا کیا مذہب تھا تو بے اختیار کہا...سنو! قرآن آنے سے پہلے، محمدؐ کے آنے سے پہلے، قصیٰؑ، عبدِ مناف، ہاشمؑ،

عبدالمطلب اور ابوطالبؑ کعبہ کی طرف منہ کر کے دینِ ابراہیمی پر نماز پڑھتے تھے۔ان کی نمازوں کا گواہ علیؑ ہے...مورّخ کیا لکھے گا جو خود نمازی نہیں ہے...اجدادِ پیغمبرؐ کی نمازیں تارک الصلوٰۃ کیا لکھے گا...اس کو تو کفر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔کفر کے معنی معلوم ہیں...؟ اندھیرا۔

مسلمانوں کی تاریخ اندھیرا ہے،تاریخ نہیں تاریک ہے...اندھیرے میں نمازیں کہاں نظر آئیں،اللہ کا گھر ہی نہیں نظر آتا اور اگر غلاف کالا ہو تو اندھیرے میں اور نہیں نظر آتا،وہ دیکھیں جن کی آنکھیں نورانی ہوں۔جو غلافِ کعبہ سے لپٹ کر کہیں...! اَے ربِّ کعبہ دیکھیئے یہ لفظ سب سے پہلے عبدالمطلب نے استعمال کیا۔

نوحؑ کی زندگی میں نماز نہیں،اگر ہوتی تو اللہ کہتا بڑا عبادت گزار تھا نوحؑ،وہ میرا محسن ہے۔بس اتنا بتا دے اللہ،نوحؑ نے تم پر احسان کیا کیا؟ اے پروردگار یہ جو جزا دے رہا ہے،نوحؑ کو احسان تو بتا کہ نوحؑ نے کیا احسان کیا؟ کشتی تو نے بنوائی،جبرئیلؑ کو بھیجا لکڑی کے تختے دے کر،کیلیں تو نے بھجوائیں،ہتھوڑی تو نے بھجوائی،جبرئیلؑ نہ بتاتے تو کشتی نہ بنتی،نوحؑ نے خود تو بنائی ہی نہیں،ملک نے اس کو بتایا،کشتی بنالی،کشتی بنانا احسان نہیں۔

اور احسان ایسا ہو جو ایک دو مہینوں کا نہ ہو... جیئے کتنا ہیں..نو سو سال،تو لکھ دے تاریخ میں کہ وہ میرا بندہ نوحؑ میرا محسن تھا نو سو سال تک مسلسل نمازیں پڑھتا رہا۔وہ میرا محسن تھا،اس نے میرے سجدے کئے،عبادت کی وہ میرا محسن ہے میں اس کو جزا دیتا ہوں۔

وَتَرَكْنا عليه فى الآخرين۔(سورۂ صافات آیت ۷۸)

اس لئے ہم نے اس کے تذکرے کو پھیلا دیا عالمین میں اس لئے کہ وہ میرا محسن

تھا، نمازی تھا نہیں، ایک ہی بات ملتی ہے...! کہ نام تھا عبدالشکور... نوحؑ نام کیوں پڑا؟ عربی میں نوحؑ کے معنی ہیں نوحہ کرنے والا، چونکہ نو سو برس اس نے نوحے پڑھے اس لئے میرا محسن ہے۔

آپ ہمارے نوحوں سے دو مہینوں میں گھبرا جاتے ہیں، نوحؑ نو سو برس تک پڑھتا رہا اور جب نو سو برس تک پڑھا... کام بڑا کیسے بنا؟ کام بڑا جب بنتا ہے کہ جب عوام مخالفت کریں، نو سو برس تک نوحے پڑھتے رہے تو پوری امت مخالفت کرتی رہی، اللہ نے کہا مخالفت بڑھتی جا رہی ہے، تم کام بڑا کر رہے ہو، جتنی مخالفتیں بڑھ رہی ہیں کام بڑھتا جاتا ہے تم میرے محسن بنتے جاتے ہو، اب جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں ان پر ہم عذاب لائیں گے، جو نوحے کی مخالفت کرے اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

سورۂ صافات سے تقریباً بارہ آیتیں پڑھنے کے باوجود ابھی تک صرف ایک آیت کی شرح کر سکا ہوں، کل انشاءاللہ اسی شرح کے ساتھ گفتگو کریں گے، جب کہ یہ بات رہ گئی۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًا (سورۂ انعام آیت ۱۵۱)

اپنے والدین پر احسان کرو، وہ تمہارے رب ہیں، دیکھئے... ان دونوں باتوں کو ملانا ہے، نوحؑ کو اس محسن کو اور اس محسن کو۔ یعنی جو ماں باپ پر احسان کرے... اور اس وقت ملے گی بات کہ جب ابراہیمؑ اور آلِ یٰسینؑ تک بات پہنچے گی۔

آج کی حد تک کل کی تقریر سے بات مسلسل کر دوں.. سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ بقرہ، سورۂ انعام اور سورۂ نسأ میں یہ آیت بالکل اسی طرح آئی.. وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًا.. اپنے والدین پر احسان کرو.. اور سورۂ بنی اسرائیل میں کہا! وہ تمہارے رب ہیں۔ ماں اور باپ تمہارے رب ہیں۔ دیکھئے ایک نکتہ ہے کہ ماں باپ محمدؐ کے

نہیں تھے، محمدؐ کو حکم ملا کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو...شانے جھکا دو، جھڑکنا نہیں، نرمی سے بات کرنا، اُف نہ کرنا، جیسے بچپن میں تمہیں پالا ہے، اب تم ان کو پالو اور بات بات پر یہ کہنا کہ زحمت ہو رہی ہے، جیسی زحمتیں انہوں نے اٹھائی ہیں پالنے میں اب ویسا ہی عمل تم کرو...ماں باپ پر احسان کرو۔

ماں باپ محمدؐ کے کون ہیں..؟ ابو طالبؑ اور فاطمہؑ بنتِ اسد....آپ کہیں گے نہیں وہ تو چچا اور چچی ہیں...اللہ نے اس میں وضاحت نہیں کی، اللہ نے کہا ہے جو پالے وہ ہے تمہاری ماں اور تمہارا باپ...بھئی اس میں وضاحت کہاں ہے؟ رب کا لفظ جب رکھ دیا ...! جب آمنہؑ نہ رہیں، عبداللہؑ نہ رہیں جس نے محمدؐ کو پالا ہے ماں اور باپ بن کر، اللہ کو نہیں معلوم کہ ماں باپ تو مر چکے، محمدؐ سنت بنائیں گے کیسے؟ کس کی اطاعت کریں گے؟ ماں باپ ہیں کہاں؟ تو امّت کیسے عمل کرے گی؟ کیسے بتائیں گے کہ یہ ہے میرا باپ، یہ ہے میری ماں...؟ میں اپنے باپ کی اطاعت کر رہا ہوں؟ یہ ہیں میرے رب۔

تو اَے محمدؐ اللہ کے علاوہ بھی کوئی تمہارا رب ہے، کہیں یہ شرک تو نہیں ہے..؟ شافعی نے کہہ دیا کہ...شافعی مر گیا اس کو ابھی تک نہ پتہ چلا کہ اللہ اس کا رب ہے یا علیؑ اس کا رب ہے، تو مصیبت آ گئی، ہو سکتا ہے شافعی نے ان معنوں میں کہا ہو کہ علیؑ نے مجھے پالا، میرے عقائد کو پالا، میرے علم کو پالا، میری فکر کو پالا تو میرے رب علیؑ۔ اللہ نے تو شافعی کو نہیں سکھایا پڑھایا ہوگا، علیؑ کے علم سے شافعی نے لکھا پڑھا ہوگا تو انہوں نے کہا کہ علیؑ رب۔

ضروری تو نہیں کہ روٹی دینے والا، خلق کرنے والا، تخلیق کرنے والا وہی رب ہو۔ اللہ کہہ رہا ہے جو پالے گود میں وہ بھی تمہارا رب ہے۔ اب کہہ دیا اللہ نے...! مسلمان

پھنس گئے، ماں باپ رب ہیں... چونکہ اللہ نے کہہ دیا تھا کہ محمدؐ تمہارا باپ تمہارا رب ہے.. یعنی ابوطالبؑ تمہارا رب ہے.. تو آیت یوں اتری ہے۔

اَلَم یَجِدكَ یتیماً فَاوٰی (سورۂ ضحیٰ آیت ٦)

اے محمدؐ تم یتیم تھے اللہ نے تمہاری پرورش کی... پالا ابوطالبؑ نے، اللہ نے ابوطالبؑ کو رب بنا دیا، عمل ابوطالبؑ کا...! کہا میں نے پالا، گویا یہ کہ کام میں کروں تو یہ ابوطالبؑ نے کیا... اور ابوطالبؑ کریں تو اللہ نے کیا...! اتنا تو معاہدہ ہے اللہ اور ابوطالبؑ میں، بیچ میں آپ ایمان کو پھنسائے ہوئے ہیں، احسان نے سارا معاملہ صاف کر دیا۔

مسلمانوں کی کوششوں پر پانی پھیر دیا، ایمان، ایمان، ایمان... اللہ نے کہا اور احسان...؟ اس لئے اللہ نے قرآن میں احسان رکھ دیا۔ کہ جب تم اجدادِ پیغمبرؐ کے لئے پکارو گے ایمان ایمان ایمان، تو قرآن پکارے گا... احسان، احسان، احسان۔

ارے..! یہ احسان کر سکتا تھا کوئی؟ کہاں تھے وہ سارے احسان کرنے والے؟ اگر آپ پڑھتے رہتے ہیں تو اس جملے میں بہت کچھ تھا... ہاں سب کا احسان اُتار دیا مگر ان کا احسان رسولؐ اللہ نے کہا ہم نہیں اُتار سکے... ارے نہیں اتار سکے تو احسان کی معیاد تو دکھاؤ، جب ابوطالبؑ احسان کر رہے تھے اللہ پر.. کیوں کہوں محمدؐ پر کر رہے تھے... جب اللہ محمدؐ پہ کئے ہوئے احسان کو اپنے اوپر لے لیتا ہے، چھوٹ بھیّے رکھتے ہیں محمدؐ پر احسان کو اللہ اپنے محبوب پر احسان رہنے ہی نہیں دیتا، ہر احسان اللہ خود لے لیتا ہے اور کہتا ہے میرا محسن۔

محبوب کی پہچان یہ ہے، عشق کی منزلِ کمال یہ ہے کہ احسان اس پر کیا تم نے نہیں مجھ پر کیا۔ ابوطالبؑ محمدؐ پر نہیں احسان کیا مجھ پر کیا.. تو کہاں تھے اس وقت جب شعبِ

ابیطالبؑ میں ابوطالبؑ سب کو لے کر گئے تھے۔ سارے محسنین کہاں تھے؟ ابھی تو کلمہ بھی نہیں پڑھا، ابھی تو دوستی بھی نہیں ہوئی ہے، یہ سات بعثت سے تین سال رہے نا محصور... تین برس بعد شعب سے باہر آئے... آ گئے کعبے میں، کہا لاؤ وہ صندوقچہ جہاں عہدنامہ رکھا ہوا ہے اور وہ آ گیا، کہا سنو! میرے بیٹے نے مجھے خبر دی ہے... نہ رسولؐ، نہ نبیؐ... نہ بھتیجا... میرے بیٹے نے... کیوں؟ اس لئے کہ آیت آ چکی ہے.. وَّبِـالْـوَالِـدَیْـنِ احسـانـا ... ہاں! اللہ نے بتا دیا کہ ابوطالبؑ تمہارا باپ ہے تو ابوطالبؑ نے تسلیم کر لیا اللہ کے بتانے پر کہ ہاں یہی ہے میرا بیٹا۔ میرے بیٹے نے خبر دی ہے کہ عہدنامہ کو دیمک کھا گئی، اللہ کا نام لکھا رہ گیا... ابوطالبؑ تم کیوں کہہ رہے ہو کہ اللہ کا نام لکھا رہ گیا، تم تو اللہ کو مانتے ہی نہیں ہو... تو کہا کہ اللہ کا نام لکھا رہ گیا، اور سنو! میرا بیٹا جھوٹ نہیں بولتا، جو اس نے خبر دی ہے وہ سچ ہے اور اگر ایسا نہ ہوا، عہدنامہ سلامت ہے تو محمدؐ کو آج ہی مَیں تمہارے حوالے کر دوں گا، پھر اسے قتل کر دینا۔ بات بات پر قتل سے بچانے والے ابوطالبؑ آج تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ قتل کر دینا... ! ارے.. عقیدہ ہو تو ایسا... بتایا ابوطالبؑ نے کہ جو جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے، اسلام میں وہ واجب القتل ہے۔ اگر خبر جھوٹی ہے تو محمدؐ جھوٹا نبی... پھر وہ قتل کیا جائے گا اور اگر خبر سچی ہے تو مَیں بھی نبی مان رہا ہوں، تم بھی نبی مان لو۔ صندوقچہ کھلا تو دیمک عہدنامے کو چاٹ چکی تھی، کس کو چاٹ چکی تھی؟ اہلُو پہلُو والوں کو.. جب زمین اپنے صندوقچوں کو کھولے گی...؟

اللہ کا نام باقی... نبیؐ نے خبر دی ہے... اسی دن کے لئے تو بھائی کو بوترابؑ بنا دیا، مٹی کا باپ یہ ہے، جو مٹی کے باپ کو نہ مانے، مٹی اس کو کیسے قبول کرے؟ کہا قتل کر دینا... اب جو دیکھا بات سچ تھی، چہرے اُتر گئے، چھ آدمیوں میں آپس میں بغاوت

ہوگئی، آدھے کافر ایک طرف، آدھے کافر ایک طرف، واہ! اچھے کافر ہوا ابوطالبؑ کہ کفر کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا تم نے۔ کہیں ایسا ہوتا ہے کہ آپ جس عقیدے پر ہوں اس کو ہی دو حصوں میں بانٹ دیں۔

پتا چلا کفر سے ہمدردی نہیں ہے، کفر دو حصّوں میں بٹ گیا... آدھے ایک طرف، آدھے ایک طرف... تلواریں کھینچ کر کہا! کیوں شعب میں بنی ہاشمؑ کو ڈالا ہوا ہے، آپس میں تلواریں کھنچ گئیں، چھ آدمی نکلے کہا ابوطالبؑ ہمارے ساتھ چلو، ہم خود بنی ہاشمؑ کو شعب سے باہر لائیں گے، بس یہ کہنا تھا کہ اسلحہ بند ابوطالبؑ کمر میں تلوار باندھے ہوئے آگے آگے، پیچھے پیچھے بنی ہاشمؑ، اگر محمدؐ سردار ہیں تو آج آگے محمدؐ آئیں تلوار لے کر... جب تک ابوطالبؑ زندہ ہیں بنی ہاشمؑ کے سردار ابوطالبؑ ہیں۔

چچا آگے آگے، بھتیجا پیچھے پیچھے... ارے! نبوت بھی کسی کے پیچھے چلتی ہے، غیر معصوم ابوطالبؑ کے پیچھے... تو دے دوں جملہ...! شعب سے باہر آرہے ہیں، آپ نے کہا عصمت غیر معصوم کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے! ارے یہاں یہ نہ دیکھو کہ عصمت غیر معصوم کے پیچھے چل رہی ہے، ارے! قرآن کہہ رہا ہے... وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا... اب پڑھو اُٹھا کر کہ والدین کے حقوق کیا ہیں، جب باپ آگے چلے، بیٹا آگے نہ چلے۔

اپنے ماں باپ پر احسان کرو، تو احسان کریں کیسے...؟ یہی تو موقع ہے کہ ابوطالبؑ پر محمدؐ احسان کریں، ابھی تک ابوطالبؑ محمدؐ پر احسان کر رہے تھے، اللہ اپنے اوپر لیتا جا رہا تھا، اب محمدؐ کو حکم دیا اللہ نے کہ اب تم احسان شروع کرو۔ اب بیٹے نے باپ پر احسان شروع کئے تو باپ آگے چلے، بیٹا پیچھے چلے۔ کیوں چلے بیٹا پیچھے؟ اس لئے کہ اللہ نے منظر دیکھا دو دن کے لئے غائب ہو گئے محمدؐ... شعب کہتے ہیں وادی کو، ابوطالبؑ کی

وادی... کسی اور کی وادی مشہور نہیں۔ وادی کوئی چھوٹی سی تو ہوتی نہیں... کوئی ایسی وادی تھی جو ابو طالبؑ کی جائیداد تھی... غریب نہیں تھا ابو طالبؑ... وادی میں پہاڑ بھی ہوتے ہیں، چشمے بھی ہوتے ہیں، مکہ پورا ان کا ہے، سیّد العرب کہلاتے ہیں، خانہ کعبہ کی کنجی ان کے پاس ہے، حج کے منتظم بھی ہیں۔ دو دن کے لئے محمدؐ نہیں نظر آتے... بنی ہاشمؑ، بنی مطّلبؑ، بنی کلاب، بنی قصیٰ کو... ہر شاخ کے جوانوں کو بلایا، پہلی بار ابو طالبؑ نے اپنا اسلحہ خانہ کھولا، تھا گھر میں کوئی اسلحہ خانہ تھا لڑائیاں لڑ چکے تھے ابو طالبؑ، سردار تھے۔ جنگِ فجّار پڑھ چکا میں کل یعنی لوگ اپنے ساتھ شامل کرتے تھے کہ اگر بنی ہاشمؑ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے تو ہم لڑائی جیت جائیں گے۔ اور ایسے ایسے سپاہی تھے کہ حمزہؑ سے بڑا تیر انداز کوئی تھا نہیں، گھوڑے پر بیٹھ کر کمان لگا اور ترکش پشت پہ لگا کر حمزہؑ شتر مرغ کی کلغی لگا کر گھوڑے کو اچھالتے ہوئے جب صحرا کی طرف سے آتے تو لوگوں کے سینے دہل جاتے... عورتیں گھروں سے باہر نکل کر حمزہؑ کی شان دیکھنے لگتیں، عتبہ کی کنیز آ کے کھڑی ہو گئی اور کہا حمزہؑ...! ذرا گھوڑے کو ٹھہراؤ، حمزہؑ رک گئے، مچلتا ہوا عقاب گھوڑا رک گیا، کہا کیا بات ہے...؟

کنیز نے کہا تم تو روز شکار ہی کھیلنے چلے جاتے ہو پتہ ہے تمہارے بھتیجے پر آج زبری نے حملہ کر دیا اور اوجھڑی پھینک دی... حمزہؑ بے خبر تھے کہ مکّے میں کیا ہو رہا ہے، لاپرواہ... بس روز شکار کھیلنے چلے جاتے، آج خبر ملی... کہا! محمدؐ پہ اوجھڑی پھینک دی.... گھوڑا دوڑاتے ہوئے گئے اور حمزہؑ نے ابوجہل اور زبری کو کعبہ میں پکڑ لیا اور گھوڑے سے کود پڑے اور کمان اُتار کر... کہتے ہیں... اس کمان سے کھینچ کر جو ابوجہل کے سر پر مارا تو سر پھٹ گیا ابوجہل کا اور کہا خبردار یہیں نماز پڑھے گا کعبہ میں میرا بھتیجا... قرآن میں اقیموا الصّلوٰۃ... (سورۂ مزمل آیت۔۲۰) نماز پڑھنا بھی ہے، نماز کو قائم کرنا بھی

ہے، یہ ہے آلِ محمدؐ کا کام... یہاں پڑھیں گے محمدؐ نماز اور خبر دار! اگر کوئی بولا، سمجھ گئے کیسے کیسے شیر تھے بنی ہاشمؑ میں.. کیا کیا ابو طالبؑ نے؟ دو دن محمدؐ نظر نہیں آئے، سب بنی ہاشمؑ کو ایک ایک تلوار دی ابو طالبؑ نے، ایک ایک خنجر دیا، نیچے دیئے اور کہا ان چمکتی ہوئی تلواروں کو بغیر نیام کئے عباؤں میں رکھو اور اوپر سے عباؤں کو ڈھک لو... اور پورا جلوس لے کر ابو طالبؑ کعبے کی طرف چلے اور کہا سنو..! دو دن سے میرا بھتیجا نظر نہیں آیا... مجھے شک ہے کہ ان کافروں نے کہیں میرے بھتیجے کو قتل نہ کر دیا ہو... مجھے شک ہے، جتنے کافر کعبے میں بیٹھے ہیں ایک ایک آدمی ہمارا سب کے پہلو میں جا کر خاموشی سے بیٹھ جائے، تلواریں اور خنجر عباؤں میں چھپی رہیں۔ مَیں جاتا ہوں اپنے بیٹے کو تلاش کرنے اگر وہ مل گیا تو لے کر آتا ہوں، مَیں اشارہ کروں تو سب ہٹ جانا اور اگر مَیں آ کر اشارہ کروں کہ محمدؐ کہیں نہیں ملے... تو جو تمہارے پہلو میں ہو اس کی گردن اڑ جائے... ایک نہ بچے، پورا جلوس لے کر کعبہ میں پہنچ گئے... جیسے جیسے ترتیب بتائی تھی ایک ایک کافر کے پاس جا کر بنی ہاشمؑ، بنی عبدالمطّلبؑ، بنی قصیٰ، بنی کلاب بیٹھ گئے... ابو طالبؑ چلے.. چلتے چلتے راستے میں اطلاع ملی کہ محمدؐ غارِ حرا سے واپس آ رہے ہیں... دیکھتے ہی رونے لگے.. کہا عبداللہ یاد آ گئے... سینے سے لگایا، کہا محمدؐ بیٹا میں تو یہ سمجھا تھا کہ شائد کافروں نے تمہیں قتل کر دیا، آؤ میرے ساتھ آؤ... ہاتھ پکڑ کر کعبے میں آئے، سب کی طرف دیکھا، اپنے والوں کو بھی دیکھا... غیروں کو بھی دیکھا، چہرے پر عجیب چمک تھی، اشارہ کر دیتے اپنے قبیلے والوں کو کہ محمدؐ آ گئے... سب واپس آ جاؤ. کیا بتانا چاہ رہے تھے؟ یعنی ایسا محافظ کہ اللہ کہے کہ احسان اتارو. یہ ہے مشکل منزل، اگر ابو طالبؑ نعوذ باللہ منافق ہوتے تو کہتے سب سے چلو کام ہو گیا۔ آواز دی اور کہا مکّے کے کافرو..! اے قریش!... تمہیں معلوم ہے آج میرا کیا ارادہ تھا؟

سب گھبرا گئے اور کہا ابوطالبؑ کیا بات ہے؟ کہا ذرا اپنے پہلوؤں میں دیکھو، تو دیکھا ایک ایک آدمی ہر ایک کے پہلو میں.. ایک بار آواز دی... کہا! اے بنی ہاشمؑ عبائیں ہٹاؤ، تلواروں کو بلند کرو۔ حکم دینا تھا کہ کعبہ میں تلواریں چمکنے لگیں، چاروں طرف سے قریش گھر گئے، کہا ابوطالبؑ یہ کیا ہے، کہا یہی تو دکھانا ہے تمہیں، کہا ان تلواروں کو دیکھو، ان نیزوں کی چمک کو دیکھو، ان خنجروں کو دیکھو، ہم یہ سمجھ رہے تھے تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا۔ اگر محمدؐ قتل ہو جاتے تو آج اسی کعبہ میں سب کی قبریں بن جاتیں، ہم کعبہ کو مقتل بنا دیتے... نہیں سمجھے... کعبہ میں خوں ریزی حرام ہے... لیکن اگر محمدؐ قتل ہو جائے تو کعبہ نہ رہا... پھر وہ مقتل ہے۔

ابوجہل آگے بڑھا، ولید بن مغیرہ آگے بڑھا.. ابوطالبؑ! کیا واقعی تم ایسا کرتے؟ کہا اس ربِ کعبہ کی قسم ایسا ہی کرتے اور اگر تم نے آئندہ ارادہ بھی کیا تو خون کے دریا بہیں گے۔ ایسے ایسے احسانات...! کیا کہنا شانِ ابوطالبؑ، کیا کہنا احسانِ ابوطالبؑ، کیا کہنا ایمانِ ابوطالبؑ، جس کے ایمان کا تعارف احسان کرائے، یہ ہے احسان اور ایمان۔

اور پھر کربلا نے بتا دیا کہ اگر ابوطالبؑ سمجھ میں نہیں آتے تو ابوطالبؑ کے گھر کے بچوں کو سمجھ لو... جوان اور بوڑھے تو فکر لئے ہوئے آئے تھے... یہ تین سال کی بچی سکینہؑ وہی فکر اور وہی رشتہ، وہی چچا اور یہ بھتیجی، وہ ابوطالبؑ محمدؐ اور یہ عباسؑ اور سکینہؑ..!

جب طمانچے مارتا تھا شمر تو بچی پکارتی! چچا کتنے پیار سے لائے تھے مجھے عماری میں بٹھا کر مدینے سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سکینہؑ نے پانی مانگا ہو اور تم نے جامِ آب لا کر نہ دیا ہو... چچا! اب کیا ہو گیا کہ سکینہؑ طمانچے کھاتی ہے لیکن چچا عباسؑ آپ نہیں آتے۔ اللہ اللہ اور شام میں تو وہ مصیبتیں پڑیں کہ سید سجادؑ کو کہنا پڑا... الشّام، الشّام، الشّام۔ راوی

نے پوچھا کہ کیوں کہا شام شام؟ کہا.. باب الساعت پر جب پہنچے اور ناقوں سے جب آلِ محمدؑ کو اتارا گیا۔ تو ظالم رسیّاں لے کر آئے اور جانوروں کی طرح ہم سب کو یوں باندھا گیا، کسی کا بازو.. کسی کی گردن۔ اور اس میں سکینہؑ کی گردن تھی اور پھوپھی اماں کے بازو تھے اور جب بیبیاں اُٹھ کر چلتیں تو سکینہؑ کے قدم زمین سے اُٹھ جاتے، سکینہؑ کے گلے کی رسّی تنگ ہو جاتی۔ کیا کہنا حسینؑ کے عزاداروں کا..!

جیسی عزاداری حسینؑ کے عزاداروں نے کی...عزاداروں کا کمال دیکھیے...عزادار کسی چیز کو بھولے نہیں، سکینہؑ کو کیسے بھولیں گے۔ عزادار سکینہؑ کے گلے کی رسی نہیں بھولے..ہندوستان سے لے کر پاکستان کے شہر شہر تک جب محرم کی تاریخیں آتی ہیں تو ہماری مائیں، ہماری بہنیں، ہماری بزرگ عورتیں جب نیاز دلاتی ہیں تو لال لال کلاوے رکھ دیتی ہیں۔ کچھ پتہ ہے یہ کلاوے کیوں رکھے جاتے ہیں...؟ کلاوہ سمجھ گئے نا آپ، کہیں سے لال ہے کہیں سے سفید ہے، کہیں کالا ہے، کیا ہے یہ کلاوہ...اور اُدھر جب نیاز ہو گئی تو بزرگ عورتیں وہی کلاوے اٹھا اٹھا کر بچوں کے گلے میں ڈالنے لگیں، کسی کے ہاتھ میں باندھا اور کبھی وہی کلاوہ امام باڑے علم، تعزیے میں تابوت سے باندھ کر لائی اور کلائی میں باندھ کر کہا....گروی کر دیا تجھے قیدی بنا دیا ہم نے اپنے بیمار کو ان کا قیدی بنایا...ارے! وہی کلاوہ جو سکینہؑ کے گلے کی رسّی تھی، کہیں خون لگا تھا، کہیں سفید تھی، یہ کلاوہ سکینہؑ کے گلے کی رسّیاں ہیں...عزادار بھولے نہیں اس رسّی کو۔

اب وہ منّت بن کر بچوں کے گلے میں پڑ گئی۔ وہ کلاوہ اب تک سکینہؑ کی یاد دلاتا ہے....کہیں خون لگا ہوا، کہیں پر سفیدی، گلا زخمی ہو گیا تھا، گلے میں رسّی، کان زخمی تھے۔ اللہ اللہ وہ بچی پھوپھی سے لپٹی ہوئی تھی، پھوپھی نے خطبہ دیا...سید سجادؑ نے خطبہ دیا...خطبہ سن کر یزید شرمندگی سے زمین میں گڑ گیا، سر جھک گیا، دربار پہ خاموشی

چھا گئی۔ دربار میں ایک مسخرہ تھا، جو یزید کو ہنساتا اس کا نام زہیر بن قیس تھا.... جب یزید اداس ہوتا تو وہ ناچتا ہوا آتا اور یزید کو ہنساتا تھا.... جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ ہمارا سر کو جھکائے شرمندہ ہے اور دربار اداس ہے...وہ اپنی نقلیں کرتا ہوا تخت کی طرف بڑھا، اس نے چاہا کہ مَیں مزاح پیدا کروں اور یزید کے سامنے پہنچ کر ایک بار کہا... امیر یہ بچی جو سامنے کھڑی ہے اس کو قیدیوں سے لے کر مجھے دے دے....مَیں اپنی کنیزی میں لوں گا... یزید اتنا شرمندہ تھا خطبۂ زینبؑ پر کہ کچھ بولا ہی نہیں، اسے زہیر بن قیس کی بات پر ہنسی نہیں آئی...چُپ رہا... ہاں! زینبؑ بی بی بولیں...! کیا تیری مجال کہ آلِ محمدؐ کی کسی بچی کو کنیزی میں لے سکے...؟ اب یزید بولا...زینبؑ اگر ہم چاہیں تو کوئی ہمیں روک بھی نہیں سکتا....زینبؑ نے کہا! تجھے روک تو نہیں سکتا لیکن شریعتِ محمدیؐ تجھے روکتی ہے...اس لئے کہ محمدؐ کی اولاد ہر ایک پر حرام ہے اگر تو دائرۂ اسلام سے نکل جا اور اعلان کر دے کہ تو کافر ہو گیا تو میری بچی کو تُو کنیزی میں لے سکتا ہے۔

اب یزید اور شرمندہ ہو گیا، جب زینبؑ نے یہ کہا کہ محمدؐ کی اولاد کنیزی میں نہیں لی جا سکتی.. تو ایک بار زہیر کے کان کھڑے ہوئے، اور اس نے کہا کیا کہا تم نے...؟ آلِ محمدؐ کی اولاد! محمدؐ کی بیٹی، تم کون ہو....! زینبؑ نے کہا، ہم محمدؐ کی بیٹی زینبؑ ہیں..ہم فاطمہؑ کی بیٹی زینبؑ ہیں...زہیر نے کہا قسم کھاؤ، تم کو محمدؐ کی قسم...یہ بچی کون ہے...؟ کہا یہ محمدؐ کی پوتی سکینہؑ ہے۔

یہ سننا تھا کہ ایک بار قیس کے بیٹے نے کمر سے خنجر نکالا اور اس خنجر سے اپنے ہاتھ کو کاٹا اور کاٹ کر زینبؑ کی طرف پھینکا..کہا اس ہاتھ سے اشارہ کیا تھا یہ ہاتھ کاٹ کر تمہارے قدموں میں پھینک دیا..ارے! مجھے معاف کر دو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ محمدؐ کے گھرانے والے ہو۔ ہاتھ سے لہو بہہ رہا تھا میری بخشش کے لئے دُعا کرو، مَیں

نے بڑا گناہ کیا۔

دربار میں پتہ چلا کہ یہ محمدؐ کے گھرانے والے ہیں، بتایا نہیں گیا تھا... یہ محمدؐ کی نواسی ہے... یہی بتایا... خارجی ہیں، باغی ہیں، جیسے جیسے پتہ چلتا جاتا تھا کہ رسولؐ کے گھرانے والے ہیں، شام میں بات پھیلنے لگی کہ یہ جو گھرانہ آیا ہے یہ ہمارے نبیؐ کے گھرانے والے ہیں۔

معاشرے میں عورتیں زیادہ ہمدرد ہوتی ہیں، جب عورتوں کو پتہ چلا.. کہ رسولؐ کے گھر کی عورتیں ہیں یہ۔ زینبؑ جو ہیں نا جو خطبہ دے رہی تھیں وہ محمدؐ و فاطمہؑ کی بیٹی ہیں تو عورتوں نے گھروں میں مردوں سے لڑنا شروع کیا... تم کیسے مسلمان ہو... تم کیسے غیرت دار ہو... ارے! جاؤ تم گھر میں ہماری چادریں اوڑھ کر بیٹھ جاؤ، ہم جائیں گے جہاں صبح ہوتی... ان عورتوں نے اپنے بچوں کو گودیوں میں لیا اور قید خانے کا رخ کیا اور قید خانے کی طرف ساری عورتیں چلی جاتیں، روایت میں ہے اندھیرے میں جب سکینہؑ بی بی کا دم گھٹ جاتا... تو کہتیں پھوپھی اماں دروازہ پر جا کر کھڑی ہو جاؤں، پھوپھی امّاں بڑا اندھیرا ہے... زینبؑ کہتیں چلو سکینہؑ مَیں خود تمہیں لے کر چلتی ہوں، چلو ہوا کی طرف چلو، چلو زندان کے دروازے کی طرف چلو... بچی آجاتی اور درِ زنداں کی سلاخوں کو پکڑ کر بچی دن بھر یوں ہی کھڑی رہتی۔ ادھر سے کوئی گزرتا ہی نہیں تھا۔ کوئی جاتا ہی نہیں تھا، اللہ کیا بے کسی تھی۔

اکثر پھوپھی کہتی.. آجاؤ سکینہؑ، سو جاؤ، آؤ میرے زانو پر سر رکھ کر لیٹ جاؤ.. لیکن بچی سلاخوں کے پاس... کھڑی رہتی تو پھوپھی چلی جاتی سکینہؑ کے شانے پہ ہاتھ پھیرتی اور پھوپھی بھی وہیں کھڑی ہو جاتیں... یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ ایک بار سکینہؑ کی نظر آسمان کی طرف گئی، بہت سے پرندے اڑ کر جا رہے تھے...

پلٹ کر کہتیں پھوپھی اماں یہ پرندے شام کو روز کہاں جاتے ہیں..؟ بیٹا یہ اپنے گھروں کو آشیانوں کو واپس جاتے ہیں... گھروں کو واپس جاتے ہیں تو پلٹ کر کہتیں! پھوپھی اماں مَیں اپنے گھر کب جاؤں گی؟

جب رات آجاتی پھوپھی سکینہؑ کو گود میں لے کر بیٹھ جاتی، سینے سے لگا کر بیٹھ جاتی... کبھی گودی میں لے لیتی، کبھی بھائی قریب آجاتا اور کبھی زینبؑ بچی کو کہانی سناتیں، شہرِ مدینہ میں ایک بادشاہ رہتا تھا اس کی ایک بیٹی تھی اس کا نام فاطمہؑ تھا، اس کا ایک گھرانہ تھا، جب کہانی پوری سن لیتیں، کہتیں پھوپھی اماں یہ تو میرے بابا حسینؑ کی کہانی سنائی ہے آپ نے۔ بس یہی تو مصائب ہیں اور پھر وہ دن آئے کہ شام کی عورتیں زندان کے دروازے پر آنے لگیں۔

اور جب سے شام کی عورتیں آنے لگیں، تو سکینہؑ بی بی سے باتیں ہونے لگیں، اب سکینہؑ بی بی کا دل بہلنے لگا، کئی ہزار عورتیں آگئیں، ان کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے تو شام کی عورتیں آ کے کہتیں، سکینہؑ بی بی تم پر کیا گزری..؟ پورا کربلا کا واقعہ اپنی معصوم زبان میں سُنا دیتیں... وہ سناتیں، ارے! یہ ہوا کربلا میں، یہ ہوا کربلا میں ہمارا چھوٹا بھائی تھا جھولے میں وہ بھی مارا گیا۔ یہ کہانی تھی لیکن ایک روز شام کی عورتیں آ کر کہتیں ہیں اُے سکینہؑ! آؤ ہمیں کربلا کی کہانی سناؤ۔

عورتیں بہت روتیں، سکینہؑ کی زبان سے کربلا کا واقعہ سنتیں اور اپنے مردوں کو جا کر غیرت دلاتیں، تمہیں معلوم ہے وہ بچی سناتی ہے ہم کو سب پتہ چل گیا کربلا میں کیا ہوا۔ روز یہ عورتیں آتیں اور جب دیکھتیں کہ درِ زنداں پر سکینہؑ نہیں ہیں تو آواز دیتیں... کہتیں آؤ شہزادی ہم آ گئے، ہمیں کربلا کی کہانی سناؤ۔ ایک دن ساری عورتیں آئیں لیکن درِ زنداں پر سکینہؑ نہیں تھی۔ ایک بار عورتوں نے آواز دی... سکینہؑ بی بی آؤ، جواب

نہ ملا، پھر آواز دی سکینہؑ آؤ ہم سب آ گئے، کیا خفا ہو گئی ہو؟ کیا ہم سے ناراض ہو گئیں؟ مگر جواب نہ ملا، کچھ دیر کے بعد زنجیر کی جھنکاروں کی آواز آئی اور ایک قیدی درِ زنداں پر آیا، کہا شام کی رہنے والیو! جو کربلا کی کہانی سناتی تھی وہ سکینہؑ مر گئی، اب وہ کبھی درِ زنداں پر نہ آئے گی۔

چھٹی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی چھٹی تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ ہم ''احسان اور ایمان'' کے عنوان پر مسلسل گفتگو کر رہے ہیں، احسان کی تعریف، احسان قرآن کی روشنی میں، عظمتِ انسان، احسان کا مرتبہ اللہ کی نظر میں کیا ہے؟ اس منزل تک ہم نے گفتگو کی کہ اللہ نے حضرت نوحؑ کو بھی اپنا محسن کہا اور حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور آلِ یٰسینؑ کو اپنا محسن کہا اور ان کے احسانات جو دین کے لئے تھے... جو مذہب کے لئے تھے، اللہ نے ان احسانات کو اپنی طرف منسوب کیا کہ یہ احسانات ان لوگوں کے اللہ پر ہیں۔

اور چونکہ احسانات ہم پر ہوئے ہیں اس لئے جزا بھی ہم دیں گے۔ احسان کا بدلہ بھی ہم عطا کریں گے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں بڑی باتیں ہوتی ہیں اگر ہمارے وہ مومنین جو اکثر آلِ محمدؐ کے افکار میں تنقید کرتے ہیں اور اکثر ایسے الفاظ سننے میں آتے ہیں کہ بعض مقامات پر آلِ محمدؐ کو کچھ چیزوں سے یا کچھ ہستیوں سے بڑھا دیا جاتا ہے اس منزل پر مَیں اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر فکر میں کسی کے کجی پیدا ہو رہی ہو تو وہ اپنی فکر کی تصحیح کر لے، دنیا میں احسان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے احسان کا بدلہ احسان ہی رکھا گیا۔

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان (سورۂ رحمان آیت ۶۰)

سورۂ رحمان میں اللہ نے ارشاد کیا کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور جب اللہ یہ اعلان کرے کہ آلِ محمدؐ نے ہم پر احسان کیا تو اس احسان کے بدلے میں اللہ اگر ان کو کچھ عطا کرے گا تو اللہ کا عطیہ چھوٹا سا نہیں ہوگا..! اگر کسی منزل پر آلِ محمدؐ کو ہم بلندی کی آخری منزل پر بھی دیکھیں تب بھی کم ہے... الفاظ ختم ہو جائیں گے تعریف کرتے کرتے، ہمارے لفظ کیا، ہماری زبان کیا، ہماری کتابیں کیا، ہمارا علم کیا، ہمارے علماً کیا... وہ حقِ مدح ادا کر سکتے ہی نہیں، جن کا مدح خواں اللہ ہو، ہم ان کی مدح کیا کریں گے؟ اس لئے جو بھی تعریف ہو آلِ محمدؐ کی کبھی کوئی یہ نہ کہے بہت زیادہ ہو گئی، کم ہے، ہم یہ کہتے ہیں علیؑ رزق دیتے ہیں، علیؑ روٹی دیتے ہیں، علیؑ بیٹا دیتے ہیں...، علیؑ اولاد دیتے ہیں...، علیؑ بارش دیتے ہیں...، علیؑ دنیا کا نظام چلا رہے ہیں...، پھر بھی کم ہے... یہ تعریف بھی کم ہے، بہت کم ہے اس لئے کہ اللہ پر کوئی احسان کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ اگر پوری کائنات کا نظام علیؑ کے حوالے کر دے تو اللہ کا عطیہ کم ہے... اس لئے کہ جتنا بڑا اللہ ہے، اتنی ہی بڑی چیز اللہ دیتا ہے، اور ہو سکتا ہے عطا کی ہو، ہماری آنکھیں کتنی چھوٹی سی ہیں، ہم دیکھ بھی کیسے سکتے ہیں؟ کیا اللہ کے عالمین کو انسان کی آنکھوں نے دیکھا! بھئی کیا نظر آتا ہے، ایک چاند، ایک سورج، کچھ تارے، پہلا آسمان... اور وہ بھی کتنا، جتنے علاقے میں ہم رہتے ہیں بس اتنا آسمان دیکھ پاتے ہیں۔

یہاں سے بیٹھ کر امریکہ کا آسمان تو نہیں دیکھ سکتے، روس کا، جاپان کا آسمان دیکھ لے، ہم تو صرف گلشنِ اقبال کا آسمان دیکھ رہے ہیں، وہ بھی ایک بلاک اور بلاک میں بھی ایک امام باڑے کے صحن کا آسمان دیکھ رہے ہیں، بس اس سے زیادہ نظر ہی نہیں

آرہا، عالمین کیسے دیکھیں گے۔ اس عالمین کا نظام علیؑ چلا رہا ہے تو ہم نے علیؑ کے سارے فضائل دیکھے کہاں؟ جب دیکھے نہیں تو بیان کیا کریں گے؟ اللہ کے عطیہ کو بیان کیسے کر سکتے ہیں؟ تو مبالغہ کیسے ہوا؟ یہ تو غلو نہ ہوا، یہ بڑھانا چڑھانا تو نہ ہوا...اور جس کو اللہ بڑھائے چڑھائے اس کو ہم کیا بڑھائیں، چڑھائیں؟

اللہ کی تو عادت ہے کہ جب تک وہ علیؑ کو چڑھائے نہ...اللہ کو چین ہی نہیں آتا...کبھی رسولؐ کے دوش پر چڑھا دیتا ہے...کبھی کعبہ کی چھت پر چڑھا دیتا ہے...عجیب عجیب باتیں ہیں اللہ کی، کبھی رسولؐ کے بستر پر بلند کر دیا، کبھی کلِ ایمان کہہ کے ایمان سے بلند کر دیا...کبھی اسلام سے افضل کر دیا، کبھی قرآن سے افضل کر دیا، عجیب بات ہے آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبیؐ سے افضل کر دیا، اس کا کارخانہ ہے، اس کا بندہ ہے وہ جو چاہے کرے، علیؑ کے احسانات کے صلہ میں وہ جتنا چاہے احسانات علیؑ پر کرے...ہم اور آپ بولنے والے کون، ہم نہیں بول سکتے، سوا اس کے کہ ہم قرآن پڑھیں اور دیکھیں کہ آیات کیا کہتی ہیں؟

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا، اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

(سورۂ صافات۔ آیت ۱۰۵)

ابراہیمؑ تم نے خواب سچ کر دکھایا، ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں...خواب سچ کر دکھایا کیا مطلب؟ یعنی ہم نے ابراہیمؑ سے کہا تھا کہ امتحان کی منزل پر آؤ، ابراہیمؑ نے امتحان دیا، ہم نے تصدیق کر دی کہ ابراہیمؑ امتحان میں کامیاب ہو گئے، ابراہیمؑ کی امتحان میں کامیابی ہم پر احسان بن گیا۔ ہم نے اس کی جزا دے دی یعنی ہر نبیؐ کا جب اللہ امتحان لیتا ہے اور جب نبی امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اللہ پر احسان ہو جاتا ہے اور جب احسان ہو جاتا ہے تو اللہ اسے محسن کہتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہم جزا بھی دیں گے اور جس جزا کا اعلان کیا وہ یہ کہ ہم قیامت تک تمہارے ذکر کو باقی رکھیں

گے... وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْآخِرِيْنَ ...(سورۂ صافات آیت نمبر ۱۰۷) کائنات کے آخری دن تک تمہارا ہی ذکر ہوتا رہے گا۔

سب سے بڑا اجر احسان کا اللہ یہ دیتا ہے کہ اس کے ذکر کو زندہ کر دیتا ہے اس کے لئے لفظ استعمال کرتا ہے.. ''ترکنا'' ہم نے ان کے تذکرے کو چھوڑ دیا.. ترکہ میں چھوڑ دیا، ورثہ میں چھوڑ دیا، ایک نسل جائے، دوسری آئے.. ترکے میں جائے ذکر، نسلیں بدلتی رہیں، ذکر ہوتا رہے۔ یعنی انسان کا ترکہ بنا دیا ذکرِ علیؑ۔

اللہ جب یہ لفظ استعمال کرے.. ہم نے چھوڑا.. ترکنا.. یعنی چھوڑا.. یعنی جاری و ساری کیا... ابلاغ کیا، پھیلا دیا، رسم بنا دی، اصول بنا دیا، منشور بنا دیا، ایک نظام بنا دیا ذکر کو اور اب یہی ترکنا اللہ استعمال کرے تو پیغمبرؐ بھی استعمال کرے گا...

انّی تارِکٌ فِیکُم الثّقلَین

مَیں چھوڑ رہا ہوں تم میں دو چیزیں... اس کا کیا مطلب ہے؟ بھئی تم میں چھوڑ رہا ہوں تو قسم کھا کر بتایئے، یہ حدیث آپ نے بارہا سنی ہے، اخبار میں بھی بحث ہوئی کہ رسولؐ نے کہا تھا کہ صرف ایک چیز چھوڑ رہا ہوں قرآن... چلو یہی سہی.. مسلمانوں میں تم میں چھوڑ رہا ہوں... یعنی عطا کر رہا ہوں، قسم کھا کر کوئی مورخ یہ بتائے کہ کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے کسی غلام، کسی زوجہ، کسی بھائی کو کہا ہو کہ وہ جو الماری میں قرآن رکھا ہے وہ لاؤ... تاکہ مَیں ان میں چھوڑ دوں۔

بھئی دیکھئے مَیں نے کوئی بات کہی ہے... لاؤ ذرا قرآن تو لاؤ... جو پیغمبرؐ یہ کہہ سکتا ہے ذرا قلم اور کاغذ تو لاؤ، وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ قرآن لاؤ...! دیکھئے! آپ کی فکر کا امتحان ہے، سارے اخباروں میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ قرآن کب جمع ہوا... ہر مسلمان کہتا ہے حضرت عثمان کے دور میں جمع ہوا، جو چیز جمع ہی نہیں ہے رسولؐ نے

چھوڑی کیسے...؟

مجھے کوئی مسلمان اس حدیث کے معنی بتا دے... کہ مَیں اُمّت میں چھوڑے جاتا ہوں ...کہاں چھوڑے جا رہے ہیں، ایک سورہ ان کے گھر میں، ایک اُن کے گھر میں... بقرہ اُن کے گھر میں، نسأ ان کے گھر میں.. توبہ ان کے پاس سے لینا، فلاں صحابی سے سورۂ قل لینا، الحمد وہاں سے لینا.. کچھ اِن کو یاد، کچھ اُن کو یاد... کچھ بی بی کے پاس، کچھ صحابی کے پاس... کہاں کہاں چندہ ہوگا..؟ کہاں چھوڑا قرآن؟

عجیب چیز چھوڑے جا رہا ہوں..! کہ جمع کرتے رہیں بیس پچیس برس.... یاد رکھنا اگر لفظِ اھلِ بیتیؑ و عترتی حدیث سے ہٹا دو گے تو حدیث سمجھ میں نہیں آئے گی۔ رسولؐ نے کہا تھا تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اور اس حدیث میں تو رسولؐ اللہ نے حکمِ الٰہی سے کمال کر دیا... یہ نہیں کہا اہلِ بیتؑ کو چھوڑ رہا ہوں، عترتی و اھلِ بیتی... رسولؐ کو معلوم ہے ابھی بحث اُٹھے گی کہ اہلِ بیتؑ میں کون کون..؟ خطبوں میں پڑھا جائے گا اہلِ بیتؑ میں ازواج بھی شامل، اصحاب بھی شامل، ان کی اولادیں بھی شامل، بلکہ امّت بھی شامل.... اب یہی کہا جاتا ہے کہ پوری امت رسولؐ کی اہلِ بیتؑ ہے، اولاد ہے، آل ہے...

اچھا ہے... لیکن کہا..! عترتی، عترتی کے معنی ہیں جسم کے ٹکڑے، حصے... حُسینُ منّی و انا من الحسین... فاطمہؑ بضعتُ منّی... یا علیؑ اَنتَ منّی وَ انا منک... وہ اہلِ بیتؑ جو کوئی میرا دل ہے، کوئی میری آنکھ ہے، کوئی میرا ہاتھ ہے، کوئی میرا سر ہے... جو اجزا ہیں میرے جسم کے وہ والے اہلِ بیتؑ... تو یہ تو کوئی نہیں بن سکتا، دل ہیں فاطمہؑ، سر ہیں علیؑ، آنکھیں ہیں حسنؑ و حسینؑ... اُمت نہ آنکھیں ہے، نہ سر ہے نہ دل ہے... یہ ہیں نفس، یہ ہیں بیٹے، یہ ہیں نسائنا میں، یہ ہیں

ابنائنا میں، یہ ہیں انفسنا میں، عترتی... میرے جسم کے ٹکڑے، وہ والے اہلبیتؑ چھوڑ رہا ہوں، حدیث کامل نہ ہوگی... مَیں چھوڑ رہا ہوں اہلِ بیتؑ تم میں.. کیا مطلب ہے یعنی کوئی قرآن بنا کر طاق میں نہیں رکھا... اگر چھوڑوں تو ان میں سے کس سے کہوں کہ اٹھ کر لے لو...؟ کسی ایک کو دے جاتے تو باہر نکل کر دوسرا اس کی گردن اڑا دیتا... تجھے کیوں دیا.. لا مجھے دے۔

ارے! ایسی چیز پر جب تلوار کھنچ سکتی ہیں جو نظر نہ آئے... جسے خلافت کہتے ہیں، تو کاغذ کے ٹکڑوں پر کتنی تلواریں چلتیں؟ کوئی قرآن جزدان میں رکھ کر نہیں کہا انّی تارك" یہ چھوڑ رہا ہوں قرآن۔ کیا مطلب؟ قرآن نہیں اہم ہیں اہلِ بیتؑ اہم ہے، مَیں اہلِ بیتؑ چھوڑ رہا ہوں اگر ان کا دامن پکڑے رکھا تو قرآن ملے گا ورنہ وہ بھی نہیں ملے گا اور نہیں ملا۔ مسلمانوں کو قرآن نہیں ملا، کچھ سمجھے آپ... کاغذ کے قرآن کی بات نہیں کی تھی پیغمبرؐ نے... روحِ قرآن، معنیٔ قرآن، مقصدِ قرآن... وہ چھوڑ رہا ہوں اور وہ کاغذ کا قرآن نہیں بتائے گا.. وہ اہلِ بیتؑ بتائیں گے ان سے لینا قرآن، ترک کر رہا ہوں۔

سورۂ صافّات میں اللہ اعلان کرے... ترکنا علیه فی الآخرین (سورۂ صافات آیت نمبر ۱۰۸)... آخرین کے لئے چھوڑ دیا ذکر نوحؑ کا... ابراہیمؑ کا، موسیٰؑ و ہارونؑ کا ذکر آلِ یٰسینؑ کا ذکر اللہ چھوڑ رہا ہے نوحؑ کو ابراہیمؑ کو، موسیٰؑ و ہارونؑ کو اور آلِ محمدؐ کو... اس میں کتاب کا ذکر کہاں ہے؟ قرآن ہے نا... اکیلے شخصیتوں کے نام اللہ کہہ کر چھوڑے۔ اللہ یہ کہے کہ نوح کو چھوڑا، نوح کی کتاب کو چھوڑا، ابراہیمؑ کو چھوڑا ابراہیمؑ کی کتاب کو چھوڑا، موسیٰؑ و ہارونؑ کو چھوڑا اور ان کی کتاب کو چھوڑا، آلِ محمدؐ کو چھوڑا اور قرآن کو چھوڑا، نہیں بلکہ ان کا ذکر چھوڑ دیا... ان کا ذکر زندہ ہے تو توریت زندہ تو انجیل

زندہ تو زبور زندہ تو قرآن زندہ...! اس لئے کہ یہ ہمارے محسن ہیں، محسن کا ذکر زندہ رہے تو ذکرِ اللہ زندہ رہتا ہے۔ انہوں نے احسان کیا ہے اللہ پر ان کا ذکر زندہ ہے تو اللہ زندہ ہے... حیّ کے معنی معلوم ہیں...؟ بچوں کو دینیات میں پڑھایا جاتا ہے، حیّ کے معنی ہیں ہمیشہ سے زندہ تھا، ہمیشہ زندہ رہے گا۔

تو اللہ زندہ ہے اور رہے گا، کس کی وجہ سے، محسنین کی وجہ سے.... یہ ہے قرآن کا اعلان، اگر محسنین کا تذکرہ نہیں تو ذکرِ اللہ بھی نہیں۔ اتنا اہم لفظ ہے یہ احسان، مگر اتنی کتابیں ترجمے ہو کر چھپ رہی ہیں کسی میں ایک چھوٹا سا چیپٹر chapter بھی احسان پر نہیں۔ ملکوں ملکوں کی کتابیں چھپ رہی ہیں، نصیحتیں، وعظ ہو رہے ہیں، سب سے اہم بات محسنین کا ذکر، احسان کی تعریف، محسن کی تعریف، محسنات کی تعریف، حُسن کی تعریف، حَسن کی تعریف، احسن کی تعریف... جتنے لفظ ہیں قرضِ حسنہ ہو، اسوۂ حسنہ ہو جہاں جہاں احسان کا لفظ آرہا ہے کوئی شرح نہیں، کوئی تشریح نہیں، کہیں نہیں مل رہا... پڑھوں کیا میں...!

آج چھٹی تقریر ہو گئی، کتابوں میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے کہیں کسی ایرانی کتاب کے ترجمے میں مل جاتا کہ احسان پر کوئی عالم کچھ لکھتا... عراقی میں مل جائے، عربی میں مل جائے، اردو میں مل جائے، فارسی میں مل جائے.. کہیں نہیں مل رہا۔ جب ملا ہی نہیں تو آج ہو گئی چھٹی تقریر، موضوع ختم ہو رہا ہے.. بہت ڈھونڈا میں نے کہ شائد ادب میں مل جائے.. تو پتہ چلا کہ علامہ اقبال نے اپنے کلام میں احسان کا لفظ دو بار استعمال کیا، میر تقی میر نے دو بار استعمال کیا، میر انیس نے پانچ بار استعمال کیا، جوش ملیح آبادی نے تین بار استعمال کیا اور غالب نے ایک بار استعمال کیا اور ظلِ صادق صاحب بیٹھے ہیں انہوں نے بھی دو بار استعمال کیا... یعنی میر اور جوش وغیرہ کے ہم پلہ

ہی چل رہے ہیں۔ یہ ادب میں دو چار شعر تھے جو مَیں نے تعداد بتا دی، شعر پڑھ بھی دیں گے کہیں موقع آئے گا۔

پورے ادب، پورے مذہب میں آپ کے اتنے اہم موضوع کا یہ حال ہے...! یہ محققین، یہ علما کام کیا کر رہے ہیں؟ قلمی کام ہو کیا رہے ہیں؟ قرآن کا موضوع ہے... سورۂ رحمان کی آیت سب کو رٹی ہوئی ہے... ھل جزا الاحسان الّا الاحسان (سورۂ رحمان)...کوئی بچہ، بوڑھا ایسا نہیں جسے یہ آیت یاد نہ ہو..لیکن شرح..! اور تاکید دیکھئے کہ مولائے کائناتؑ فرمائیں...کہ ہوشیار! آگاہ ہو جاؤ، قرآن میں میرے کچھ نام ہیں، تم بہک نہ جاؤ اس لئے بتا دوں کہ قرآن میں میرا ایک نام محسن بھی ہے۔اور قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں کہہ رہے ہیں اور فوراً یہ آیت پڑھی..!

انا اللّٰہ لمع المحسنین (سورۂ عنکبوت آیت ۶۹)

اللہ محسنین کے ساتھ ساتھ ہے...اور میں قرآن میں محسن ہوں...میرا نام محسن ہے، مولائے کائنات فرما رہے ہیں، اتنا اہم لفظ کہ مولائے کائنات کہہ رہے ہیں بہک نہ جانا۔تو اس نام کے سلسلے میں علیؑ نے کہا کہ جب مَیں یہ نام بتا دوں تا کہ تم بہک نہ جاؤ.. یعنی اگر علیؑ یہ نہ بتاتے کہ محسن مَیں ہوں قرآن میں تو بہکنے کا امکان تھا...علیؑ نے مومن کو بہکنے سے بچا لیا یہ بتا کر کہ قرآن میں محسن مَیں ہوں۔

نوحؑ محسن، سلیمانؑ محسن، داؤدؑ محسن، موسیٰؑ محسن، ہارونؑ محسن، ابراہیمؑ محسن لیکن خطبۂ البیان بھی تو پڑھئے...آدمؑ کی توبہ میں میں تھا۔نوحؑ کی کشتی میں میں تھا، ابراہیمؑ جب منیٰ پر قربانی دینے گئے تو وہاں میں تھا، ابراہیمؑ کی دُعا میں مَیں تھا...جب کعبے کو بنا رہے تھے تو دیواریں میں اُٹھا رہا تھا، عصائے موسیٰؑ میں مَیں تھا، ہارونؑ کے ساتھ میں تھا۔کیا بتایا..اللہ نے کہا یہ سب محسنین....علیؑ نے کہا مَیں ان سب کا محسن۔

اب پتہ چلا کہ قرآن میں علیؑ سے بڑا محسن کوئی نہیں ...یعنی جب اللہ نے دیکھا کہ نوحؑ نے مجھ پر احسان کیا....توجہ کیجئے...آج چھٹے دن مولائے کائنات کو موضوع بنا رہا ہوں، پانچ دن سے ان کے والد گرامی موضوع تھے، مَیں بیک گراؤنڈ Background بنا کر آتا ہوں، پہلے باپ دادا کا ذکر کیا، آج ہو رہا ہے پوتے اور بیٹے کا ذکر، اس لئے ہو رہا ہے کہ کل آٹھویں علیؑ کا ذکر ہوگا..تمہیداً گفتگو ہے ورنہ پرسوں مولائے کائنات پر ہی گفتگو ہوگی، کل امام رضاؑ اور ان کے والد گرامی پر گفتگو ہوگی۔

ساتویں اور آٹھویں امامؑ پر کل گفتگو کروں گا کہ یہ دونوں اللہ کے کیسے محسنین ہیں؟ موضوع میں ہی گفتگو ہوگی امامؑ پر اور اس پر ہمارے سننے والے غور کریں کہ موضوع کوئی ہو..سترہ صفر تو ہر سال آتی ہے ہر موضوع میں ساتویں مجلس میں امام رضاؑ آتے ہیں... کیسے آتے ہیں یہ سننے والوں کو غور کرنا چاہئے...موضوع کوئی بھی ہو، اچانک آٹھواں امامؑ ۷ا صفر کو ممدوح ہو جاتا ہے منبر پر، ہم اپنے موضوع سے منسلک رکھتے ہیں بیان کو۔

علیؑ نے کہا مَیں ہوں محسن، اللہ نے کہا نوحؑ میرا محسن، ابراہیمؑ میرا محسن، موسیٰؑ و ہارونؑ میرے محسن، تو یہ سب کر رہے تھے اللہ پر احسان اور اللہ کہتا ہے ھل جزأ الاحسان الّا الاحسان ....جب تم پر کوئی احسان کرے تو تم بھی جواب میں بڑھ چڑھ کر احسان کرو..اچھا! نوحؑ دکھائی دے رہے ہیں، عوام دیکھ رہے ہیں کہ نوحؑ یہ اللہ پر احسان کر رہے ہیں، یہ ہے کشتی، یہ ہے پانی، یہ ہے امت، یہ ہے طوفان...! اور یہ ہیں نوحؑ کے آنسو، یہ ہیں ان کی عبادتیں، یہ ہیں ان کی نجابتیں، ان کی شرافتیں..نوحؑ نے اللہ پر کیا احسان، سب نے دیکھا۔

اللہ دکھائی نہیں دیتا، اللہ نے جو احسان کیا کسی نے نہیں دیکھا... الّا الاحسان ہوا کب؟ اور جب تک یہ سارے انسان دیکھیں نہ...اللہ میاں کو مزا نہیں آئے گا کہ

نوحؑ نے احسان کیا سب نے دیکھا اور جب جواب میں مَیں نے احسان کیا تو کسی نے نہیں دیکھا۔ مَیں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا جاؤ فرعون کے دربار میں جاؤ ذرا، اچھی اچھی باتیں کرنا، سختی نہ کرنا، تبلیغ کرنا... اور اگر کوئی تمہارے اوپر حملہ ہو جائے، جادوگر آجائیں تو نہایت اہتمام کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں عصا ہے تم بھی پیچھے نہ رہنا.. کرنا احسان، ہم دیکھتے رہیں گے، تم کام کرنا اور پھر اس کے بعد ابراہیمؑ سے خواب میں کہا کہ تم ذرا قربانی دے دو... بیٹے کو تو منیٰ میں پیش کر دو... انہوں نے احسان کیا، قربانی دے دی.. کہا یہ بچہ تیرے لئے، تو نے بڑھاپے میں دیا مَیں تیرے اوپر احسان کر رہا ہوں، تو نے مانگا مَیں نے دے دیا... اب جواب آنا چاہئے کہ الّا الاحسان... دکھائی تو دے... اب اللہ میاں حس و محسوس میں آتے نہیں کوئی ہندو کا عقیدہ تو ہے نہیں کہ دیوتا بن کر، کسی کا اوتار بن کر بھگوان رام میں سما گیے، کرشن میں سما گئے... گنیش میں سما گئے، شیو جی میں سما گئے، پاروتی میں سما گئے، بھولے ناتھ میں سما گئے.. شنکر جی میں سما گئے... ہندوؤں کا عقیدہ تو نہیں ہے، اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ جسم و جسمانیت سے بری ہے.. تو پھر کوئی ایسا ہو جو نمائندگی کرے اور نظر آئے... تو جب اللہ پر احسان ہو تو اس سے بڑا احسان کرنے کے لئے ایک ولی مقرر کرے تو جب نوحؑ پر احسان ہو تو علیؑ تم جاؤ، جب ابراہیمؑ احسان کرے تو علیؑ تم جاؤ... تب ہی تو کہا کہ سب سے بڑا احسان کرنے والا علیؑ ہے۔

ہر جگہ علیؑ آجائیں.. مَیں نے تقریر کا پہلا جملہ یہ کہا ہے کہ علیؑ کی کسی فضیلت پر حیرانی نہ ہو... جو بھی کہا جائے وہ کم ہے... جو بھی علیؑ کے بارے میں کہا جائے، بس مظہر العجائب کہہ کر پیغمبرؐ نے بات ختم کر دی، عجیب مظہر، مظہر کے معنی ہیں کہ اللہ کے نور کا عکس... آئینۂ رسالتؐ پر پڑے... آئینۂ رسالت سے، جب شیشے سے عکس نکلے تو آئینہ

امامت پر پڑے... یہی تعریف ہے، مظہر... اور ظاہر ہو اور جب ظاہر ہو تو علیؑ مظہر بن جائے۔ اور وہ کہہ دے ہاں مَیں نے نور کے دو ٹکڑے کیے یعنی دو آئینوں میں نور منعکس ہوا، ایک رسالت کے آئینے میں، اور ایک امامت کے آئینے میں، یہ بحث الگ ہے کہ وہ نور کہاں تھا، کون تھا... معاذ اللہ اللہ میاں کا نور تھا.. یا کوئی نور اللہ نے بنایا اس کے دو ٹکڑے کر دیئے مَیں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں... بس اتنا جانتا ہوں کہ اللہ نے کہا کہ میں چھپا ہوا تھا، مَیں ظاہر ہو گیا، جب ظاہر ہوا تو کوئی نہ کوئی مظہر بنے گا نا...! ظاہر اور مظہر کیا ہے... مظاہر، مظہر، ظاہر سب ایک ہی تو لفظ ہیں... جب تک چھپا ہوا تھا تب تک کوئی مظہر کیوں نہیں تھا؟ ارے! بھئی جبرئیلؑ مظہر بن جاتے، میکائیلؑ مظہر بن جاتے، فرشتوں کی کمی تھی...؟ مَیں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں، اللہ نے کہا کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا، چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں تو جب تو ظاہر ہوا... عجیب بات ہے.. آپ کہیں کہ میں گھر میں تھا، گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے مجھے دیکھا.. تو نے کہا کہ مَیں نے چاہا کہ مَیں ظاہر ہو جاؤں تو تُو ظاہر ہو گیا... تو تُو دکھائی تو نہیں دیا... اللہ میاں کہاں ظاہر ہوا... کل بھی چھپا ہوا تھا، اب بھی چھپا ہوا تھا، کیا چیز تیری ظاہر ہوئی؟ کہاں ظاہر ہوا؟ ارے! وہ خزانہ کہاں ظاہر ہوا؟ تو جو خزانہ تلاش کر لے اس سے پوچھئے.... ہر ایک خزانے تک پہنچ بھی تو نہیں سکتا نا.. سب کو خزانوں کے پتے نہیں معلوم.... بچوں نے کہانیاں پڑھی ہیں نا... نقشہ ملے، پھر نقشہ کو حل کرو.. نقشہ حل ہو جائے تو جنگلوں کا پتہ بتانے والا ایک راہبر بھی تو ہو، اس لئے خزانہ ڈھونڈنے والے ایک راہبر بھی لیتے ہیں۔ جنگل میں کٹھنائیاں آئیں گی، پریشانی آئے گی تم راستہ بتاتے چلنا...

راہبر گیا، اس نے پتہ بتایا کہا یہاں دبا ہے خزانہ، کھودا جائے، خزانہ نکلے گا۔ اب بتایئے کہ اللہ نے بتایا کہ مَیں چھپا ہوا خزانہ تھا ظاہر ہو گیا، ڈھونڈا کس نے...؟

ڈھونڈنے پر لگایا سب کو، فرشتوں نے کہا ہم ڈھونڈ لیں گے، کہا اگر ڈھونڈا ہے تو بتاؤ... انہوں نے کہا کہ بس جتنا تو نے بتایا... یعنی خزانے کا نقشہ فرشتوں کو دیا نہیں تھا، کہا جو خزانہ ڈھونڈے گا خلیفہ وہ بنے گا۔

کہا تو ہم پیچھے ہٹتے ہیں... آدمؑ تم بتاؤ خزانہ کہاں ہے..؟ تمہیں بناتے ہیں ہم خلیفہ... تم بتاؤ۔ کہا وہ ہے خزانہ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ... بس میں ایک بات کہتا ہوں کہ ایسی تقریریں ان کی سمجھ میں آتی ہیں جو معرفت رکھتے ہیں، مومن سب ہیں، محبّ سب ہیں لیکن عارف سب نہیں ہیں... اور مَیں دیکھ رہا ہوں اس وقت کتنے عارف مجلس میں بیٹھے ہیں، ان کی وجہ سے مَیں تقریر کر رہا ہوں اس وقت، آج اتفاق سے کچھ عارفین آ گئے، مَیں انہیں پہچانتا ہوں، ورنہ بہتوں کے سر سے تو گزرتی جا رہی ہے اس لئے کہ جو جوش ہونا چاہیے وہ نظر نہیں آ رہا۔

مَیں چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ مَیں ظاہر ہو جاؤں، خزانہ ڈھونڈنے والا آدمؑ اور بتا دیا کہ یہ ہیں خزانہ..! جو چیز ظاہر ہو وہی تھا خزانہ... سب سے پہلے آدمؑ کی نگاہ میں کیا ظاہر ہوا... نورِ محمدؐ.. نورِ علیؑ... نورِ فاطمہؑ... نورِ حسنؑ... نورِ حسینؑ۔ یہ ہے اللہ کا چھپا ہوا خزانہ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ وجود تھا، چھپا ہوا تھا... اب یہ کوئی نہ کہے کہ جب اللہ نے محمدؐ کے نور کو بنایا، علیؑ کے نور کو بنایا تب بنے.. بنایا نہیں گیا، موجود تھا، چھپا ہوا تھا ظاہر کیا گیا، تو آپ سمجھے کہ خلقت ہوئی.. نور کو خلق نہیں کیا گیا، موجود تھا، چھپا تھا، ظاہر کیا گیا.. ظاہر کو آپ سمجھیں پیدا ہوا، ناقص نگاہیں کیا سمجھیں گی؟ اور ٹکڑوں میں بھی ٹکڑے نہیں کیا گیا، عجیب فکر دے رہا ہوں۔

یہ بھی پتہ نہیں کس نے حدیث بنا دی.. ٹکڑوں میں بانٹ دیا... کب بٹا ٹکڑوں میں؟

کہنے لگے ہاں دوٹکڑوں میں بانٹا ایک صُلبِ ابوطالبؑ میں گیا، ایک صُلبِ عبداللہ میں تو کب بٹا؟ عرب میں آ کے بٹا... عبدالمطلب کے بعد بٹا۔ آدمؑ نے کیا کہا...! یہ محمدؐ، یہ علیؑ، یہ فاطمہؑ، یہ حسنؑ، یہ حسینؑ... اگر بٹا ہوا نہیں تھا تو کیسے بتایا؟

ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا، مجسم ایک نورِ محمدؐ تھا، ایک نورِ علیؑ تھا، ایک نورِ فاطمہؑ تھا، ایک نورِ حسنؑ تھا، ایک نورِ حسینؑ تھا، سب منسلک تھے آپس میں پہچان تھی نام سے۔ ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا۔

موجود ہے، تقدیم و تاخیر ہو رہی ہے اس لئے کہ رشتے بن رہے ہیں حفظِ مراتب کے مطابق، ایک بڑا بھائی بنے، ایک چھوٹا بھائی بنے، ایک بڑے بھائی کی بیٹی بنے، ایک بیٹی کے دونوں بچے بنے، ایک کے نواسے بنے ایک کے بیٹے بنے۔

اب یہ حفظِ مراتب جو بنایا ہے یہ انسان کے بس کی بات نہیں، کبھی سوچئے گا۔ پنجتنؑ کو چادر میں جمع کیا کہا یہ ہیں جب چاہیں انہیں یکجا کریں، چاہو تو الگ الگ دیکھو، چادر میں آئیں تو نور ایک ہے، لیکن دیکھو رشتہ یوں بنایا، چچا زاد بھائی، بھائی بھائی، بیٹے ہیں دو۔۔ باپ ہیں علیؑ، یہ بیٹے وہ باپ، وہ نانا یہ نواسے ہو گیا رشتہ پورا؟

دیکھتے جا رہے ہیں نا آپ... ایک فاطمہؑ رسولؐ کی بیٹی، علیؑ کی زوجہ، حسنؑ و حسینؑ کی ماں، کوئی رشتہ بچا... بھائی بھائی کا رشتہ، چچا زاد بھائی کا رشتہ، داماد خُسر کا رشتہ، باپ اور بیٹی کا رشتہ، شوہر و زوجہ کا رشتہ، ماں اور بیٹے کا رشتہ... سارے رشتے ہو گئے نا۔ ذرا سوچئے کیا کوئی رشتہ بچا۔؟ اگر کوئی رشتہ اس میں نہیں ہے تو اللہ کی نظر میں پھر وہ رشتہ قابلِ ذکر نہیں... آپ کہیں گے خالہ نہیں۔ کوئی اہم رشتہ نہیں، واقعی حسنؑ حسینؑ کی کوئی خالہ نہیں، خالہ ہوتیں تو رشتہ ہوتا...! دیکھئے رسولؐ اللہ نانا بھی ہیں حسنؑ حسینؑ کے اور دادا بھی، اسی لئے جد کہتے تھے، جد کے معنی ہیں نانا بھی دادا بھی۔

ایک صاحب اُٹھے کہنے لگے سارے رشتے بتا دیئے.. جو اہم رشتہ تھا بھائی اور بہن کا وہ کہاں ہے...؟ وہ بھی اسی میں ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اہم ترین کائنات کا رشتہ اللہ چھوڑ دے.. محمدؐ اور علیؑ کون...؟ بھائی بھائی۔ اور بھائی بھائی کی اولاد آپس میں کیا ہوگی...؟ بہن بھائی، فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی، حسنؑ و حسینؑ علیؑ کے بیٹے، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ چچازاد بھائی اور بہن... فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کی بہن بھی ہیں، اگر اللہ نے فاطمہؑ کو بھائی نہیں دیا تو حسنؑ و حسینؑ جیسے بھائی دے دیئے۔ اسی رشتے کو آگے بڑھا دیا کہ اگر حسنؑ و حسینؑ کی بہن بن سکتی ہے تو ثانی زہراؑ۔

چھپا ہوا خزانہ اور مَیں ہوا ظاہر تو اتنے رشتوں میں ظاہر ہوا، جو رشتے ان میں نہیں وہ میرے خزانے میں نہیں۔ وہ تمہارے بنائے ہوئے ہیں، میرے بنائے ہوئے رشتے اتنے ہی ہیں، تمہارے بنائے ہوئے رشتے اور... کہ پھر وہ سسرال والے، تو پھر وہ بیوی کے بھائی، تو وہ بیوی کے ابا، فلاں، فلاں تو یہ سب تمہارے بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے بنائے ہوئے تو صرف اتنے ہیں جتنے چادر میں ہیں۔ یعنی نانی کو بھی شامل کرنے کو اللہ تیار نہیں، اُمِ سلمہ نے کہا مَیں آ جاؤں..؟ نانی چادر میں نہیں آسکتی، دوسری نانی میدان میں جائے چادر میں نہ آئے۔

اسی لئے چادر میں نہ آئے، خیر پر ہو... ایسے رشتے خیر پر ہیں، یہ رسولؐ نے کیا کہا! تم خیر پر ہو۔ پتہ چلا کچھ رشتے خیر کے ہوتے ہیں کچھ شر کے ہوتے ہیں۔ رشتوں میں بھی شر ہے... رشتوں میں بھی خیر ہے، بس جو خیر والے ہوں انہیں قبول کر لو۔ تو ہم نے بنا دیئے... یہی تھا ہمارا چھپا ہوا خزانہ.. یہ تھے اس وقت بھی جب آدمؑ نہیں بنے تھے، یہ تھے اس وقت بھی جب جبرئیل نہیں بنے تھے۔ مَیں اسی منزل تک لانے کے لئے تمہید کر رہا ہوں، تمہید کرتے کرتے پون گھنٹہ ہو گیا.. جب تقریر شروع ہوگی تو ختم ہو جائے گی۔

کل ماجد رضا عابدی کہنے لگے کہ آپ نے گیارہ بجے ابوطالبؑ پر تقریر شروع کی اور سوا بارہ بجے ختم کر دی، تمہید میں ایک گھنٹہ گزر جاتا ہے، اگر سب اہلِ معرفت بن جائیں تو دس منٹ کے بعد میری تقریر شروع ہو جائے، یہ موضوع میں نہیں تھا جواب تک بیان کیا،... جو کہنے جا رہا ہوں اس کے لئے یہ تیاری کرائی ہے میں نے، اب وہ جتنا بھی ہو، جو بجے گا وہ کل،.. اس لئے کہ اب وقت سے اوور over تو ہوتا نہیں ہوں میں، اس لئے گھڑی لگانے لگا ہوں، لاہور میں گھڑی نہیں لگاتا تھا تو دو گھنٹے، ڈھائی گھنٹے.... ابھی انچولی میں دس صفر کو تین گھنٹے پچیس منٹ پڑھا اور وزیر صاحب نے کہا ہے وہ دیکھئے، منبر ٹوٹ گیا یعنی میرے پاؤں دھنس گئے منبر کے اندر۔ اب ظاہر ہے کہ منبر بھی بُھوسے کے بن رہے ہیں، وہ ٹوٹ گیا، مضبوط نہیں تھا، بس ڈرتا ہوں کہ جامعہ السبطین کا منبر... ویسے ہے مضبوط یہ، تو بس جو لوگ دور دور سے آتے ہیں، شوقین ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ وقت زیادہ نہ لگے، مَیں چہرے پہچانتا ہوں کہ وہ کس شوق و ذوق سے ہر سال آتے ہیں۔ ان کا لحاظ ہوتا ہے کہ بات کامل ہو اور کارآمد ہو۔ یہی تمہید تھی کہ کب سے ہیں یہ انوار؟

خلقتِ آدمؑ سے پہلے خلقتِ ملائکہ سے پہلے تھے... جبرئیلؑ کبھی نہ کبھی تو بنے... ایک دن حضورؐ نے پوچھ لیا کہ جبرئیلؑ تمہاری خلقت کب ہوئی..؟ کہا وہ ایک ستارہ نکلتا ہے آسمان پر اور وہ پچاس ہزار برس کے بعد طلوع کرتا ہے، ایک ستارہ جبرئیل کو نظر آتا ہے ہر ایک کو نہیں، کہا یا رسول اللہ پچاس ہزار بار اس ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ چکا ہوں، اب ذرا جبرئیلؑ کی عمر کا اندازہ کیجئے، اتنی عمر کے باوجود جب شبِ ہجرت آئے تو رسولؐ سے کہا کہ علیؑ کو بستر پر سلا دیجئے، کسی نے آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ علیؑ تو ہیں ابھی انیس سال کے... یہ چالیس مل کر قتل کر دیں گے، آپ کیوں نہیں سوجاتے، اتنے پرانے ہیں آپؑ،

اگر کوئی قتل کر بھی دے تو کون ہے رونے والا، نہ آپ کی اماں ہیں، نہ کوئی بھائی ہے نہ بہن ہے۔ آپ کیوں نہیں لیٹ جاتے، پتہ ہے جبرئیلؑ نے شبِ ہجرت کیا جواب دیا.... کہا! سب سے مذاق کرنا، جبرئیلؑ سے نہ کرنا، کہا کیوں نہ کرنا؟ کہا مذاق کرتے ہو، محمدؐ کی جگہ مَیں لیٹوں، جو محمدؐ کی جگہ آجائے وہ جل جاتا ہے، یہ علیؑ کی جگہ ہے۔ دیکھئے اتنا ادب والا ملک ہے، مقامِ علیؑ پہچانتا ہے، عظمتِ علیؑ جانتا ہے، پرانا ہے نا بھائی اس لئے جانتا ہے۔

نئے والوں کو کیا پتہ؟ جو ابھی ابھی بن کے منبر پر بیٹھے ہیں وہ کیا جانیں علیؑ کیا ہے؟ جبرئیلؑ جانتے ہیں، کیسے جانتے ہیں؟ کچھ بات ہوگئی، تو جبرئیلؑ جا رہے تھے، واپس آگئے، کہا یا رسولؐ اللہ یہ علیؑ، مَیں وحی لے کر آتا ہوں، سید الملائکہ ہوں، سردار ہوں، جب مَیں یہاں سے نکلتا ہوں تو علیؑ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی جملہ کہہ دیتے ہیں، یا رسولؐ اللہ کچھ تو بزرگی کا لحاظ ہونا چاہئے، جوان ہیں، جوان لوگوں کی عادت ہوتی ہے اکثر سلمانؓ سے بھی کچھ کہہ دیتے تھے۔

دیکھئے وعدہ ہے کہ مَیں جو کچھ پڑھوں گا آپ یقین کریں گے، آج ہے معرفت کی تقریر، تین سو سال کے تھے سلمانؓ، علی بائیس سال کے، سلمان بیٹھے وضو کر رہے تھے، حضرت علیؑ بھی وضو کر کے آئے تھے ہاتھوں سے پانی ٹپک رہا تھا، وہ ہاتھوں سے ٹپکتا ہوا پانی علیؑ نے ایسے سلمانؓ کے ہاتھوں پر چھڑک دیا، سلمانؓ نے جا کر رسولؐ اللہ سے کہا دیکھئے علیؑ کا بچپنا، مَیں اتنا بزرگ ہوں مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔

کہا علیؑ سے خود ہی پوچھ لیں، کہا یا علیؑ کیا یہ زیب دیتا ہے کہ آپ جیسا جوان مجھ جیسے بوڑھے سے مذاق کرے؟ کہا! کیوں تم عمر میں مجھ سے زیادہ ہو، کہا ہاں... کہا اچھا! دریائے ارژنگ میں جب تم نہا رہے تھے، کپڑے تمہارے باہر پڑے تھے، جب

تم جوان تھے، شیر نے حملہ کیا... بات ہے ایران کی، کہا ہاں ایسا واقعہ تو ہوا تھا... کہا شیر سے تمہیں کس نے بچایا تھا؟ کہا وہ تو ایک جوان آیا تھا اس نے مجھے بچایا تھا، کہا تم نے اس جوان کو کیا دیا تھا؟ کہا میرے پاس کیا تھا، مَیں نے اپنی چادر کا گلدستہ بنایا پھول کی طرح اور اس کو پیش کیا کہا تم نے مجھ پہ کیا احسان... احسان کا صلہ یہی ہے۔ ابھی قرآن کی آیت کہاں آئی ہے..؟ سورۂ رحمان کہاں آیا..؟ معرفت رکھتے ہیں. کہا اچھا اگر وہ گلدستہ مَیں تمہیں پیش کروں تو... آؤ میرے ساتھ، علیؑ گھر میں گئے... گلدستہ لائے کہا! یہی گلدستہ دیا تھا نا. سلمانؑ حیران..! کہا..! ہے تو یہی گلدستہ، چادر تو میری ہے۔

علیؑ نے کہا ہاں! سن و سال کی بات نہ کرو، اس دن سے سلمانؑ کو معرفت ہوگئی، سمجھ گئے مَیں چاہے جتنے برس کا بھی ہو جاؤں، سن و سال میں علیؑ سے زیادہ نہیں ہو سکتا... وہی معاملہ جبرئیلؑ کے ساتھ آیا، جتنے رسولؐ کی بزم میں بیٹھے سب کو یہی مصیبت پڑی کہ علیؑ کو پہچاننا مشکل ہو گیا.. اس لئے رسولؐ اللہ کو اعلان کرنا پڑا، اللہ کو نہیں پہچانا سوا میرے اور علیؑ کے، رسولؐ کو نہیں پہچانا اللہ اور علیؑ کے علاوہ اور علیؑ کو نہیں پہچانا اللہ اور میرے علاوہ...

اب جبرئیلؑ کیا پہچانیں اور سلمانؑ کیا پہچانیں.. صورت سے پہچانتے ہیں، فضیلتوں سے پہچانتے ہیں.. تو ہم آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم علیؑ کو پہچانتے ہیں... ہم تو خود اپنی مصیبتوں میں علیؑ علیؑ پکارتے ہیں ہم کیا پہچانیں؟ ہر مصیبت میں تو علیؑ کو پکار لیتے ہیں، تو پہچانیں کیا؟ جانتے ہیں علیؑ کو پہچانتے نہیں، بس یہ کہ پہلے امام ہیں، جاننا بہت مشکل ہے.. جبرئیلؑ نے شکوہ کیا.... کہا علیؑ سے پوچھ لو..!

کہا یا علیؑ معلوم ہے میری عمر کیا ہے؟ کہا کیا عمر ہے...؟ کہا یہ عمر ہے...؟ کہا اچھا جب اللہ نے تمہیں خلق کیا تو کیا تھا؟ کہا سناٹا تھا، کہا پھر اللہ نے تم سے کیا پوچھا..؟ کہا

اللہ نے پوچھا مجھ سے کہ جبرئیلؑ مَیں کون..اور تم کون؟ پہلی آواز کیا آئی جب تم خلق ہوئے....؟ کہا بتاؤ مَیں کون..اور تم کون؟ علیؑ نے پوچھا تم نے کیا کہا؟ کہا! آواز آتی رہی، مَیں کہتا رہا مَیں مَیں ہوں، تو تو ہے، مَیں مَیں ہوں، تو تو ہے۔

بھئی یہ تو تو مَیں مَیں کیا ہے...؟ کیسے شروع ہوئی یہ تو تو مَیں مَیں...؟ اللہ نے پوچھا جبرئیلؑ سے...مَیں کون..اور تم کون؟ جبرئیلؑ نے کہا تُو تو ہے اور مَیں مَیں ہوں۔ علیؑ نے کہا کب تک یہ تو تو مَیں مَیں تم نے کی...؟ جبرئیلؑ نے کہا عرصۂ دراز تک، کہا پھر کیا ہوا...؟ مَیں نے دیکھا ایک دن ایک نوجوان آیا میرے قریب..اس نے کہا جبرئیلؑ کیا تو تو میں میں لگے ہوئے ہو...کہو!

تو ربِ جلیل ہے، مَیں عبدِ ذلیل ہوں

کائنات میں ملک کو بتانے والا کہ رب کیا ہے اور عبد کیا ہے.... یہ رشتہ بتانے والے کا نام ہے علیؑ۔ کہا جبرئیلؑ وہ میں تھا...اب بتاؤ تمہاری عمر زیادہ یا میری عمر زیادہ...اس دن سے جبرئیلؑ نے طے کر لیا کہ اب علیؑ مذاق بھی کریں تو کوئی حرج نہیں...تبھی تو مشہور ہو گیا..علیؑ استادِ جبرئیل...نوحوں میں، مرثیوں میں، سلام میں، انیسؔ نے دبیرؔ نے، حدیثوں میں، روایتوں میں...علیؑ استادِ جبرئیل کہتے سب ہیں، کب جبرئیل شامل ہوئے یہ بتایا کسی نے؟ جب بندگی سکھائی، جس دن علیؑ نے بندگی سکھائی تب جبرئیلؑ شاگرد ہوئے یہ استاد۔ تو اتنا سیکھا اتنا سیکھا کہ امینِ وحی بنا اور وحی لے کر آنے لگا۔

اعتراض ہو گیا بھئی یہ شیعہ لوگ علیؑ کو استاد بنا دیتے ہیں، ہم کہاں بنا دیتے ہیں، جس کو اللہ استاد بنا دے...! اچھا دیکھئے سب جانتے ہیں کہ شیطان کو فرشتوں کا استاد اللہ نے بنا دیا..فرشتوں کا استاد ابلیس کو مانیں گے...لیکن اگر کہو علیؑ استاد تو نہیں مانیں

گے۔اس کے معنیٰ ہیں کہ ایجوکیشن اسی لئے غلط چل رہی ہے کہ غلط لوگوں کو استاد مانا گیا ہے۔

ارے روز اخبار میں وزیرِاعظم یہ بیان دے رہا ہے کہ...!پاکستان کے معاشرے کی خرابی یہی ہے کہ نظامِ تعلیم خراب ہے۔

تو کبھی تو اُستاد بدلا جائے گا، جب تعلیم کا خزانہ چُھپا ہوا تھا تو استاد چھپا ہوا تھا اور شیطان کو خواہش ہوئی استاد بننے کی تو اللہ نے کہا پڑھا کے دکھا، جب آدمؑ بنے تو سورۂ بقرہ میں ہے کہ ہم نے فرشتوں کا لیا امتحان، تا کہ جو دل میں ہے وہ ظاہر ہو جائے، جب Education پوری ہو جاتی ہے تو استادوں کا استاد لیتا ہے امتحان...کہ شاگرد کو سکھایا کیا ہے؟ تو جب امتحان لیا فرشتوں کا اللہ نے کہ اَے شیطان کیا سکھایا ہے تو نے؟ تو نکلے زیرو، کچھ نہ بتا پائے اور جو ابوترابؑ تھا آدمؑ کا استاد، چُھپ کر سکھایا تھا، آدمؑ نے کہا مَیں بتاؤں، اللہ نے کہا بتاؤ...!جو سیکھا تھا آدمؑ نے استاد سے تو فر فر بتایا...! محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ۔

تو فرشتوں نے سوچا کہ آدمؑ نے جس سے سیکھا ہے اُس سے سیکھو، تو پھر شاگردی اختیار کی۔اس لئے کہ وہ استاد تو شیطان بنا کے نکالا گیا اور جب وہ نکالا گیا تو دوسرے استاد کا تقرر ہوا۔جب پہلے استاد نے جس کا نام ہے علیؑ اس نے یہ دیکھا کہ فرشتوں کی بزم میں رجس یعنی شیطان آ گیا تو علیؑ مخفی ہو گیا...جب کائنات میں رِجس رہتا ہے تو معصوم پردے میں رہتا ہے۔

آپ کہیں گے یہ جملہ کہاں سے لے آئے؟ تو حدیث دوں..مَیں بغیر دلیل کے کوئی جملہ کہتا ہی نہیں۔توجہ!رسولؐ نے کیا کہا کہ وہ عدل وانصاف سے دنیا کو یوں بھر دے گا جیسے ظلم سے بھری ہو گی، ظلم سے، نجاست سے، جب تک پاک نہ ہو معصومؑ

آ ئے گا ہی نہیں۔ پہلے ظلم ہٹے، عدل آئے تو معصومؑ آئے یعنی زمین پاک ہو جائے تو معصومؑ آئے۔

شیطان جب آیا تو معصومؑ مخفی ہو گیا، جب رِجس وہاں سے نکالا گیا تو معصوم ظاہر ہو گیا اللہ نے کہا مَیں نے ظاہر کر دیا۔ ظاہر ہوئے علیؑ اور محمدؐ، اللہ کہہ رہا ہے مَیں ظاہر ہوا۔ شرک اللہ کرتا ہے یا ہم، یہ بتا دیجئے آپ؟ یہ سب اللہ کہہ رہا ہے قرآن میں اور جب یہی فکریں دی جاتی ہیں تو لوگ گھبرا گھبرا کر کہتے ہیں کہ ہو گیا شرک...! اللہ کہہ رہا ہے یہ ہم پر کرتے ہیں احسان، انہوں نے ہم پر کیا احسان۔ علیؑ نے کہا سلونی! آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ اور پھر محمدؐ تک کسی نے نہیں کہا سلونی۔ نبیؐ سے افضل کوئی نہیں، علیؑ سے افضل ہیں نبیؐ۔ قرآن پورا اترا نبیؐ پر، قلبِ محمدؐ پر لیکن کبھی یہ نہیں کہا سلونی...! قیامت تک کی پوچھو۔

اچھا مجھے ذرا یہ بتا دیجئے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہر خشک و تر مجھ میں موجود ہے، جب قرآن میں ہر خشک و تر موجود تھا تو علیؑ کو کہنے کی کیا ضرورت تھی سلونی؟ مجھ سے پوچھو، کیوں؟، پتہ چلا جو علیؑ کے دل میں ہے وہ بھی قرآن میں ہے۔ قرآن کامل نہیں ہوتا جب تک علیؑ نہ بتائیں۔ علیؑ نے سلونی کہا تو حدیث کامل ہوئی۔

انّی تارکٌ فیکم الثّقلین

کچھ قرآن میں ہے کچھ علیؑ کی زبان میں ہے۔ دونوں ملے تو خشک و تر پورا ہوا اور جو باتیں علیؑ نے بتائیں وہ قرآن میں نہ تھیں، نہ ہیں، وہ علیؑ کے ہی سینے میں تھیں تو علیؑ نے بتایا کہ مَیں بھی قرآن ہوں، وہ صامت ہے، مَیں ناطق ہوں، وہ خاموش ہے، مَیں بولتا ہوں۔ قرآن دونوں کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ تنہا قرآن کوئی چیز نہیں ہے، وہ کاغذ تاج کمپنی کا چھپا ہوا قرآن ہے، علیؑ کعبے سے نکل کے آئے ہیں، وہ قرآن اللہ کے گھر سے

ملا ہے اور یہ قرآن تم لوگوں کو Press سے ملا ہے، یہ قرآن اور وہ قرآن...اور یہ چھپا ہوا ہے اس میں مولوی سے جا کے دستخط کروانا پڑتے ہیں کہ کوئی کتابت کی غلطی نہیں ہوئی، کوئی لفظ غلط نہیں چھپا، جبکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ کوئی شک و ریب نہیں ہے اس میں، پھر بھی شک و ریب دور کرنا پڑتا ہے۔ علیؑ وہ کتاب ہے جس میں ایسی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

تو سلونی کہا..مجھ سے پوچھا! اب اس نے پوچھا کہ بتایئے میرے سر پر کتنے بال ہیں؟ تو قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ سعد ابنِ ابی وقاص کے سر پر کتنے بال ہیں! ہوگا خشک و تر کا دعویٰ لیکن دکھاؤ۔ ایک آدمی بیچ سے اُٹھ کر سامنے آ گیا۔ اس نے کہا بتایئے اس وقت جبرئیلؑ کہاں ہیں؟ علیؑ نے دائیں دیکھا، بائیں دیکھا، نیچے دیکھا، اوپر دیکھا، یعنی ہر آسمان پر دیکھ لیا، بس علیؑ کی ایک نظر...! زمین کے سارے طبقات میں دیکھا.. سمندر کی لہروں میں دیکھا..موتی میں دیکھا، موتی کے سینے میں دیکھا، ماہی کے شکم میں دیکھا، وہاں بھی گنجائش تھی! یونسؑ کے جانے کی وجہ سے، وہاں بھی مَلک چھپ سکتا ہے، جب سب جگہ دیکھ لیا، کہا کہیں نہیں ہے، اس وقت جبرئیلؑ کہیں نہیں ہے، یا مَیں جبرئیلؑ ہوں یا تُو جبرئیلؑ ہے۔ اور مَیں ہوں نہیں سکتا، اس لئے کہ مَیں ہوں انسان..تُو ہے جبرئیلؑ، اب ظاہر ہو جا۔ وہ ظاہر ہو گئے، لوگ بعد میں کہتے کہ علیؑ نے ایک انسان کو سکھا پڑھا کر کہا کہ تو جبرئیلؑ بن جانا، تو جبرئیلؑ نے بھی کہا کہ بتا کے جاؤں گا کہ مَیں ہی ہوں جبرئیلؑ۔ ابھی انسان کی شکل میں تھے، اس کے بعد مَلک ہے اور بن کے دکھایا کہ دیکھو مَیں ہوں مَلک۔ مسجدِ کوفہ کی چھت پھٹی اور وہاں سے اُڑتے ہوئے گئے، دروازے سے جاتے تو لوگ کہتے سکھایا پڑھایا ہوا تھا، پرواز کر کے بتایا، مَیں ہوں جبرئیلؑ۔ کہا بے شک یا علیؑ آپ نے سچ کہا، مَیں ہوں جبرئیلؑ۔ یہ قرآن میں کہاں لکھا

تھا کہ کوئی پوچھے کہ اس وقت جبرئیلؑ کہاں ہیں؟ ہر خشک و تر ہے قرآن میں! اگر کوئی
اس وقت پوچھ لے آ کر کہ اس وقت جبرئیلؑ کہاں ہیں؟ تو آپ بتائیں گے قرآن دیکھ
کر کہ اس وقت جبرئیلؑ کہاں ہیں؟ قرآن میں کوئی ملائکہ کا Time Table نہیں
لکھا ہے کہ اتنے بجے وہاں ہوتے ہیں، اُس وقت وہاں ہوتے ہیں۔ قرآن کوئی ایسی
کتاب نہیں ہے... ہے خشک و تر.. لیکن علیؑ کا سلونی بتا رہا ہے کہ ہوگا خشک وتر لیکن تمہیں
نہیں معلوم ہمیں معلوم ہے۔ ہاں ہاں جبرئیلؑ کے اوقات بھی قرآن میں لکھے ہوں گے
لیکن تم نہیں بتا سکتے، ہم بتائیں گے۔ اس لئے قرآن تنہا کافی نہیں ہے۔ جب تک مَیں
نہ بولوں قرآن چپ ہے۔ کہا سلونی تو لوگوں نے پوچھنا شروع کیا تو یہودیوں کا سب
سے بڑا عالِم راس الجالوت بھی بیٹھا ہوا تھا، علیؑ کے درس میں جب ملائکہ بیٹھ چکے تو یہ
شہرتیں سب سنے ہوئے تھے۔ تو یہودی بھی، نصرانی بھی، حد یہ ہے کہ سندھ کے ہندو
بھی پہنچے ہوئے تھے... راجپوت اور جاٹ لوگ علیؑ کے درس میں حصہ لینے پہنچے، گوالیار
تک کے لوگ، لنکا تک کے لوگ، برما تک کے لوگ علیؑ کا درس سننے جاتے تھے۔ اس
وقت پاسپورٹ وغیرہ تو تھا نہیں، ہوائی جہاز تو تھا نہیں اونٹ پر بیٹھے صحرا صحرا پہنچ گئے،
جس کو علم کا شوق تھا۔ تو کیا اس زمانے میں علم کے شائقین نہیں تھے اگر شائقین نہ ہوتے
تو علیؑ کا علم پوری دنیا میں پھیلتا کیسے؟ اس زمانے میں سندھ کا جو بادشاہ تھا اس کا نام تھا
شنشب اور علیؑ کے ہاتھ پر ایمان لایا، علیؑ کے دور میں سندھ میں اسلام آیا اور سب
شاگردوں میں تھے علیؑ کے، تو راس الجالوت بھی بیٹھا ہوا تھا... تقریر آج کامل نہیں ہو
پائے گی شروع آج کر رہا ہوں لیکن کل یا پرسوں کامل ہوگی... اس لئے کہ یہ بہت طویل
روایت ہے۔ راس الجالوت اُٹھ کے علیؑ کے سامنے آیا۔ علیؑ پہچان گئے کہ یہودیوں کا
سب سے بڑا عالِم ہے... کہا آپ نے سلونی کہا۔ علیؑ نے کہا ہاں! اس نے کہا مَیں

پوچھوں تو علیؑ نے کہا ہاں پوچھ.... کیا پوچھنا چاہتا ہے؟

پوچھا یہ بتایئے کہ ہر نبی اور ہر نبی کے وصی کے تین امتحان ہوتے ہیں اور نبی کا ہر وصی نبی کی زندگی میں تین امتحان دیتا ہے اور نبی جب مرجاتا ہے تو اس کے بعد پھر وصی کو تین امتحان دینے پڑتے ہیں۔ میری تقریر کا پہلا جملہ آپ کو یاد ہے کہ نبی کا امتحان احسان ہے۔ موضوع سے تو نہیں ہٹا...! اے ابراہیمؑ تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں تو ہر نبی کا امتحان اللہ پر اس کا احسان... ہر وصی کا امتحان اللہ پر احسان۔ مَیں موضوع پر ہوں۔ راس الجالوت نے کیا سوال کیا؟ کہا یا علیؑ آپ بھی ایک وصی ہیں، بتایئے نبیؐ کی زندگی میں آپؐ کے کتنے امتحان ہوئے اور بعدِ نبیؐ کتنے امتحان ہوئے؟

کہا راس الجالوت سن! ہر نبی اور ہر نبی کے وصی کے تین امتحان ہوئے اور بعدِ نبی وصی کے تین امتحان اور ہوتے تھے لیکن کائنات کا واحد وصی میں ہوں کہ نبیؐ کی زندگی میں میرے سات امتحان ہوئے اور بعدِ نبیؐ پھر سات امتحان ہوئے اور ابھی ایک امتحان باقی ہے۔ اب سمجھ میں آیا... علیؑ نے کیوں کہا قرآن میں میرا نام محسن ہے، بہک نہ جانا اب اس جملے کے معنی سمجھ میں آئے... مَیں بتا دوں کہ قرآن میں محسن مَیں ہوں تا کہ تم بہک نہ جاؤ، محسن سب ہیں، آدمؑ و نوحؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ لیکن اللہ کا محسنِ اعظم علیؑ ہے، کہا کہ نبیؐ کی زندگی میں میرے سات امتحان ہوئے اور سات امتحان بعدِ نبیؐ ہوئے، چودہ امتحان علیؑ کے اللہ کی بارگاہ میں!! آنے والی تقریر میں بیان ہوں گے اور حسینؑ کا امتحان کربلا میں لیکن مَیں یہ ضرور کہوں گا کہ حسینؑ کا امتحان کربلا میں تھا لیکن پروردگار کیا یہ بھی تو نے لوحِ محفوظ میں لکھا تھا کہ حسینؑ کی چھوٹی سی بچی سکینہؑ کا امتحان بھی ہوگا!! بچوں کا کیا امتحان؟ دیکھیں یہ فکر کے لئے ایک جملہ دیا ہے۔ اس پر جتنا

چاہیں آپ سوچیں، جس منزل پر موسیٰؑ، ہارونؑ، نوحؑ وعیسیٰؑ ومحمدؐ وعلیؑ ہوں اس منزل پر سکینہؑ...! سکینہؑ کا کیا امتحان، ابھی سید ماجد رضا عابدی نے جو مرثیہ مرزا دبیرؔ کا پڑھ دیا، اس سے بڑے مصائب کسی مرثیے، کسی نوحے، کسی سلام، کسی حدیث، کسی خطابت میں آ ہی نہیں سکتے، جیسا مرثیہ پڑھ دیا ماجد رضا نے اس وقت اور جو رقت کروائی اور جو الفاظ مرثیے میں ہیں، ایسا مرثیہ لکھا ہی نہیں جا سکتا... بی بی سکینہؑ کے مصائب اب اس دور میں کوئی نہیں لکھ سکتا اور نہ ایسا پڑھ سکتا ہے اور اس مرثیے کو جب بھی آپ پڑھیں گے ایسے بَین ماں کے لکھ دیئے ہیں... حالانکہ مَیں شہادت پوری پڑھ نہیں پاؤں گا بی بی کی، میرا وعدہ ہے آپ سے کہ اٹھارہ کو، کل تو امام ہشتم کی شہادت پڑھوں گا اور اٹھارہ کو بی بی کی شہادت پڑھوں گا۔ شاید خواتین پریشان ہیں...! پرچے بھی آرہے ہیں کہ جناب سکینہؑ کی شہادت مَیں نے اب تک نہیں پڑھی۔ تو وضاحت کر دوں کہ دیکھئے انیس کو رہائی پڑھنا ہوتی ہے اور ظاہر ہے چہلم کو کربلا میں اہلِ حرم کا پہنچنا اور شام تک مدینے پہنچنا... یہ ہے کل ذاکری اگر میں پہلی صفر، دوسری، تیسری، چوتھی، نو، دس، گیارہ، بارہ کو شہادت پڑھ دوں تو قسم کھا کر بتاؤ کہ اگر مَیں پہلی مجلس میں شہادت پڑھ دیتا تو پہلی سے آٹھویں مجلس تک درمیان میں کیا پڑھتا...؟ یہ میری مجبوری ہے، یاد رکھنا کہ جب جناب سکینہؑ کی شہادت ہوگئی تو مصائب ختم ہو گئے۔ یعنی اَیسے ختم ہو گئے کہ قیدی آزاد ہو گئے، بس پھر مصائب کیا رہے؟ جب عماری پہ پردے پڑ گئے، جب بیبیاں پردوں میں بیٹھ گئیں اور کربلا بھائی کے پاس پہنچ گئیں تو سکینہؑ نے مر کر مصائب کا خاتمہ کر دیا۔ اب نہ تازیانے ہیں سید سجادؑ پر، اب نہ زینبؑ کی طرف تازیانہ آرہا ہے، نہ اب پیاسے ہیں اہلِ حرم، نہ اب بھوکے ہیں اہلِ حرم، نہ اب مسافت کی تکلیف ہے، کیسی مظلوم بی بی تھی! کہ مرتے ہی مصیبتوں کا خاتمہ کر دیا تو اس لئے مَیں شہادت

جلدی نہیں پڑھتا کہ سکینہؑ بی بی کی شہادت کے بعد مصائب کے chapter بند ہو گئے اس لئے مَیں اٹھارہ کو پڑھتا ہوں تاکہ شہادت سے متصل رہے کربلا میں آنا...اس لئے کہ کربلا آکر زینبؑ نے کچھ نہیں کہا، اب کہنے کو باقی کیا تھا اور دیکھئے یہ وہ بیبیاں تھیں کہ جو مصیبتیں ان پر پڑیں اگر بھائی سے شکوہ کردیتیں تو امتحان کے حُسن میں کمی آجاتی۔ یہ کمال ہے جناب زینبؑ کا، سید سجادؑ کا، جناب اُمِ کلثومؑ کا، جناب اُمِ لیلیٰؑ کا، جناب اُمِ ربابؑ کا، قسمیہ آپ کو بتا رہا ہوں مقتل کی تمام روایتیں...نہ بھائی سے آکے... دیکھئے Research کے لئے اگر ہمارے نوجوان مضمون لکھنا چاہیں، شعر کہنا چاہیں تو ان کے لئے دعوتِ فکر ہے اور یہ باتیں سوچنے کی ہیں...مصائب تو سب ہی پڑھتے ہیں، لیکن مَیں فکر دیتا ہوں کہ کسی بی بی نے کربلا آکے حسینؑ سے یہ نہیں کہا کہ ہم پر یہ مصیبتیں پڑ گئیں، تازیانے پڑے، ہم بے پردہ تھے، ہمیں پانی نہیں ملا، ہمیں کھانا نہیں ملا، اندھیرے قید خانے میں تھے، نہ اُمِ ربابؑ نے کوئی شکایت کی، نہ اُمِ لیلیٰؑ نے کوئی شکایت کی، نہ اُمِ فروہؑ نے کوئی شکایت کی، نہ جنابِ زینبؑ نے اور نہ اُمِ کلثوم نے کوئی شکایت کی، کسی نے کوئی شکایت نہیں کی۔ شکایت کے لئے نہیں گئی تھیں کہ بھائی سے شکوہ کرتیں۔

خود منظور کیا تھا کہ مَیں جاؤں گی قیادت کرتی ہوئی بھائی کا پیغام پہنچانے تو اب شکوہ کیسا! مدینے سے آکے نانا سے بھی شکوہ نہیں کیا، کہیں کسی کتاب میں بھی نہیں ملتا، نہ کسی راوی نے لکھا ہے کہ نانا سے یہ کہا ہو...! نانا پانی نہیں ملا، کھانا نہیں ملا، بازار میں پھرائے گئے، کوڑے پڑے، تازیانے پڑے، رسّی باندھی گئی، شانے باندھے گئے، گردن باندھی گئی...نہیں...کوئی شکوہ نہیں۔ بس دو جملے سن لو کہ پھر بات کیا ہوئی؟

بھائی سے شکوہ نہیں کیا بہنوں نے، نہ بیبیوں نے اور دیکھئے کوئی اور بی بی تو بولی ہی

نہیں، پھر ایک Research دے رہا ہوں آپ کو، نہ اُمِ ربابؑ کہیں بولیں، نہ اُمِ لیلیٰؑ کہیں بولیں، نہ اُمِ فروہؑ کہیں بولیں، نہ زوجۂ عباسؑ بولیں...کیوں؟ اس لئے کہ کہتی تو شاہزادی زینبؑ کچھ کہتیں.. یہ گھر کا ادب ہے جو کہنا ہے وہ بی بی کہیں، ہم کیوں کہیں۔ آپ کو نہیں ملے گا کہ روضۂ رسولؐ پر ان بیبیوں نے کیا کہا یا قبرِ حسینؑ پر ان بیبیوں نے کیا کہا؟ جو کچھ بات کی ہے وہ زینبؑ نے کی۔ اس لیے کہ اختیار زینبؑ کے پاس تھا۔ جو یہ کہیں، یہ معصوم اور معصومہ کی بیٹی ہیں، ہم کیسے کہیں، جو یہ کہیں وہی منظور تو کیا آپ کو معلوم ہے؟ زینبؑ نے یہ نہیں کہا حسینؑ کی قبر پر کہ رسی باندھی گئی بھیا اُٹھو، تازیانے پڑے بھیا اٹھ کے دیکھو۔ نہیں.. بس ایک جملہ کہا ہے بس...روئی ہیں تین دن، لیکن اگر آ کر شکوہ ایک کیا...اور یہ شکوہ بھی نہیں بس اتنا کہا بھیا!! سکینہؑ کو تم نے میرے حوالے کیا تھا، بہن شرمندہ ہے کہ سکینہؑ کو واپس لے کر نہیں آ سکی۔ اس سے بڑے مصائب ہی نہیں ہیں، زینبؑ کچھ بھائی سے کہیں تو اس سے بڑے مصائب کیا ہو سکتے ہیں؟ اس سے بڑی قیامت کیا ہوگی۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ جب نانا سے کوئی شکوہ نہیں کیا تو نانا سے کہا کیا؟ صرف دو جملے.. کہا نانا..! جب پردیس جاتے ہیں تو بزرگوں کے لئے تحفہ لاتے ہیں، تمہاری نواسی تمہارے لئے تحفہ لائی ہے... یہ کہہ کر حسینؑ کا خون بھرا کرتا نکالا اور قبر پر ڈال دیا یہ ایک جملہ۔ اب دوسرا جملہ سن لو...نانا نواسی آئی ہے، بھرے گھر کی سنانی لائی ہے، اس سے اہم بات نہیں تھی تازیانے، بھرے گھر کی سنانی لائی ہے، یہ قیامت ہے کہ اتنی لاشوں کی، اتنی موتوں کی خبر لے کر نانا کو بتانے زینبؑ آئی ہے۔ اس سے بڑے مصائب کیا ہیں اور شائد آپ کے دل میں یہ خلش رہ جائے کہ زینبؑ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ میرے بازو بندھے، مجھے تازیانے لگے، تو دیکھئے یہ معرفت کے مصائب ہیں

اور مَیں دلیل دے کر بات کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ کسی ذاکر سے سنئے تو سمجھ لیجئے کہ اسے مصائب پڑھنے نہیں آتے، اسے شعور نہیں ہے مصائب پڑھنے کا اور سنی سنائی میں ردّوبدل ہو جاتا ہے۔

کیا دلیل دیتا ہوں مَیں...؟ کہ بیٹی کبھی اپنے دل کا راز کسی کو نہیں بتاتی، یہ مقولہ ہے بڑے بڑے دانشوروں کا، معصوم کا، انبیاؑ کا، بیٹی اپنے دل کا راز صرف ماں کو بتاتی ہے اس سے بڑی بات دنیا میں نہیں ہوسکتی۔ اس لئے زینبؑ اپنے دل کا راز نانا کو بتا ہی نہیں سکتیں۔ بس ہوگئی گفتگو... زینبؑ کو جو کچھ کہنا تھا وہ رات کو جا کر ماں کی قبر پر کہا۔ اماں! تازیانے پڑے، اماں بازو بندھے، ماں کو بتایا اور کسی کو نہیں بتایا اور ماں سے ہی کہنا تھا کیوں کہنا تھا؟ اس لئے کہ محشر میں کربلا کی گواہ ہیں زہراؑ، صرف ماں کو بتانا تھا اور زینبؑ نے ماں کو بتایا۔

ہاں ہاں! زینبؑ کا امتحان تھا، ہاں بیبیوں کا امتحان تھا، ہاں حسینؑ کا امتحان تھا، کیا سکینہؑ کا بھی امتحان تھا؟

پانچ دن سے مسلسل میں بی بی کے مصائب پڑھ رہا ہوں لیکن ابھی مصائب ختم نہیں ہوئے یعنی ابھی شہادت نہیں پڑھوں گا۔ پرسوں پڑھوں گا شہادت اور قبر کا بننا، آج بھی بس اتنا مختصر کہ آپ غور وفکر کریں، بی بی سکینہؑ کو اکثر رات کو پھوپھی سمجھاتیں، سکینہؑ سو جاؤ، آؤ پھوپھی کی گود میں سو جاؤ، کبھی ماں آواز دے گی، آؤ سو جاؤ، جب ماں، پھوپھی بہت اصرار کرتیں، بھائی کہتا تو سکینہؑ کچی زمین پر لیٹ جاتیں، ایک دن پہلو میں جناب زینبؑ بھی لیٹ گئیں، روتے روتے بچی چپ ہوگئی۔ جناب زینبؑ یہ سمجھیں کہ بچی کو آرام آ گیا، سکینہؑ سو گئیں، ظاہر ہے اندھیرا زنداں تھا، تاریکی تھی، کوئی آدھی رات کو جناب زینبؑ نے محسوس کیا کہ ایک ننھا سا ہاتھ جناب زینبؑ کی پیشانی پر آیا،

زینبؑ نے پیار سے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور کہا سکینہؑ بی بی کیا تلاش کر رہی ہو؟ اس اندھیرے میں کیا ڈھونڈ رہی ہو.. سکینہؑ نے کہا پھوپھی اماں یہاں بابا تھے، ابھی ابھی یہاں بابا تھے، زینبؑ اُٹھ کر بیٹھ گئیں، کہا کیا کہا سکینہؑ؟ کہا پھوپھی اماں بالکل سامنے بابا بیٹھے تھے، ابھی ابھی بابا آئے.. زینبؑ نے کہا سکینہؑ بابا نے کیا کہا؟ سکینہؑ نے کہا پھوپھی اماں بابا آئے، مجھے سینے سے لگایا اور ایک بات کہی، کہا سکینہؑ!! اب تیری مصیبت کے دن ختم ہو گئے... اَے سکینہؑ چلو. مَیں تمہیں لینے آیا ہوں، پھوپھی اماں مَیں ڈھونڈتی ہوں بابا ابھی تو کہہ رہے تھے کہ مَیں لینے آیا ہوں، بابا کہاں چلے گئے، مَیں بابا کو ڈھونڈ رہی تھی۔ بس یہ کہہ کر جو سکینہؑ نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کیا تو پھوپھی پریشان ہوگئی۔ اب جو پریشان ہوئی سکینہؑ تو چپ کرایا لیکن سکینہؑ چپ نہ ہوئی جب دیکھا سکینہؑ چپ نہیں ہو رہی ہیں تو جنابِ زینبؑ ایک بار سکینہؑ کو گود میں لے کر کھڑی ہو گئیں اور ٹہلنا شروع کیا... بی بی ربابؑ آگے بڑھیں اور کہا شاہزادی بچی کو مجھے دے دیجئے، شاید میری گود میں چپ ہو جائے، ماں کی گود میں آئیں اسی طرح تڑپتی رہیں ہائے بابا، ہائے بابا، ایک بار سب بیبیاں جمع ہو گئیں اور بیٹھ گئیں، ایک بار جناب زینبؑ نے کہا بھابھی! ربابؑ لاؤ بچی کو میری آغوش میں دے دو، جناب زینبؑ نے ایک بار سکینہؑ کو گود میں لیا، پھوپھی کی گود میں آئیں، سید سجادؑ بھی قریب آ گئے، بیبیاں بھی قریب... ایک بار چیختے چیختے ایک دم سناٹا ہوا... بچی چپ ہو گئی، جناب ربابؑ نے کہا شاہزادی نیند آ گئی بچی تھک گئی... یہ کہہ کر جناب زینبؑ نے ایک بار شانے پہ ہاتھ پھیرا، سکینہؑ کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور چیخ مار کر کہا..! اَے سید سجادؑ... انّا للّٰہ و انّا الیہِ راجعون.. اَے بیٹا، حسینؑ سکینہؑ کو لے کر چلے گئے۔ ماتمِ حسینؑ

❀ ❀ ❀

ساتویں مجلس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں احسان اور ایمان کے موضوع پر، گفتگو اس منزل تک آئی کہ جو اللہ پر احسان کرتا ہے، اللہ اس محسن کو اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔ منشورِ قرآن پروردگارِ عالم عالمِ انسانیت کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جو ہم پر احسان کرتا ہے، ہم اس کے ذکر کو قیامت تک باقی رکھیں گے، ہم اپنے محسن کے ذکر کو مرنے نہیں دیتے، جس کا ذکر زندہ ہے وہ بھی زندہ ہے، اللہ اپنے محسن کو قیامت تک زندہ رکھتا ہے۔ اس نے قرآن میں اعلان کیا کہ جو ہم پر احسان کرتا ہے، ہم اس کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس نے اعلان کیا قرآن میں کہ جو ہم پر احسان کرتا ہے ہم اس کے عمل کو ضائع نہیں کرتے... اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارا محسن ہے وہ اپنے کام کو سجا کر ہماری بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور ہم اس کے کام سے اتنے خوش ہوجاتے ہیں کہ ہم نے اس کے رتبوں کو کائنات کے تمام رتبوں سے افضل قرار دیا۔ محسن کے رتبہ پر کوئی رتبہ افضل نہیں، سب سے افضل ہے اس کا رتبہ جو اللہ پر احسان کرے۔

سورۂ آلِ عمران میں آیت ۱۳۴ میں اپنے اس منشور کی ایک اور اہم ترین شاخ کو اس نے بیان کیا اور ارشاد ہوا...!

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

الْمُحْسِنِيْنَ (سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴)

سورۂ آلِ عمران میں احسان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں، کاظمین الغیظ ...وہ اپنے غیظ کو، اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور کاظم بن جاتے ہیں۔

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

وہ انسانوں کو ان کی خطاؤں پر معاف کردیتے ہیں اور جب وہ معاف کردیتے ہیں ان کی خطاؤں کو تو اللہ اعلان کرتا ہے... واللہ یُحِبّ المحسنین....ایسے احسان کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ جو غصّہ کو پی جائے وہ محسن، جو غصّہ کو ضبط کرے کاظم بنے، جو کاظم بنے اللہ اس سے محبت کرتا ہے، وہ لوگوں کو معاف کرتے ہیں تو اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے، ایسے محسنین جن سے اللہ کو حُب ہو جائے تو اب پتہ چلا کہ صرف رسولؐ خدا اللہ کے محبوب نہیں ہیں .. کچھ اور لوگ بھی اللہ کے محبوب ہیں...اس میں ایک نام کاظم بتایا۔ نام کا اعلان کردیا اب دیکھئے! Research کا جملہ پیش کر رہا ہوں اور غور کیا کیجئے آپ لوگ جب میں ایسی کوئی بات کہوں...اوّلین و آخرین میں آدمؑ سے لے کر جعفرِ صادقؑ تک عالمِ انسانیت میں کاظم نام کا انسان نہیں گذرا....کائنات کا پہلا آدمی موسیٰ کاظمؑ ہے۔

کچھ ذہن میں آپ کے آیا...موسیٰ کاظمؑ کے نام سے پہلے کوئی عرب میں کاظم گزرا....! اچھا انہیں جانے دیجئے، آپ امام رضاؑ سے پہلے عرب میں کوئی رضا دکھا دیجئے...اسے بھی چھوڑیں....آپ تقیؑ سے پہلے تقی دکھائیں، نقیؑ سے پہلے نقی دکھائیں اور عسکریؑ سے پہلے عسکری دکھائیں....یہ تو علم کے موتی ہیں کہ قدردان ہاتھ میں اُٹھا لیتے ہیں، بدذوق بیٹھے رہتے ہیں... بدذوقوں کو میں دیکھتا رہتا ہوں کہ جن میں شعورِ مجلس

اب تک پیدا ہی نہیں ہوا تو کم از کم بچوں کو دیکھیں، جوانوں کو دیکھیں کہ مجلس سننے کا طریقہ کیا ہے؟ مجلس میں جب آپ آجائیں کم از کم میری مجلس میں جو آ گیا وہ یہ غور کر کے جائے کہ اس مجلس میں پورے پاکستان میں کیا کیا سکھایا جا رہا ہے....؟ یوں تو سب ہی مولا علیؑ کے فضائل پڑھتے ہیں لیکن ایک فرق کہ پورے ہندوستان، پورے پاکستان میں ہماری مجلس پوری درسگاہ ہوتی ہے۔

یہاں سے کسی اور مجلس میں چلے جایئے گا...اور پھر کل آ کر بتایئے گا کہ کوئی ایسی بھی مجلس آپ کو شہر میں ملی کہ جس میں سوزخوانی کے سوز، رباعی، سلام، مرثیہ سے لے کر تقریر اور نوحے تک علاوہ امام رضاؑ کے کسی اور کا ذکر ہوا...آج ان کا دن ہے نا...یہ بات آپ پورے پاکستان و ہندوستان میں کہیں نہیں پائیں گے۔ اس لئے کہ مَیں نے مجلس کو درسگاہ بنایا ہے۔ سیکھیں، پتہ لگائیں، انجمنیں کتنی ہیں کراچی میں...؟ پانچ سو کے قریب انجمنیں ہوں گی، کسی ایک انجمن کے پاس آپ کو امام رضاؑ کا نوحہ نہیں ملے گا.... آج کے دن پورے شہر میں سوائے ماجد رضا کے کسی نے امام رضاؑ کے حال کا نوحہ نہیں پڑھا ہو گا، ان باتوں پر غور کریں کہ یہاں عطیہ کیا ہے...؟ اور جس طرح ہماری مجلس کے نوجوان روتے ہیں اس کی قیمت یہ ہے کہ آپ سچے موتی کہیں سے جمع کریں اور ہماری مجلس میں رونے والوں کو اس میں تولیں کہ جو ہر سوز و سلام کے شعر پر رو دیئے... یہ شعور بھی سیکھیں اور بچوں کو سکھائیں یہ مجلس کا مقصد ہے....مجلس کا مقصد یہ نہیں کہ مزے کے نکتے لے لئے اور گئے کہ ہاں آج تقریر بہت اچھی تھی،...اس وبا سے بچیں یہ دیکھیں کہ مِلا کیا...؟ آغازِ مجلس سے اختتامِ مجلس تک ہماری نسل کو ملا کیا؟ مرثیے نے یاد دلایا کہ رضاؑ جہاں آئے ان کی دادی شہر بانو کا میکہ ہے یہی کافی ہے بچوں کی معلومات کے لئے....

غُل عجم میں ہے رضاؑ آج یہاں آتے ہیں

اُن کی دادی کا یہ میکہ ہے جہاں آتے ہیں

تو یہ لفظ جب میں کہہ دوں تو سمجھئے بہت قیمتی ہیں کہ کاظمؑ سے پہلے کوئی کاظم نہیں، رضاؑ سے پہلے کوئی رضا نہیں، تقیؑ سے پہلے کوئی تقی نہیں، نقیؑ سے پہلے کوئی نقی نہیں... عسکریؑ سے پہلے کوئی عسکری نہیں، عربی لغت میں یہ لفظ تھے... قرآن نے اعلان کیا تھا تقویٰ اختیار کرو.. جو تقویٰ اختیار کرے معراجِ تقویٰ پر پہنچے... رسولؐ پر قرآن آیا، رسولؐ سے لے کر نویں امام تک کوئی تقی نہیں بنا... قرآن نے اعلان کیا دین میں خالص بن جاؤ، جو دین میں خالص بن جائے اُسے عربی میں نقی کہتے ہیں، نقیؑ تک کوئی دین میں خالص نہیں بنا.... لشکر یزید کے پاس بھی ہے... یزید کے باپ کے پاس بھی ہے.. لشکر عبدالملک کے پاس بھی ہے، مروان کے پاس بھی ہے، لشکر ہشام کے پاس بھی ہے، منصور دوانقی کے پاس بھی ہے، لشکر ہارون کے پاس بھی ہے، لشکر معتصم کے پاس بھی ہے، معتمد کے پاس بھی ہے لیکن کوئی عسکری نہیں بنا... لشکر والا نہیں بنا۔

اور یاد رکھئے جب ایک لقب ایک امام کو مل جائے تو وہ لقب سب کا ہوتا ہے... غور کیجئے گا کیوں اگر نبیؐ کہہ دیں کہ مَیں محمدؐ تو حدیث میں کہیں گے کہ یہ سب محمدؐ، علیؑ کہہ دیں مَیں علیؑ یہ سب علیؑ، حسنؑ کہہ دیں میں حسنؑ، یہ سب حسن، میں حسینؑ یہ سب حسینؑ، میں سجادؑ سب سجادؑ، میں باقرؑ سب باقر، اب اوپر سے نیچے تک یوں لڑی جائے گی... مَیں صادقؑ، یہ سب صادقؑ، کہیں کاظمؑ تو سب کاظمؑ، یہ رضاؑ تو سب رضاؑ، یہ تقیؑ تو سب تقیؑ، یہ نقیؑ تو سب نقیؑ، یہ عسکریؑ تو سب عسکریؑ، یہ مہدیؑ تو سب مہدیؑ.... امام حسینؑ کی زیارت پڑھیئے تو یہی سب بارہ نام آتے چلے جاتے ہیں، امام حسینؑ کو بھی یہی سب کہا جاتا ہے۔

ہر امام کو یہی کہا جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ مفسّرین نے شرح میں یہ لکھا کہ

اس آیت کے مصداق سب سے پہلے امام حسن علیہ السلام ہیں... کاظمین الغیظ... دیکھئے اللہ نے گفتگو کہاں سے شروع کی اپنے حبیب کو بتایا کہ اس پورے انسانی معاشرے میں جس نے سب سے پہلے اپنے غصہ کو ضبط کیا وہ آپ ہیں اور آپ کے بارہ جانشین یہ مفسّرین نے لکھا دیکھئے غصّہ اس وقت ضبط کیا جاتا ہے کہ جب معاشرے میں حدف بن جائے، ہر زبان کا حدف بن جائے کوئی اور اس وقت وہ اپنے غصہ کو ضبط کرے تو وہ ہے اللہ کا محسن۔

یہ خُو آئی کہاں سے، یہ خون میں سمائی ہوئی ہے۔ اعلان منشورِ قرآن میں ہو یہ حسنؑ ہیں، یہ موسیٰ کاظم ہیں، یہ رضاؑ ہیں یہ سب کاظمین الغیظ ہیں۔ یہ خو آئی کہاں سے...؟ رسولؐ اللہ پر کوڑا پھینکا جائے راستہ نہ بدلیں، یوں سوچا کریں کہ آپ کسی راستہ سے جا رہے ہوں، ایک چھینٹ آ جائے تو آپ رک جائیں گے، گھنٹی بجائیں گے، کیا بدتمیزی ہے...! ہم نماز کے لئے جا رہے تھے آپ نے گندا پانی پھینک دیا، اودھم مچ جائے گا، بھیڑ لگ جائے گی، اگر کسی سڑک پر روز ایسا کام ہو رہا ہو کہ پرنالہ سے پانی گر رہا ہو.... تو راستہ بدل لیں گے کہ اس سڑک سے نہیں جائیں گے، گاڑی جاتی ہے تو چھینٹ اُچھلتی ہے، نہیں جائیں گے۔

رسولؐ نے وہی راستہ اختیار کیا... روز جاتے ہیں، راستہ بدل دو... جملہ دوں... ہادی راستہ نہیں بدلتا... صراطِ مستقیم پر چلنے والا چاہے کنکر آئیں، پتھر آئیں راستہ نہیں بدلتا... جھگڑے ہو جاتے ہیں صدر سے نہیں جائیں گے آپ... ایوب خان کے دور میں جلوس کا راستہ بدلنے کی کوشش ہوئی یہ گھوم کر کیوں جاتے ہیں... ادھر سے جایئے... کہا! نہیں راستہ نہیں بدلیں گے۔ کہنے کو چھوٹی سی بات ہے، بدل لیجئے راستہ... جو ہدایت کی منزل پر ہو اور محسنین کے ساتھ ہدایت ہے... تو راستہ کیوں بدل دیں، ہاں! اگر نہ آئے

کوڑا تو ہے اچنبھا! بھئی کہاں گئی یہ کوڑا پھینکنے والی... بیمار ہے... بس پہنچ گئے... کہا اب انتقام لینے آئے ہو...؟ کہا انتقام لینے نہیں آیا، تیری خیریت دریافت کرنے آیا ہوں، عیادت کے لئے آیا ہوں۔ غور کیا آپ نے ایسے رسولؐ کی یہ اولاد ہیں کاظمین الغیظ... ایسا اختیار غیظ پر کہ کاظمؑ بن گئے کہ پھر کوئی اور معاشرے میں کاظم نہیں بنا... امام تو اور بھی چار آئے ہیں لیکن... نہ کوئی کاظمؑ بنا، نہ رضاؑ بنا، نہ تقیؑ بنا نہ نقیؑ بنا۔

نام دُہرا دُہرا کر دیکھ لیجئے، اگر کوئی مسلمان مجھے معنی بتا دے، مَیں تو علیؑ سے لے کر مہدیؑ تک معنی بتاتا ہوں لغت سے اور کوئی اُٹھے اور کہے کہ معنی مَیں بتاتا ہوں... حنیفہ کے معنی آپ بتا دیجئے، شافعی کے معنی آپ بتا دیجئے، مالک کے معنی آپ بتا دیجئے... حنبل کے معنی آپ بتا دیجئے... یوں بھی لغت میں لفظ ہیں جن کے معنی نہ ہوں، ایسے بھی لفظ ہیں، لیکن جن کے ناموں کے معنی قرآن خود بتا دے، آیتیں شرح کریں کہ معنی کیا ہیں، نام کیوں رکھے؟ اس لئے کہ اب یہ صفت سب میں جائے گی، سب اپنے غصہ کو ضبط کریں گے، اب پتہ چلا کہ ایک چھوٹی سی صفت کہ یہ اپنے غصہ کو پی جائیں تو یہ اللہ کے محسن بن جاتے ہیں تو ان کے بڑے بڑے عمل کیا ہوں گے؟ چھوٹا سا عمل اللہ پر احسان ہو جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ غصّہ شیطان کی طرف سے... یہ ہے شیطانی عمل، معصوم کو غصہ نہیں آتا... اس لئے کہ یہ شیطانی عمل ہے، معصوم کو جلال آتا ہے... جلال اور ہے، غصّہ اور ہے، آفتاب کے لئے کہتے ہیں جلال ہے، ماہتاب کے لئے کہتے ہیں جمال ہے... یہ تو نہیں کہتے سورج غصہ میں ہے، جس دن آفتاب غصہ میں آ گیا اس دن قیامت آ جائے گی۔ جب جلال میں ہوتا ہے تو دھوپ پھیلاتا ہے۔ یعنی جلال فائدہ پہنچاتا ہے نقصان نہیں، غصہ تباہ کر دیتا ہے۔

اس لئے یہ غصہ میں نہیں آتے... عن الناس اگر غصہ میں آ جائیں تو عالمِ انسانیت تباہ

ہو جائے... کیوں احسان مند ہو اللہ... کہ اگر تم غصہ میں آجاتے تو ہماری انسانیت تو ختم ہو جاتی.. نوسو برس تک نوحؑ کو اللہ نے روکا. غصہ میں نہ آؤ، اور پھر آخر میں کہا تباہ کر دے۔

کہا اب تمہاری یہی مرضی تو تمہاری مرضی، ہماری مرضی، ہم نے سمجھا کر دیکھ لیا نوسو برس تک، اب تمہاری مرضی، ہماری مرضی، چلو تباہ کیے دیتے ہیں، پھر سے دنیا بسائیں گے، بس ایک بندے کو ایسا غصہ آیا کہ پوری دنیا مٹ گئی، اللہ نے کہا اتنی محنت سے بنائی تھی، تمہاری محبت میں سب پانی پھیر دیا۔ کبھی کبھی محسن کی محبت میں اپنی محنت پر، اپنے نقش و نگار پر وہ پانی پھیر دیتا ہے اور تمہاری کشتی چلتی رہے۔ اب جملہ دے رہا ہوں...! جب طے کر لے اللہ کہ بس اب تباہ کر دینا ہے تو کشتی پہلے بناتا ہے، جہاں کشتی بن چکی ہو سمجھ جاؤ مقدر ہے تباہی... بس وہ بچے گا جو کشتی میں ہے۔ اپنا اپنا جائزہ لو.. کشتی میں ہو یا پہاڑی پر ہو۔ ارے! اگر نبیؐ کے بیٹے بھی بن جاؤ پھر بھی جائزہ لینا کہ بلندی پر ہو یا کشتی میں ہو۔

اللہ کہتا ہے کہ تم آئے ہو غصہ میں تو ہم بھی ہیں جلال میں، جب معصوم کو غصہ آجائے پھر ہر شئے میں غصہ...! ادھر نوحؑ غصہ میں آئے، پانی غصہ میں آیا...، تنور غصہ میں آیا...، ہوا غصہ میں آئی...، مٹی غصہ میں آئی، ملک غصہ میں آیا، ایسا ہوتا ہے ان کا غصہ، چونکہ غصہ اللہ کا ہوتا ہے اس لئے ہر اللہ والا غصہ میں ان کا شریک لیکن تقدیر میں لکھ دیا کہ آلِ محمدؐ غصے میں نہیں آئیں گے، ہاں جلال آئے گا ان کا حق ہے۔ اب تباہی نہیں۔

نوحؑ غصہ میں آئے، نوحؑ نے کہا سب تباہ کر دو، ہو گیا، موسیٰؑ غصّہ میں آئے، فرعون اور پوری امت غرق، ہودؑ غصّہ میں آئیں پوری امت تباہ، صالحؑ غصّہ میں آئیں امت تباہ۔ آلِ محمدؐ غصہ میں نہیں آئیں گے، کیوں...؟ کیوں کہ کہہ دیا ان سے کہ

تمہارے لئے تو یہ دنیا بنائی ہے، تم نہ ہوتے تو نہ بناتا، چاہے تباہ کرو یا باقی رکھو۔ تمہاری چیز ہے، تباہ کردو یا رکھو۔

نوحؑ سے یہ تھوڑی کہا تھا کہ تمہارے لئے بنائی، موسیٰؑ سے کب کہا تھا کہ تم نہ ہوتے تو یہ سب کچھ نہ ہوتا، پہلے سے کہہ دیا تھا انوار سے کہ تم کو نہ بناتا تو یہ بھی نہ بناتا، تمہارے قدموں کا صدقہ ہے، اب چاہو تو رہے، چاہو تو نہ رہے تو ضبط کر کے دکھایا، کہا رہے... کیوں چاہا آلِ محمدؐ نے کہ رہے... اللہ نے کیا احسان، آلِ محمدؐ نے پھر احسان کیا، کہا تو نے ہی تو کہا تھا میں چھپا ہوا تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، ہم کیوں تباہ کریں، جب تک کائنات کا ایک ایک نقش باقی ہے، تیری توحید کی گواہی دے رہا ہے، تباہ نہیں ہوگی۔ یہ ہوائیں، یہ فضائیں، یہ آسمان، یہ زمین، یہ بیل، یہ بوٹے، یہ درخت... سب تیری توحید کی گواہی دے رہے ہیں ہم جی رہے ہیں تیرے لئے، اب جو توحید کی گواہی دے، ہم اسے تباہ نہیں کریں گے، ہاں! جلال میں آئیں گے...

بس تمہید ہوگئی، موضوع پر آ گیا، لیکن اگر آج کی مجلس آگے بڑھ جائے تو معذرت ... کل میں نے کہیں کہا تھا کہ ہمیں سننے کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں، رضویہ سے آتے ہیں، کلفٹن سے آتے ہیں، بفرزون سے آتے ہیں، تو گھر پر کئی فون آئے... کہا صاحب! ہم ملیر سے چودہ برس سے آپ کو سننے آتے ہیں آپ نے ملیر کا نام نہیں لیا.... پھر ایک فون آیا کہ صاحب! ہم تو خیر پور سے آئے ہیں، عشرہ سننے خیر پور سے آتے ہیں، ابھی یہ ایک بھائی نے کہا کہ ہم جیکب آباد سے آتے ہیں، تو بھئی سب کا شکریہ جو جہاں سے آتا ہے اور جس کو علم سے محبت ہے وہ آئے گا، چاہے وہ کہیں بھی ہو، کم از کم کچھ لوگ تو یہ بتائیں... چل کر آنا یہ بتائے... کہ کچھ علم کے لئے آتے ہیں... کراچی میں دو طرح کے مجمع ہیں، ایک مجمع علم لینے جاتا ہے، ایک مجمع مجمعے کو دیکھنے جاتا

ہے، کتنا مجمع تھا...! ایک مجمع برائے مجمع، ایک مجمع برائے علم... اس کے علاوہ کوئی تیسرا مجمع نہیں ہے، تیسرا مجمع وہ ہے جو سڑک کے کنارے.... ایسے مجمع تو ہر وقت بنتے ہیں، ٹوٹتے ہیں، یہ مجمع تو چودہ سو برس سے علم کا پیاسا ہے.... سلونی سے لے کر آج تک تسلسل باقی ہے... تھوڑا ہو جائے، زیادہ ہو جائے، کم ہو جائے لیکن تسلسل نہیں ٹوٹتا.. بس تسلسل باقی رہے، پیمانے نہیں دیکھے جاتے کہ کتنا...! کتنے کی بات تو مولاؑ نے کی ہی نہیں۔ ایک کمیل سہی، جنگل سہی، صحرا سہی.... ہے مجمع۔ علم کے دریا ہیں اور ایک کمیل... ایک قنبر... ہر راہ میں ساتھ ساتھ، قنبر ایک مجمع، سلمان ایک مجمع، ابوذر ایک مجمع، اور اللہ کروڑوں کو مجمع نہیں کہتا... اللہ ابراہیمؑ کو مجمع کہتا ہے.. ایک تھا مگر پوری اُمت.... صلح ہو جائے یا کسی اور کی بیعت ہو جائے تو اب علیؑ تنہا مجمع... صلح ہو جائے تو حسنؑ ایک مجمع... ہاں جلال کا حق دیا ہے، مجمع کہیں ہو... ہم نے دیا ہے، غصہ تو تمہیں آئے گا ہی نہیں اس لئے کہ تم معصومؑ ہو... لیکن جلال کا حق ہے... وہ نبیؐ کہ جو کوڑا پھینکنے پر راستہ نہ بدلے اور عیادت کو جائے... بھئی اس کی کوئی قیمت ہے... اوجھڑی پھینکی جائے غصہ میں نہ آئے... اُحد کے میدان میں زخمی ہوں، پتھر آئیں، خون بہے غصہ میں نہ آئیں، قیمت ہے نا ان چیزوں کی؟

وہی نبیؐ اتنی سی بات پر کہ لاؤ کاغذ قلم لاؤ.. کہا گیا ہذیان.. کہا نکلو... آ گیا جلال۔ قیمت نبیؐ کے جملوں کی نہیں، قیمت دیکھی جائے گی جو نکالے گئے وہ کتنے ذلیل ہیں کہ ایسے معصوم کو جلال دلا دیا۔ کتنے بڑے شیطان ہیں کہ جلال میں لائے اس نبیؐ کو کہ جو رحمت اللعالمین ہو.. سزا کتنی بڑی ہوگی؟ رحمت کو جلال میں لائے ہو، جاؤ جہنم میں جاؤ۔

یہ راضی بہ رضا ہیں، یہ کاظم ہیں یہ غیظ کو ضبط کرتے ہیں، یہ انسانوں پر احسان

کرتے ہیں اور وہ اللہ پر احسان ہو جاتا ہے جب یہ اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں۔ آ گئے جلال میں، پچیس برس رہے خاموش، کوئی پرواہ نہیں، باغوں میں مزدوری... کیا ہو رہا ہے ملک میں، ہاں! نگاہوں میں سب ہے، غلط کام نہیں ہونے دیں گے۔ اصول نہیں بدلنے دیں گے، اور بدل جائے تو احتجاج کریں گے، حجرِ اسود کو چوما۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عمر بن خطّاب جب رکے حجرِ اسود پر تو کہا اے پتھر تو یہاں کیوں ہے..؟ ہاں! اگر رسولؐ تجھے نہ چومتے تو کعبہ سے نکال باہر کر دیتا... آ گئے پیچھے سے علیؑ... کہا کیا؟ پتھر سے کیا مخاطب ہو... ہم سے بات کرو۔ رسولؐ چومتے تھے اس لئے تم چوم رہے ہو، تم اس کو کیا نکالو گے؟ یہی تو تمہارے اچھے برے کا گواہ بن رہا ہے۔ سب دیکھ رہا ہے، یہ گواہی دے گا قیامت میں، یہ اس لئے یہاں ہے کہ کس کا حج قبول ہوا اور کس کا نہیں ہوا۔ بڑے ویڈیو کیمرے چل رہے ہیں، اللہ نے اپنا کیمرہ فٹ کیا ہوا ہے۔ سب ریکارڈ Record ہو رہا ہے، حجرِ اسود ریکارڈ Record کر رہا ہے، وہ بھی ریکارڈ Record ہو گیا جو مسلم میں ہے، بخاری میں ہے، علیؑ کا جواب بھی رکارڈ Record ہو گیا۔ یہ تو جہاں لغزش ہوئی وہاں ٹوکا۔

غصہ میں نہیں آئے، جلال میں نہیں آئے، لیکن کہیں جب رسولؐ نے اذن دے دیا ہے... رسولؐ کو اگر اللہ اذن دے دے، اور رسولؐ کسی کو اذن دے دیں تو اس جملے کو سمجھانے کے لئے ہجرت کا ایک جملہ سنا دوں، چادر اُلٹی اور چالیس پہلوانوں نے گھیر لیا.. تو سازش یہ تھی کہ باتوں میں ابو جہل لگائے تو پیچھے سے بختری وار کر کے سر اڑا دے۔

ابو جہل نے باتوں میں لگایا کہاں ہیں محمدؐ؟ اور وہ پیچھے گیا، علیؑ بات کر رہے تھے ابو جہل سے... انیس بیس سال کے ہیں علیؑ، تلوار ابھی تک نہیں چلائی... ادھر بات کر

رہے تھے ابوجہل سے اُس نے پیچھے سے تلوار اٹھائی کہ علیؑ کا سر اڑا دے۔ علیؑ نے اُلٹا ہاتھ بغیر پیچھے دیکھے گھمایا... منہ پر طمانچہ پڑا، تین گھنٹے بیہوش رہا۔

اب کس کی مجال تھی، کہتے ہیں چالیس پہلوان تھے اور یہ اکیلے تھے... کیسے عماریاں لے کر نکل لئے مکہ سے...؟ ارے! بھئی اس کا انجام دیکھ لیا تو اب کون آئے قریب، ابوطالبؑ کا بیٹا شیر بن کے سواریاں لے کر نکل گیا۔ پھر سازش ہوئی، کہا روک لو سرحد پر اور وہیں قتل کردو، عورتوں کو نہ لے جانے دو... آگے آگے ایک غلام رباح جو ناقے لئے چل رہے تھے، اور علیؑ ساتھ میں اور ساری بیبیاں، فاطمہؑ بنتِ اسد، شہزادی ہماری جو اس وقت سات سال کی ہیں شہزادی کونینؑ۔ جناب حمزہؑ کی بیٹی، جناب زبیرؑ کی بیٹی، جناب صفیہؑ، حضورؐ کی پھوپھیاں... چچازاد بہنیں سب عماری میں اور ایک مرد علیؑ...

ابوجہل نے پورا لشکر تیار کیا اور سرحد پر روک لیا... جیسے ہی لشکر آتے ہوئے علیؑ نے دیکھا، رباح سے کہا ناقے باندھ دو درختوں سے اور ایک بار علیؑ آگے بڑھ گئے، کہا ابوجہل یہ بتا دے ذرا... کہ چالیس سال کی عمر میں میرے رسولؐ نے اعلانِ نبوت کیا، تیرہ برس گذر گئے، دس کا اس وقت میں تھا جب اعلانِ نبوت کیا، جب سے اب تک کبھی تو نے دیکھا کہ مَیں نے تیرے خلاف تلوار اُٹھائی...؟ کبھی تم پہ حملہ کیا...؟ کہا نہیں۔ مکّے کے یہ لوگ ہیں کافر لیکن چونکہ اپنی فصاحت پہ، بلاغت پہ اپنی خطابت پر ناز ہے نا... علیؑ کی باتیں بہت غور سے سنتے ہیں، کہا ہاں! یہ تو صحیح ہے ابوطالبؑ کے بیٹے تو نے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔

کہا تو پوچھو... کیوں؟ کہا کیوں؟ کہا روکنے والا مکّے میں موجود تھا، ادھر مَیں جلال میں آیا رسولؐ نے روکا، علیؑ ابھی نہیں، ابھی نہیں، ابھی نہیں۔ کہا سُن ابوجہل، آج کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر کہ آج روکنے والا محمدؐ مکّے میں نہیں، یہ کہہ کر تلوار جو کھینچی تو

سب بھاگ گئے۔

یعنی جہاں علیؑ یہ کہیں کہ روکنے والا نہیں ہے، وہی روکنے والا اگر زندگی میں ایک اذن دے جاتے تو کیا ہوتا...؟ اس کا اندازہ ان سب کو ہے جو کافر سے مسلمان ہوئے ہیں، بھئی آپ سنتے ہیں بچپن سے کہ گلے میں رسی پڑ گئی، فاتحِ خیبر کے گلے میں رسی اور سڑک پر کھینچا گیا، بعدِ نبیؐ اذن نہیں ہے، کہہ گئے تھے کہ علیؑ صبر کرنا...موضوع اپنا ہے، جو احسان کرنا چاہے اللہ پر وہ اپنے غصہ کو ضبط کرے، آئمہؑ میں پہلا محسن علیؑ ہے.. کس کا؟ اللہ کا محسن، احسان کی وصیت رسولؐ نے کی ہے، کہ اللہ چاہتا ہے کہ علیؑ احسان کرے، اب اللہ کی نظر میں محسن بننا ہے، لیکن اگر کوئی اذن دے جائیں، گلے میں رسی بندھ جائے...خاموش، گھر جل جائے...خاموش، درِ زہراؑ جل جائے...خاموش، حد یہ ہے کہ محسن کا بیٹا محسنؑ شہید ہو جائے...خاموش، یہی تو وقت تھا غیظ میں آنے کا لیکن رسولؐ کی وصیت ہے کہ احسان کرنا ہے تمہیں، تمہارا محسنؑ جائے لیکن اس پر احسان ہو جائے۔

اتنے مصائب میں غیظ آئے لیکن رسولؐ کہیں نہ آئے، احسان کرنا ہے اور اس میں کہیں ایک اذن آ جائے....قبر بنائی، دفن کیا...کل تفصیل کے ساتھ علیؑ کے چودہ امتحان پڑھوں گا، سات امتحان نبیؐ کی زندگی میں، سات امتحان علیؑ کے بعدِ نبیؐ، یہ چودہ امتحان کل پڑھوں گا....قبر بنائی علیؑ نے دفن کیا، اب مسلمانوں کو ہوش آیا...کام ہو گیا نا...سب واپس آئے، اشاروں میں باتیں ہیں سب جانتے ہیں آپ...کہا! یہ کیا کیا..؟ ہم نے کہاں نمازِ جنازہ پڑھی۔

چلو خود ہی کہہ دیا نا...اب لکھو تاریخ میں...اب پردے پڑ رہے ہیں، اخباروں میں، نبیؐ کی نمازِ جنازہ نہیں ہوتی ہے، ہوتی ہی نہیں....اگر نبیؐ کی نمازِ جنازہ نہیں ہوتی تو پھر کیوں آئے علیؑ کے پاس...کہ ہم نے نہیں پڑھی۔ کیوں لکھا تاریخ نے، کہا تو پھر..!

کہا قبر کھودیں گے، جنازہ نکال کر پڑھیں گے، تو کیا تھا اذن... اذن یوں نہیں دیا تھا کہ بس ایک کام کر دینا ہے، محسنین اپنے کام کو سجاتے ہیں، سجاوٹ رسولؐ کر گئے تھے... کیسے؟ بیٹھے بیٹھے منبر پر ایک دن کہا... یہ علیؑ، ہمارا وصی، اسے غصہ نہیں آتا، اسے جلال نہیں آتا... کسی نے پوچھا بھی نہیں رسولؐ اللہ سے کہ پھر بدر میں کیا ہوا، خندق میں کیا ہوا، اُحد میں کیا ہوا...؟ خندق میں کیا ہوا؟ خیبر میں کیا ہوا؟ حنین میں کیا ہوا؟ کسی نے نہیں پوچھا، کیوں نہیں پوچھا، سب کو یقین تھا، دیکھ چکے تھے کہ علیؑ کو غصہ نہیں آتا... سر اُتار رہے تھے عمر ابنِ عبدِ وَدکا... اس نے تھوک دیا... اب وہاں میدان میں کیا ہوا؟ صحابہ نے کہاں دیکھا؟ علیؑ اُتر گئے سینے سے ٹہلنے لگے... صحابہ نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہوا...؟ ہاتھ آئے شکار کو علیؑ نے چھوڑ دیا! رسولؐ نے کہا جب علیؑ آئیں پوچھ لینا۔ علیؑ ٹہلنے لگے، سب نے دیکھا نہیں کہ اس ظالم نے، اس کافر نے کیا کیا؟

کچھ دیر ٹہل چکے، آئے سر اُتار لیا... سر لے کر آئے رسولؐ اللہ کے قدموں میں پھینک دیا، کہا یہ ہے انجام، کُلِّ کفر کا یہ انجام ہے۔ لوگوں نے کہا یا علیؑ جب اس وقت دشمن قابو میں آ گیا تھا تو کیوں چھوڑا...؟ کہا اس نے بے ادبی کی تھی، لعابِ دہن میرے منہ پر پھینکا... مجھے غصہ آیا... مَیں اُٹھ کر ٹہلنے لگا، اگر اس وقت سر کاٹ لیتا تو میرا غصہ جو اللہ کے لئے کام ہو رہا تھا اس میں ذاتی جذبات شامل ہو جاتے، پہلے غصہ کو فرو کیا اس لئے کہ کام اللہ کا تھا۔ میری ذاتی چیز اس میں شامل کیا ہو! جب غصہ پی گیا مَیں... کاظمین الغیظ... ایسے ہی لوگ میرے محسن ہیں... علیؑ نے کہا! تب مَیں نے سر کاٹ لیا۔

تو رسولؐ نے کہا یہ میرا وصی ہے اس کو غصہ نہیں آتا... اب کون بولے...؟ سب جانتے ہیں، مگر یاد رکھنا میرے اصحاب... جس دن اس کے دوش پر زرد چادر ہو... اور

زمین پر خط دے.. اور ذوالفقار نیام سے نکلی ہو اور یہ مٹی کے گھوڑے پر بیٹھا ہو... تو سامنے نہ آنا۔

ہوگئی بات...! اذن دے دیا، بس کیا ہوا؟ اُمّت نے کہا قبر کھود یں گے.. اس دن علیؑ زرد چادر پہنے تھے، کبھی نہیں پہنی زرد چادر، چونکہ نبیؐ نے کہا تھا، سجایا ہے... سجاوٹ ہے ورنہ رنگ کیوں آتا..؟ زرد رنگ کو پڑھ لینا، زرد غصہ کی نشانی ہے، اس لئے کہ زرد آندھی ہوتی ہے۔ اوپر سے آتی ہے عذاب بن کر آتی ہے۔ زرد چادر دوش پر ہے، ذوالفقار نیام سے باہر ہے، قبرِ نبیؐ پر ایک پیر ادھر، ایک پیر اُدھر... اور بیچ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں... کیا کہا تھا رسولؐ نے، مٹی کے گھوڑے پر بیٹھا ہوگا تو سامنے نہ آنا۔ اگلا جملہ سنو یہ تو رسولؐ نے کہا تھا...! علیؑ نے اور سجاوٹ کی قبرِ نبیؐ کو سینے کے نیچے یوں چھپایا جیسے پرندہ اپنے پروں میں چھوٹے بچوں کو چھپاتا ہے... کہا اگر آگے بڑھے... ارے! علیؑ اپنے سینے کی چھاؤں میں اس قبر کو چھپا رہے ہیں قیامت تک اس قبر کو کوئی کھود نہیں سکتا۔ مسلمانوں کو یاد آ گئی حدیث... زرد چادر ہو، ذوالفقار ہو، مٹی کے گھوڑے پر بیٹھا ہو، منہ سے جھاگ نکل رہا ہو، اُس دن ڈرنا... دیکھئے! مَیں نے Back ground بنایا ہے، کیوں ہٹے...! غصّہ آتا ہی نہیں اور رسولؐ کہہ دیں جس دن آجائے... یقین ہے کہ اگر آج کچھ ہوگیا...! وہی تو دن تھا طوفانِ نوحؑ کا.... وہی دن تھا قومِ عادؑ کی تباہی کا... وہی دن تھا فرعون کے نیل میں غرق ہونے کا۔ ارے! جو فرعون کو چھوڑ دے، جو شدّاد کو چھوڑ دے، جو ہامان کو چھوڑ دے... اسے کہتے ہیں اللہ کا محسن۔

اب سوچتا رہے انسان... کہ جس کی جوانی و پیری ہتھکڑیوں میں، بیڑیوں میں اور اتنا چھوٹا مکان کہ رکوع کر کے کھڑے ہوں تو پورے قد سے کھڑے نہ ہو پائیں اور صبر کریں، موسیٰ کاظمؑ پوری زندگی قید خانے میں، تو اللہ نے کہا یہ ہے کاظمؑ، اس نے ضبط کیا

غصّے کو یہ میرا محسنؑ ہے۔ نبیؐ کے ایک بیٹے کی زندگی قید میں گذرے، باپ قید میں رکھے تو قدرت نے کہا دیکھنا یہی انسان بدلیں گے۔ بیٹا آیا تو کہا، حکومت آپ کی ہے۔ ارے! کل تک اس کے باپ کو تم نے قید میں رکھا تھا، آج دربان بھیجے ہیں، لشکر بھیجا ہے کہ جاؤ علی رضاؑ کو مدینے سے لاؤ، حکومت آپ کی ہے۔ بہت سے لوگ کہ جن کی فکر بلند نہیں ہوتی وہ ناسمجھی میں کہہ دیتے ہیں کہ کیوں گئے، ولی عہدی کیوں لی؟ اگر انکار کر دیتے تو تاریخ لکھتی کہ آلِ محمدؐ کا حق ہی نہیں تھا، تو یہ بتانے گئے کہ حق ہمارا ہے جبھی بلوایا ہے۔ ارے! ذرا فتح تو دیکھو آلِ محمدؐ کی۔

حسینؑ کربلا گئے تو کہا حکومت کے لیے، زین العابدینؑ کے لئے کہا کہ ہاں ان کو حکومت سے کیا تعلق ہے، وہ تو بس روتے رہتے تھے، محمد باقرؑ ہاں ان کو حکومت سے کیا تعلق وہ تو علم پھیلاتے رہے، جعفر صادقؑ ہاں وہ تو فقہ دے کے چلے گئے، موسیٰ کاظمؑ ہاں وہ تو قید میں پڑے رہے۔ اب جو بیٹا آیا کہا حق ہمارا ہے، جبھی تو بلایا ہے اور نہیں ملے گا لیکن بتانے جارہے ہیں حق ہمارا ہے۔ مامون اگر حق نہیں تھا تو ولی عہدی کیوں دی، تو عجیب بات ہے یہ ہے کہ احسان لکھوادیں۔

کتنے دن کی ولی عہدی ہے؟ چند مہینوں کی، لیکن کام ایسا کر جائیں کہ تاریخ سے کوئی کھرچے ولی عہدی کو تو کھرچ نہ سکے تو سفر اختیار کیا اور پہنچے تو ماموں نے کہا ہم بیٹی دیتے ہیں تو کہا ہم بیٹی لیتے ہیں۔ مامون نے کہا اُمِّ حبیبہ کا عقد ہم آپ سے کرنا چاہتے ہیں، کہا تیری مرضی... تو ایسے شادی ہوئی کہ ''عرب میں کوئی شادی'' ایسی نہیں ہوئی، بھئی بادشاہ کی بیٹی کی شادی تھی۔ تاریخ میں لکھوایا کہ ہاں شادی ہوئی، دھوم دھام سے ہوئی، ولیمہ ہوا اور بڑے سونے اور چاندی کے پھول لُٹے۔

ہاں ہاں! بیٹی لے رہے ہیں مامون دے رہا ہے بیٹی...، شاہی...، دولت...، عرب

والا، عجم والا، کہتا ہے بیٹی لے لیجئے.. توجہ نہیں کی آپ نے، ابوطالبؑ کے پاس آتے کافر، کہاان سے کہئے.. قولو لا الہ الّا اللّٰہ.. کہنا چھوڑ دیں، بیٹیاں لے لیں۔ کہا آفتاب اور ماہتاب ہاتھ پرآجائے، پھر بھی لا الٰہ الّا اللّٰہ نہیں چھوڑیں گے، ہمیں بیٹیاں نہیں چاہئیں، مگراب علی رضاؑ نے بتایا کہ اب قولو لا الٰہ مٹ نہیں سکتا، اب بیٹیاں لے آؤ۔

اچھا تو ٹھیک ہے. لیکن مقصد تو پورا نہیں ہوتا، مقصد تو وہاں بھی پورا نہیں ہوا، جب مدینے میں قولولا الٰہ عام ہو گیا اب لوگ پھر آئے کہا محمدؐ بیٹیاں؟ تو کہا ہاں لاؤ.. مکہ میں نہیں، مدینے میں کہا.. ہاں لاؤ... کتنی لاسکو گے؟ توجہ کیجئے گا... ایک عظیم جملہ دے رہا ہوں! قرآن نے اجازت دی چار، یہ پانچویں نہیں کر سکتے۔ بھئی بڑا عظیم جملہ کہہ رہا ہوں، ہمارا اِس پہ کسی بڑے عالِم سے مناظرہ ہو جائے.. اسلام نے کیا اذن دیا... چار... یعنی پانچویں نہیں۔ ایک چھوڑ و تو لاؤ پانچویں، رہیں چار...! اب بدلتے رہو، ہٹاؤ پھر چھٹی لے آؤ، لیکن پھر ایک نکالو.. یہی فقہ ہے آپ کی، امّت کو چار کی اجازت دی۔ اب ذرا مجھے قسمیہ بتادو کہ کیا آدمؑ سے کہا ۱۹ کر لو، ۲۰ کر لو، ۲۵ کر لو..! نوحؑ سے کہا؟ موسیٰؑ سے کہا؟ ہودؑ سے کہا؟ داؤدؑ سے کہا؟ سلیمانؑ سے کہا؟ ہارونؑ سے کہا؟ عیسیٰؑ کی تو ہوئی ہی نہیں... کچھ کہا ہی نہیں عیسیٰؑ سے... ارے بھئی کہتا تو کرتے نا... جب کچھ کہا ہی نہیں تو کی نہیں۔

ارے! بھئی یہ پُرلطف جملے ہیں، حالانکہ بڑی Research کے جملے ہیں، ہمارے پیغمبرؐ کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں۔ قرآن سے ثابت کرو کہ رسولؐ کے لئے کوئی تعداد اللہ نے مقرر کی ہو؟ ارے رحمت ہو.. لوگ آتے جائیں، بیٹیاں لیتے جاؤ، یہ تھک جائیں، تم نہ تھکو۔

بات یہی ہے، کہیں تعداد کی ہو تو بتا دو، کتابیں اٹھا کر دیکھو، مَیں تو انیّس پر رُک جاتا ہوں، شیعہ سنّی کتابوں میں اٹھائیس... اور مَیں تو اٹھائیس پر رُک رہا ہوں، ایک کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ، جو رشتے آئے جس کے لئے اللہ نے منع کر دیا تھا تو مورّخ نے وہ بھی جوڑ لیا، پینتالیس تک اور ایسا بھی جوڑ لیا کہ ایک آئی اور رسولؐ اللہ گئے تو اس کو ایک بات سکھا دی گئی کہ! رسولؐ اللہ کو یہ کلمہ بہت پسند ہے، یہ کہہ دینا۔ یا رسولؐ اللہ مَیں آپؐ سے پناہ مانگتی ہوں، رسولؐ اللہ نے سنا، واپس گئے، کہا جا گھر جا! پھر تو پناہ میں رہ، جا چلی جا، وہ باہر نکلی، چلی اپنے میکے واپس۔ ارے میکا کیا جب عقد ہی نہیں ہوا، راستے میں پہنچی تھی کہ بھیڑیا کھا گیا۔ ارے! بھئی کتابوں میں سیرتِ رسولؐ میں لکھا ہے، پتہ چلا کہ اگر آئے اور رسولؐ قبول نہ کریں تو بھیڑیا کھا جاتا ہے، اچھا! اگر بھیڑیا نہ بھی کھائے تو کم از کم راستے کے کتّے تو بھونکتے ہیں۔...!

چلئے چھوڑیے یہ معاملہ، آگے بڑھ جائیں، جتنی سہی تعداد نہیں مقرر کی اللہ نے۔ قسمیہ بتا رہا ہوں اگر کوئی عالِم کہیں سے پرچی لکھوا کے لے آئے کل کہ نہیں اللہ نے تعداد مقرر کر دی ہو کہ بس پیغمبرؐ اس کے آگے نہیں۔

ارے! زندگی کے آخری سال تک ماریہ قبطیہ مصر سے آئیں، اور عقد ہوا، ۱۰ھ تک۔ وفات کے سال تک عقد ہو رہا ہے۔ تعداد مقرر نہیں ہے.. کیوں؟ وہ آتے جائیں، تم قبول کرتے جاؤ، قبول کر لیا۔ تو اب ہر بیٹا سیرتِ رسولؐ پر عمل کرے گا۔ دیکھو اب اعتراض نہ کرنا کہ جب حسنؑ کو معلوم تھا۔

حسنؑ کو معلوم تھا کہ جعدہ بنتِ اشعث زہر دے دے گی تو کیوں عقد کیا، تو کیا رسولؐ کو نہیں معلوم کہ کون باہر جائے گی، کون گھر میں بیٹھے گی؟ معلوم ہے، منع نہیں کریں گے، مامون نے کہا..! عقد... کہا منع نہیں کریں گے، بادشاہِ وقت کے داماد بن گئے۔

بنی ہاشمؑ داماد بنے ہیں، داماد بنائے نہیں ہیں۔

بیٹیاں دی نہیں، بیٹیاں لائے ہیں، بھرے دربار میں بیٹیاں لی ہیں، علی رضاؑ نے بھرے دربار میں شادی کی مامون کی بیٹی سے، اور پھر دوسری بیٹی بیٹے کو دی، اُمّ الفضل کی محمد تقیؑ سے شادی کرادی، حالانکہ نو برس کے تھے محمد تقیؑ، نو برس کے بیٹے نے بھی منع نہیں کیا، حالانکہ ابھی باپ کی شہادت ہوئی ہے، کہا دوسری بیٹی سے عقد؟ کہا ٹھیک ہے عقد کرلو، اس سے زیادہ دھوم سے عقد ہوا محمد تقیؑ کا امّ الفضل سے... ہمیں معلوم ہے کیوں کر رہے ہو عقد۔ مامون گیا حجرے میں، قریبی صحابی نے کہا! مامون، کیا عباسی شہزادے نہیں تھے، یہ بیٹی دے دی تو نے ایک غریب کو، اب اسے کیا معلوم تھا، غریب الغربا کے کیا معنی ہیں؟

کہا بات یہ ہے... ذرا دروازہ بند کردے... پردے ڈال دے۔ کہا یہاں کون سنے گا مامون... یہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا، کہا ذرا کان قریب لا... احتیاط تو دیکھئے۔ کہا! سنو اس لئے عقد کیا ہے کہ جب میری بیٹی کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا تو پوتا ہوگا رسولؐ کا، لوگ اسے کہیں گے فرزندِ رسولؐ، جیسے ان کو کہتے ہیں۔ تو علیؑ رضا کے بیٹے کو بھی کہیں گے فرزندِ رسولؐ۔ تو فرزندِ رسولؐ جو ہوگا میرا سگا نواسہ ہوگا، تو رسولؐ کا بیٹا مجھے نانا کہے اس لئے کی ہے شادی۔

اب پتہ چلا کہ مکہ سے لے کر مامون تک سب یہ چاہتے تھے کہ رسولؐ کا بیٹا ہم کو نانا کہے... اللہ نے کہا تو سہی... ہم تمہیں نانا بننے ہی نہیں دیں گے۔ تو جب اللہ یہ طے کر لے کہ ہم نانا نہیں بنائیں گے تو اب نانا بنے کیسے، چونکہ ہم رحمت کی اولاد ہیں تو ہم نے دیکھا کہ اتنے بہت سے لوگ نانا بننے کو تیار بیٹھے تھے تو ہم لوگ نانا کہنے لگے۔ تو اب لاج رکھو نا... ارے! تمنائیں پوری کرتے ہیں نانا کہہ کر تو نواسوں کا احترام کرو۔ اگر ہم

نہ رہے تو ان لوگوں کو ناناکہنے والا کون ہوگا؟

کہا ہاں ہمیں معلوم ہے کہ زہر کہاں سے آئے گا؟ جملہ آ گیا...ادھر میں جملہ کہتا ہوں، اُدھر نکتہ آتا ہے...مَیں کیا کروں؟ معلوم ہے زہر کہاں سے آئے گا.... ہاں زہر ہمیشہ جہیز میں آیا...! کہہ دیا تاریخ پوری، زہر کی تاریخ ہے یہ، اب تاریخ پڑھ لو، کدھر کدھر سے آیا، رسولؐ کو خیبر میں ملا...جعدہ بنتِ اشعث کا معلوم ہے نا آپ کو، محمد ابن اشعث کی بہن ہے، اشعث کی بیٹی اور اشعث کون...؟ حکیم ہے...ابنِ آثال کا شاگرد ہے کون ابنِ آثال...؟ عیسائی حکیم، کسی کا درباری...زہر کا ماہر...پہلی بار ایجاد کیا زمرد کا زہر...زمرد پیس کر بنایا، ابنِ آثال نے بنا کر حاکم کو دیا، حاکم نے اشعث کو دیا، اشعث نے بیٹی کو دیا، کیا غلط کہا ہے کہ زہر جہیز میں آیا...اس دن بنا ہے زہر، اس نے یہ کہہ کر دیا تھا کہ تجربہ ہو چکا خیبر میں، اس زہر کی خاصیت یہ ہے کہ یہ جسم کو سبز کر دیتا ہے، یہ زہر خزانہ میں رکھا جاتا ہے کیوں کہ زمرد سے بنا ہے اس لئے خزانہ میں رہتا تھا، یہی زہر خزانہ سے نکلا تو بکری کے گوشت میں سید سجادؑ کو دیا گیا، یہی زہر گھوڑے کی زین پر لگایا گیا، گھوڑے پر محمد باقرؑ بیٹھے شہید ہوئے، انگوروں میں ملایا گیا جعفر صادقؑ شہید ہوئے، پھر رطب میں ملایا گیا تو موسیٰ کاظم کو دیا گیا، پیمانے بدلتے رہے...اب انگور کی باری تھی، زہر وہی تھا...زہر کا بھی ایک شجرہ ہے جو، بدنسلا ہے لیکن ہم ہی بتا سکتے ہیں، یہ زہر گیارہویں امام تک چلا، بارہویں آئے، اللہ نے کہا اب زہر دے کر دکھاؤ...تم اپنی باری کر چکے، اب ہماری باری ہے۔

باریؑ کا انتظار کر رہا ہے، وہ مُنتظَر بھی ہے اور مُنتظِر بھی ہے...جو خود کرے، جس کا انتظار کیا جائے یہ ہے مُنتظَر اور مُنتظِر کا فرق...یہاں یہ فرق راضیہ اور ہے مرضیہ اور ہے، صادقہ اور ہے صدیقہ اور، اور رَضا اور ہے اور رِضا اور...رب ان سے راضی، یہ اپنے

رب سے راضی، لیکن تاریخ نے لکھا کہ اپنا اور غیر ان کی حکومت پر متفق ہو گیا۔ کوئی عرب اور ایران میں ان کی ولیعہدی پر مخالف نہیں تھا، چند مہینے کی ولی عہدی لیکن منشور دے دیا، کہا سکّہ ڈھلے گا، کہاں ہاں ولی عہد کا نام آئے گا، کہا سکہ چلے گا، سکہ سونے کا بنا، کہا تحریر ہم دیں گے، تحریر امام رضاؑ نے دی۔ کہا لکھو سکہ پر... لاالہ الّااللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ، علی ولی اللّٰہ، وصی رسول اللّٰہ، وخلیفۃ بلا فصل .... سکہ میوزیم میں رکھا ہوا ہے ایران میں، امام کو معلوم تھا سکہ رہ جائے گا... حکومت مامون میں سکہ چلا فرزندِ رسولؐ کا۔

سکہ چلا فرزندِ رسولؐ کا... چاہنے والوں کو اس سے کیا، چاہنے والوں نے بتایا کہ جب سکہ ٹکسال سے ڈھل کر بازار میں آیا تو غیروں نے بُھنا لیا، اپنوں نے چھپا لیا.. غیروں کے پاس نہ رہا... اپنوں کے پاس رہ گیا۔ کہا اس پہ امام کی ولیعہدی ہے، جب مسافر جانے لگتا جیب سے نکال کر دیتے... کہتے جاؤ ان کی ضامنی میں دیا... پھر کپڑے کے غلاف میں رکھا اور یہی امام ضامن بنا۔ ابھی مجلس کے بعد امام ضامن بنے گا۔

اب کہاں کہاں بندھے...! سفر پر جاؤ تو بندھے.. قریب کا سفر ہو تو بندھے، دور کا سفر ہو تو بندھے، جنگ پر جائے تو بندھے، شادی ہو تو بندھے.. غم، خوشی، فتح، نصرت، ہر جگہ یہ سکّہ، تو لوگوں نے دیکھا، ہاں شادی کامیاب بھی ہوتی ہے، جنگ فتح بھی ہوتی ہے تو پھر ایوب خان نے بھی بندھوایا، جنگ اخبار نے چھاپا.. اب شیعہ ہو یا سنی، ہر شادی میں بندھتا ہے، پتہ تو چلاؤ کہاں سے چلا...؟ کس کے نام کا ہے؟ ایسے محسنین ہیں یہ کہ جو ایک ایک لفظ علم کے سمندر دے جائیں۔

مسلمانوں کے امام تو گذرے چار... کسی کی یادگار ہے کسی کے پاس، ہم اپنے آئمہؑ کی یادگاریں دکھائیں، علیؑ کی یادگار کیا؟ حسینؑ کی یادگار کیا؟ سید سجادؑ کی یادگار کیا؟

صرف ایک ایک گنوائیں تو آپ حیران رہ جائیں اور سینوں سے لگا کر، بازو سے لگا کر رکھا ہوا ہے، گلے سے لگا کر رکھا ہوا ہے، آنکھوں سے لگا کر رکھا ہوا ہے، ہاں محسنین کی یادگاروں کو یونہی رکھا جاتا ہے، ہم زندہ رکھتے ہیں ذکر محسنین کا۔ زندہ رکھنے والا وہ، تم کون؟ تو اب امام ضامنؑ کی شکل میں زندہ، جیسے چاہیں ان کا ذکر زندہ رکھیں۔ یہ راہ سے گذر جائیں ان پر سلام ہو جائے تو سلام صوبے اور شہر کی تاریخ سنا دے۔ اَلسَّلامُ عَلیکَ یا شمسَ الشّمُوس اَلسّلامُ علیکَ یا انیسَ النُّفوس... ابھی آپ زیارت پڑھیں گے مجلس کے بعد۔

اَے آفتابوں کے آفتاب...! ذوالقرنین نے کائنات کا سفر کیا، سکندر ذوالقرنین نے پوری دنیا کی سیر کی، جب ایران کے اس صوبے، اس شہر سے گزرے جسے آج خراسان کہتے ہیں تو اس وقت پہنچے جب آفتاب طلوع کر رہا تھا، کہتے ہیں کہ ایران میں آفتاب خراسان کی طرف سے طلوع کرتا ہے، وہ منظر تھا کہ آفتاب طلوع کر رہا تھا، فارسی میں خُر کہتے ہیں خورشید کو، آسان کہتے ہیں طلوع ہونے کو، جیسے ہی منظر دیکھا... سکندر ذوالقرنین نے کہا خُراسان... آفتاب طلوع کر رہا ہے، تو رسولؐ نے کہا وہ جگہ جہاں سے میرا آٹھواں آفتاب طلوع کرے گا اس کو کہتے ہیں خراسان۔ کہتے ہیں سب سے پہلے جعفرِ صادقؑ نے بتایا کہ اس جگہ کا نام خراسان ہے۔

اَے آفتابوں کے آفتاب... جہاں سے آفتاب طلوع کرے، تو روضہ جا کر دیکھ لو... دور سے جب روضے کو دیکھو گے جب اپنے ہوٹل سے چلو گے، شاہراہ پر ہو گے، اب جو گنبد پر نظر پڑے گی تو لگے گا آفتاب طلوع ہو رہا ہے، دن ہو یا رات، دن کو تو سورج کی روشنی میں اور یہ آفتاب چمکتا ہے لیکن رات کو منظر کچھ اور ہوتا ہے، رات میں بھی آفتاب نظر آتا ہے، کیف اس کو آئے گا جو روضے کو ان نظروں سے دیکھے، مشاہدہ

ضروری ہے۔ سب کو زیارت پر جانا چاہئے، کوئی زیادہ خرچ بھی نہیں ہے، حدیثِ رسولؐ ہے کہ ایک سال کے بعد ضرور آؤ، اگر دور والی نہیں کر سکتے تو آٹھویں بیٹے تک پہنچنا اور کیا ثواب بتایا؟ کہا اے حمیرا! ہزار حجوں کا ثواب، اُٹھ کر بیٹھ گئیں... کہا یا رسولؐ اللہ جو آپ کا آٹھواں بیٹا ایران میں ہوگا تو اس کی ایک زیارت پر ہزار حج کا ثواب؟ کہا تم ہزار پر چونک گئیں، سات ہزار حجوں کا ثواب، کہا یا رسولؐ اللہ سات ہزار؟ کہا ستر ہزار حجوں کا ثواب.. کیوں؟ اس لئے کہ غریب الغربأ، چونکہ وطن سے دور، مدینے سے دور موت آئی اس لئے وہاں ضرور جانا۔ غریب اسے کہتے ہیں کہ جب موت آئے تو نہ بہن قریب ہو نہ بھائی.. نہ بیٹا قریب ہو نہ بیٹی... اس لئے امام رضاؑ کو غریب کہتے ہیں کہ کوئی نہیں تھا۔ اکیلے تھے اور جب مدینے سے چلنے لگے تو سب سے پہلے قبرِ رسولؐ پر گئے۔ لپٹ کر روئے پھر اس کے بعد امام حسنؑ کی قبر پر گئے، جناب سیدہؑ کی قبر پر گئے، بہت روئے دادی کی قبر سے لپٹ کر اور جب گھر سے چلنے لگے تو میرے یہ جملے یاد رکھنا۔ مصائب میں یاد دلاؤں گا کہ امام رضاؑ کی اٹھارہ بہنیں تھیں اور اٹھارہ بھائی، علیؑ کے بعد سب سے زیادہ اولاد موسیٰؑ کاظم کے ہوئی۔ بھرا گھر تھا، بہنوں نے رخصت کیا، تو وہ بہن جسے آج آپ معصومۂ قم کہتے ہیں جو قم میں دفن ہے... نام ان کا فاطمہؑ بنتِ موسیٰؑ کاظمؑ لیکن لقب معصومۂ قمؑ... یہ بھائی کی عاشقِ زار تھیں، ایسی جیسے زینبؑ حسینؑ کی عاشقِ زار تھیں،...

وہ رات کہ جس کی صبح کو بھائی جائے گا اس رات کو بہن نے سر کے بال کھول دیئے، تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے کبھی حجرے میں، کبھی صحن میں، میرا بھائی جا رہا ہے مدینہ چھوڑ کے۔ ایک عجیب روایت ہے کہ جب امامؑ چلنے لگے تو گھر والوں کو جمع کیا اور جب میں نے یہ کتاب میں پڑھا تو میں رونے لگا... امامؑ نے ساری بہنوں کو جمع کیا اور

سارے بھائیوں کو جمع کیا اور پورے خاندان سے کہا کہ تم سب مجھ پر چیخ چیخ کر رو دو تا کہ مدینے والوں کو پتہ چلے۔ تو راوی نے پوچھا، اتنی رقت آپ نے کیوں کروائی؟ تو کہا کہ میں واپس نہیں آؤں گا اس لئے چاہتا ہوں کہ سب رشتہ دار مجھ پر رولیں، تو کیا جملہ کہوں کہ امامؑ گھر سے نہیں نکل رہے تھے بلکہ جنازہ نکل رہا تھا... چاہنے والی بہنیں، سب بہنیں اپنے بھائی پر جان دیتی ہیں، سارے بھائی چاہنے والے، نیشاپور ہوتے ہوئے دربار میں پہنچے... بات صرف اتنی تھی کہ مامون کے دربار میں ایک گرفتار چور آیا تھا اس نے مامون سے کہا کہ تو حد کیسے جاری کرے گا، تو خود چور ہے اس لئے کہ تو نے مال غصب کیا ہے آلِ محمدؐ کا.... پلٹ کر مامون نے امام کی طرف دیکھا کہا آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ کہا کہتا تو صحیح ہے۔ ظاہر ہے پردہ کیسے ڈالتے حق بات پر یہ کہہ کر اُٹھ گئے، بس اس دن سے مامون کے دل میں دشمنی آگئی اور طے کرلیا کہ بس زہر دینا ہے، ایک صحابی امامؑ کے ساتھ جسے ابوصلت کہتے ہیں، ابوصلتِ ہروی، جب مشہد میں زیارت کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو راستے میں لبِ سڑک ابوصلت کا مقبرہ آتا ہے۔ لوگ زیارت کرنے اس صحابی کی جاتے ہیں، اسی نے سب کچھ دیکھا، بیان کیا، شہادت کے بعد چُھپ گیا اُسی پہاڑی میں جا کر جہاں اُس کا مزار ہے، مامون کا حکم تھا کہ تلاش کر کے قتل کر دو لیکن اس نے اپنے آپ کو چھپایا تا کہ دنیا کو بتا سکے کہ کیا ہوا؟ وہی ہے راوی... کہتا ہے کہ ہمارے امام کو مامون نے بلایا اور وہی باغ جہاں آج روضہ ہے، وہ پہلے باغ تھا، مامون نے کہا کہ اس باغ کے انگور آئے ہیں، مَیں نے چاہا آپ کو بھی شامل کرلوں۔ نوش فرمایئے، چند دانے اُٹھا کر کھائے اور فوراً اُٹھ گئے، ابوصلت کہتا ہے مَیں نے بازو تھاما، جب اُٹھے تو آپ کے قدم جنبش میں تھے، مَیں نے بازو تھام لیا۔

مامون نے کہا کہاں چلے؟ کہا جہاں تو نے بھیجنے کا انتظام کیا ہے۔ ابوصلت کہتا ہے حجرۂ خاص میں آئے، عبا اُتار کر میرے ہاتھ میں دی، مَیں نے آگے بڑھ کر عبا سنبھالی، عمامہ سنبھالا... اور مَیں نے شانے پکڑ کر بستر پر لٹا دیا، کہا ابوصلت اب وقت کم ہے، لیکن تجھے سب بتا دوں، دیکھ ابوصلت! جہاں ہارونؑ کی قبر ہے، اس کے باپ کی قبر ہے، ہارون کے پیروں کے پاس میری قبر بنانا چاہے گا، لیکن قبر کُھد نہ سکے گی۔ زمین سخت ہو جائے گی، ہارون کے سرہانے اس کی قبر کی طرف جب میرے پیر ہوں تو وہاں قبر کھدے گی، جب قبر کھد جائے گی اس میں سے پانی نکلے گا، اس پانی میں کچھ مچھلیاں نمودار ہوں گی۔ پھر ایک بڑی مچھلی آئے گی وہ چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی، پھر قبر پانی کو پی جائے گی۔ قبر خشک ہو جائے گی اس کے بعد ایک خیمہ بپا ہوگا اس میں میرا جنازہ ہوگا، مامون یہ چاہے گا کہ جنازہ باہر لا کر نمازِ جنازہ ہو، سب صفیں بنائیں گے، ایسے میں ابوصلت تو دیکھے گا کہ خیمے کا پردہ اُٹھے گا ایک آٹھ برس کا بچہ جس کی سیاہ زلفیں کاندھے پر پڑی ہوں گی، چاند سا چہرہ ہوگا، وہ میرا فرزند تقیؑ جواد ہے کہے گا نماز میں پڑھاؤں گا۔ اور ابوصلت خیمہ میں نہ جانا، وہی مجھے غسل دے رہا ہوگا، معصوم کو معصوم غسل دیتا ہے، دفن کرتا ہے، سب کچھ بتا کر، آنکھیں بند کیں تو ابوصلت کہتا ہے روح پرواز کر گئی۔

امام کو ایران گئے، چند مہینے گزرے تو چاہنے والی بہن نے کہا کہ بھائی کی کچھ خبر نہیں آئی، بہنوں نے اذن دیا تو چھ بھائیوں کو لے کر ساتھ چلیں، چھ بھائی تلواروں کے سائے میں معصومۂ قُم کو لے کر ایران چلے، کہتے ہیں راستہ دوسرا تھا بہت دور کا راستہ تھا، بہن نے سفر اختیار کیا، لیکن جب پہنچیں تو ایران میں سیاہ جھنڈے لگ چکے تھے۔

معصومۂ قُم کا حال پڑھ کر تقریر کو ختم کروں گا، تابوت آئے گا، زیارت کریں گے امامِ ہشتمؑ کا تابوت ہے۔ بڑا ثواب ہے، اس مقام پر سمجھ لیجئے کہ جیسے ایران کی زیارت کر لی، امام ضامن میں امام رضاؑ کے روضہ کی تصویر امام ضامن کے ساتھ منسلک ہے، آپ برکت کے لئے اپنے پاس رکھیں، بہت برکتی سکہ ہے، امام ضامن ہر جگہ کام آتا ہے۔

ابوصلت کہتا ہے! کہ خیمے پر پردہ پڑا تھا، مَیں اندر نہیں گیا، مجھے آواز آتی رہی پانی کے گرنے کی لیکن مَیں اندر نہیں گیا، کچھ دیر بعد ایک چھوٹا سا بچہ پردہ اٹھا کر باہر آیا کہا ابوصلت اندر آجاؤ، میں پہچان گیا یہی میرا امام ہے، یہی میرا نواں امام محمد تقیؑ ہے۔ ابوصلت کہتا ہے مَیں اندر گیا تو پھوٹ پھوٹ کر بچّہ رونے لگا، لاشہ کو دیکھ کر مَیں بھی رونے لگا۔ لاش کو کفن پہنا کر بیٹے نے رکھ دیا تھا، مَیں نے امامؑ کی کفنائی ہوئی لاش دیکھی۔ کہا ابوصلت یہ ہے میرا بابا، یہ کہہ کر وہ بچہ مجھ سے لپٹ گیا کہا ابوصلت مَیں یتیم ہو گیا...!

یہ میرے بابا کا لاشہ ہے، ابوصلت کہتا ہے کچھ دیر نہ گزری تھی ایک بار مَیں نے دیکھا میری نگاہ کے سامنے سے امام رضاؑ کا جنازہ غائب ہو گیا۔ مَیں گھبرا گیا، مَیں نے اپنے امامؑ شاہزادے سے کہا، مولاؑ امام رضاؑ کا جنازہ کہاں ہے، کہا ابوصلت دیکھنا چاہتے ہو...؟ اپنی دونوں انگلیاں اُٹھائیں، مَیں نے منظر یہ دیکھا کہ مدینہ میں رسولؐ کے گھر کے صحن میں جنازہ تھا اور سترہ بہنیں بال کھولے ہوئے... ارے! میرا بھائی... بین کر رہی تھیں۔

ہاں! ماتم کرو... ہائے میرا غریب امامؑ... بس اتنا کہہ دو میرا غریب امامؑ.... ورنہ تابوت کو دیکھ کر تو کوئی سخت دل بھی ہوگا تو روئے گا، بادشاہ کا تابوت ہے، تاج لگا ہوگا سر پر... امام رضاؑ کے تابوت کی پہچان یہ ہے کہ سر پر تاج ہوگا، شاہؑ کا تابوت ہے نا بھائی.... بہنیں رو رہی تھیں، لاشہ واپس آیا، جنازہ چلا، امامؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی،

سواری قریب آ گئی، بہن کی سواری قریب آ گئی، قم تک سواری پہنچی تھی کہ امیر قم نے کہا اپنی زوجہ سے تجھے معلوم ہے امامؑ کی بیٹی آ رہی ہے، امامؑ کی بہن آ رہی ہے، پہلی بار ایران کی سرزمین پر کسی معصومہ نے قدم رکھا ہے.. پردہ کا اہتمام ہو، امیر نے اپنی بیوی کو بلایا اور کہا تیرے محل میں جتنی پاکیزہ عورتیں ہیں، سب کو کالے کپڑے پہنا دے، کالی چادریں پہنا دے، کئی ہزار عورتوں نے کالے کپڑے، کالی چادریں اوڑھیں، امیر قم کی بیوی نے کالے کپڑے پہنے اور ساری عورتوں نے سر کے بال کھول دیئے... اور ایک جگہ خیمہ لگا کر دور تک قنات لگائی اور کہا ادھر سے بی بی کا ناقہ گزرے گا، اور اس خیمہ میں بی بی کو اتارا جائے، جیسے ہی ناقہ قنات میں آیا.. کئی ہزار عورتوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ناقے کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور ہر عورت کے بال کھلے تھے، کالے کپڑے پہنے ہوئے، سب کی آنکھ میں آنسو لیکن سب اپنے رونے کو ضبط کر رہی تھیں تاکہ بی بی کو کچھ پتہ نہ چلے... سواری سے اترنے سے پہلے بی بی کو معلوم نہ ہو جائے لیکن بی بی نے عماری کا پردہ اُٹھایا تو دور تک کالے جھنڈے نظر آئے، چھ بھائی ساتھ تھے، بھائیوں سے پوچھا معصومہؑ نے کہ کیا اس شہر کا امیر مر گیا...؟ چاروں طرف کالے جھنڈے لگے ہیں، سب کالے کپڑے پہنے ہیں، بھائی چپ... ہاں! ایک دم سے بہن کو نہیں بتاتے کہ کیا ہوا...؟ ارے کوئی بازو تھامنے والا تو ہو، پردہ کرنے والا تو ہو... آج بھی یہ دستور ہے کہ موت کی خبر ایک دم سے نہیں سناتے... کسی کا باپ مر جائے، کسی کی ماں مر جائے تو خبر ایک دم سے نہیں سناتے، پہلے اُسے دلاسہ دیتے ہیں، پنکھا جھلتے ہیں، ہوا دیتے ہیں، بازو پکڑتے ہیں، آرام سے بٹھاتے ہیں پھر کسی طرح صبر دے کر خبر سناتے ہیں۔ ارے کہیں اس کا قلب نہ پھٹ جائے، اس کا کلیجہ نہ پھٹ جائے، یہ مر نہ جائے، یہ بیہوش نہ ہو جائے.. یہی دستور ہے زمانے کا.. بیبیوں نے

ناقے کو گھیر لیا، اونٹ بٹھایا گیا، عماری کا پردہ ہٹایا، دو عورتوں نے بازو پکڑ کر شہزادی کو اُتارا.... ہاں سیدانیوں کا احترام ایسے ہی کیا جاتا ہے..یہی احترام ہے، جو قم میں معصومہؑ کے ساتھ ہوا، تمام عورتوں نے بی بی کو گھیر لیا، بازو پکڑ کر خیمہ میں لائیں، خیمہ میں مسند بچھی تھی، گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے، شہزادی کو گاؤ تکیہ سے بیٹھا دیا گیا اور جب بٹھا دیا تو امیر کی بیوی ہاتھ باندھ کر آگے گئی اور اب اس نے سینے پر ہاتھ مارا...زانو پر ہاتھ مارا اور کہا بی بی یہ کالے جھنڈے اس لئے لگے کہ ہمارا امامؑ مارا گیا...کہا کیا کہا؟ کہا آپ کا بھائی مارا گیا، شاہزادیؑ آپ کا بھائی اس دنیا میں نہ رہا۔

بس یہ سننا تھا بیہوش ہو کر گریں، تاریخ نے لکھا کہ سات دن تک بھائی کو روئیں اور ساتویں دن انتقال ہو گیا، ہائے میرا بھائی، ہائے میرا بھائی کہتے کہتے مر گئیں، روضہ بنا ہے، روضہ پر جاؤ تو یاد آتا ہے ایسی بہن جو بھائی کی شہادت خبر سُن کر مر گئی، قربان ہو گئی، ایسی بہن اب ہاتھ باندھ کر کہوں، اے معصومہؑ! وہ حسینؑ کا لاشہ اور وہ زینبؑ... ارے میرا بھائی، ارے میرا حسینؑ پکار رہی تھی زینبؑ.. ہائے حسینا، ہائے امام رضا... ہائے غریب الغربا۔

آٹھویں تقریر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی آٹھویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں، دومجلسیں کل اور پرسوں، آخری چہلم کی مجلس، کل مجلس کے بعد علم اور ذوالجناح کی زیارت... اور چہلم کے روز مجلس کے بعد شبیہِ تابوت حضرتِ امام حسین صلوٰۃ اللہ سلامُ علیہ کی زیارت ہوگی،

غم اور عزا کے دو دن رہ گئے اور ظاہر ہے کہ الوداع کے دن ہیں، فضائل بھی اور مصائب بھی اور پھر اس کے بعد انتظار... اور یہ انتظار بھی بہت جلد ختم ہو جاتا ہے، ہر تہوار اسلامی ایک مہینے کے بعد آتا ہے لیکن محرم آٹھ مہینے کے بعد آتا ہے، ایک سال کے بعد نہیں آتا، اس لئے کہ دو مہینے تو ہم مصروف ہی رہتے ہیں، ربیع الاول پورا گذرا اور پھر اس کے بعد ۹ ذی الحجہ سے پھر غم کا آغاز ہو جاتا ہے، ہم اسی غم کے سہارے اپنی زندگی گزارتے ہیں اور اسی غم کے لئے ہم جی رہے ہیں۔

یہی فضائلِ علیؑ ہماری روح ہماری زندگی ہیں اور جس طرح ہم سنتے ہیں، مجلس میں آتے ہیں، بیٹھتے ہیں یہ کام ہر ایک کے بس کا بھی نہیں... اور یہ کام اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب اللہ توفیق عطا کرے اور ہر ایک کو اللہ توفیق عطا نہیں کرتا۔ خود کہتا ہے اللہ کہ ہم کسی کی نیکی دیکھ کر اس کے دل کو کشادہ کر کے نُور سے بھر دیتے ہیں تو جب ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس پر اپنی رحمت نازل کریں تو ہم اسے مومنِ کامل بنا دیتے ہیں ہم اُسے

محبِّ علیؑ بنا دیتے ہیں، اُس کی نظر میں ہر بندہ ہے اور جس پر چاہے وہ یہ کرم کر دے۔ ظاہر ہے کہ یہ کرم اُدھر سے ہوتا ہے اور یہ کرم ہر ایک کے نصیب میں نہیں۔

جس کے نصیب میں ہے وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھے کہ رب نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہم علیؑ کی محبت میں سرشار ہو گئے... اور سرشار رہتے ہیں۔ اب چونکہ اس نے احسان کیا تو اب احسان کا بدلہ احسان ہے... اب آپ کو اس رب کے لئے کیا کرنا ہے...؟ یعنی اس نے آپ کو محبِّ علیؑ بنایا... آپ پر احسان کیا، اب آپ کو کیا کرنا ہے...؟ آپ جو کچھ بھی کریں وہ کم ہے، اس لئے وہ سب کچھ کریں جس سے رب راضی رہے.... اس کو راضی رکھنے کی جتنی بھی ترکیبیں ہیں وہ سب آپ کو کرنا چاہئیں۔

اور اس میں سب سے اہم بات جو ہے وہ یہ کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں فریضہ ادا ہو گیا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ کام ہم نے کر دیا... ہو گیا، مثلاً بعض لوگ دس روز کے ہی محبّ ہیں... گیارہ سے غائب تو غائب، مثلاً بعض محبّ ہیں کہ جلوس میں نمائش تک گئے پھر غائب، تو اپنا جائزہ لے ہر مومن کہ کام یہ کام نہیں ہے کہ شکل دکھا دی... اللہ میاں کو صورت دکھا دی چلے گئے امام باڑے، نہیں وہ کہتا ہے محسن بنو... کام کو سجاؤ.. کام کی سجاوٹ کرو، سجاوٹ جلدی نہیں ہوتی، سجاوٹ ہوتی ہی وہاں ہے جہاں دیر لگتی ہے... سجاوٹ کہتے ہی اُسے ہیں کہ جس میں آدمی مصروف ہو جائے یہ طے کر کے کہ اپنے محسن مالکِ کائنات کو احسان کا بدلہ یوں دیں گے کہ سجاوٹ کرتے کرتے زندگی گزر جائے... کہ ابھی تو سجا رہے ہیں پھر پیش کریں گے... تو اس سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ سجاوٹوں کی مصروفیات کو دیکھ کر جب آخری گھڑی آتی ہے تو وہ فرشتوں سے کہتا ہے یہ سجا رہا تھا اپنے کام کو تا کہ ہماری بارگاہ میں پیش کرے یہ مصروف رہا اس لئے اس پر ایک اور احسان کرو اور وہ احسان یہ کرو کہ اس کی موت کی سختی کو سہل کر دو...

اب یہ مومن آرہا ہے اپنا کام لے کر... تو یہ نہیں پوچھیں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ اس سے نہیں پوچھیں گے، سب سے پوچھتے ہیں، اپنے ہر بندے سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا قبلہ کیا؟ تیری کتاب کیا؟ تیرا پیغمبرؐ کون...؟ اس سے کچھ نہیں پوچھنا، یہ تو اپنا سارا کام لے کر آرہا ہے۔ جو سجا رہا تھا انہی عقائد کو اب اس سے کیا پوچھنا...؟ یعنی بے معنی بات ہوگئی، یہ تو سجا رہا تھا توحید کو، سجا رہا تھا کعبہ کو، سجا رہا تھا نبوتؐ کو، یہ سجا رہا تھا قرآن کو، سجا رہا تھا امامت کو... تو بندہ خود کہے گا مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میری تو زندگی گزری ہے توحید کو سجانے میں، تو اللہ ایسے بے تُکے سوال نہیں کرے گا... کس سے؟ مومن سے... ورنہ مذاق اڑے گا اللہ کے سوالوں کا.. اس سے پوچھ کہ جو منہ پھیر پھیر کر جاتا تھا توحید سے.... اس سے پوچھ جس نے کعبہ کو کعبہ نہ سمجھا، اس سے پوچھ جس نے نبیؐ کو نور نہ سمجھا.. اس سے پوچھ جس نے علیؑ ولی اللہ نہ کہا۔

یہ ایک فلسفہ ہے، ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آئے گا، ڈرانے کو تو واعظ بہت کچھ ڈرا دیتا ہے، خوب خوب ڈراتے ہیں، خوب خوب ڈراتے ہیں... لیکن جب یہ حدیثیں بھری ہوں اور قرآن میں یہ آیتیں بھری ہوں، بھری پڑی ہیں آیتیں، یعنی ہمارے علماً قرآن ہی نہیں پڑھتے.... مجھے تو اس کا افسوس رہتا ہے جب کوئی ایسی انوکھی بات کوئی مجھے آکر بتاتا ہے کہ فلاں مولوی نے یہ پڑھ دیا... اور مولوی بھی ایسا مولوی کہ جس کی زندگیاں شیعت میں گذری ہوں تو بڑی ہنسی آتی ہے اور اس کی عقل پر رونا بھی آتا ہے... یعنی اللہ کہہ رہا ہے، خبردار میری رحمت سے مایوس نہ ہونا... یہ آیت ہے قرآن کی.. حدیثیں تو اور ہیں، یعنی میری رحمت سے مایوس نہ ہونا، عمل کیجئے جہنم میں جائیے گا... کیا آپ کو جہنم کا ٹھیکہ ملا ہے...؟

دیکھئے! ہم تو یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہمیں جنت کا ٹھیکہ ملا ہے، لیکن دوسرا مولوی یہ

ثابت نہیں کرسکتا کہ جہنم کا ٹھیکہ اس کے پاس ہے، اچھا آپ بتایئے دونوں کاموں میں سے اچھا کام کون سا ہے؟ جنت بانٹنا یا جہنم بانٹنا...! اکثریت جہنم بانٹ رہی ہے اور اقلیت جنت بانٹ رہی ہے۔ تو کم از کم یہ طے ہو گیا کہ اکثریت جہنم میں جائے گی، اقلیت جنت میں جائے گی۔ اور لفظیں ہیں مایوس... مایوس نہ ہونا، مایوس کے معنی معلوم ہیں؟ مایوس کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ابلیس کا... ابلیس کے معنی ہیں مایوس ہو جانا۔ جب ابلیس بنا شیطان تو وہ مایوس ہو گیا کہ اب مجھے میری عبادتوں کا صلہ نہیں ملے گا۔

ہاں! عبادتوں کے صلہ کے نہ ملنے کی مایوسی اور ہے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ...! اور جہاں ایسی عبادت عطا کر دی گئی کہ جس میں مایوسی کا گمان ہی نہیں۔ دنیا میں کوئی ایسی حدیث نہیں بنی کہ کوئی یہ ثابت کر دے کہ مجلسِ حسینؑ کے بعد کسی امامؑ نے کہا ہو کہ یہ عمل تمہارا قبول نہیں۔ ہم کو نہیں ملی اور کسی کے پاس حدیث ہے تو لائے، کتاب دکھائے، حوالہ دے۔

نہیں یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اللہ نے کہا کہ یہ عمل محفوظ ہو گیا، عمل نہیں مٹتا، دنیا کی ہر عبادت مٹ سکتی ہے... یعنی منہ پر ماری جاتی ہیں۔ مٹنے کا مسئلہ ہی نہیں، جب منہ پر ماری گئی تو منہ تو ہوا ٹیڑھا اور عبادت گئی خاک میں... یعنی اس کا وجود ہی نہ رہا۔

جب اللہ نے عبادتوں کو واپس پھینک دیا تو جب بارگاہِ الٰہی میں قبول نہ ہوئی تو اس کا وجود ہی نہ رہا، واحد عبادت مجلسِ حسینؑ اور فضائلِ علیؑ ایسی عبادت ہیں کہ فرشتے انتظار میں رہتے ہیں کہ حصہ ہمارا ہم کو ملے۔ یہ فرش بچھائیں تو ہم جائیں، یہ ذکر شروع کریں تو ہم سنیں۔ اچھا کیوں! بھئی فرشتے اپنی مجلس الگ کر لیں۔ بات آگئی ہے تو کرتے چلیں تمہید میں... بھئی اپنا فرشِ عزا الگ بچھاؤ وہاں اس پر مجلس کر لیا کرو، ذکرِ علی کر لیا کرو۔ تو کیوں نہیں کر پاتے، یہ یہاں کی مجلس میں کیوں شامل ہونے آتے ہیں،

ہماری مجلس میں ثواب لینے کیوں آتے ہیں؟

پتہ ہے آپ کو کیوں؟ مجلس تو کر لیں، عرش کا فرش تو بچھا ہوا ہے۔ سمیٹا نہیں گیا، بوریا سمٹا نہیں ہے، بچھا ہوا ہے، کر تو لیں لیکن وہاں منبر نہیں۔ منبر تو غدیر میں یہاں آ گیا تھا، اور اگلا جملہ سنئے، فرشتوں کے پاس ذاکر نہیں ہے۔ اچھا نام آپ بتا دیجئے، کبھی میکائیل نے مجلس پڑھی ہو، کسی حدیث میں جبرئیلؑ نے مجلس پڑھی ہو۔ ذاکر ہی نہیں ان کے پاس، پتہ چلا یہاں کی ذاکری کی چاہ فرشتوں کو بھی لگی ہوئی ہے، اس لئے اللہ سے کہتے ہیں وہیں جائیں گے مجلس میں۔

ذرا سوچو! کہ فرشِ عزا جو لوگ نہیں بچھاتے، کراچی والے اس قدر بخیل ہو چکے ہیں، جب میں ایسی تنقیدیں کرتا ہوں منہ لٹک جاتے ہیں لوگوں کے۔ نزاعی باتیں کرتے ہیں، تنقیدیں کرتے ہیں۔ ارے بھئی! نہ کریں تو کیا کریں؟ جتنی بخالت کراچی کے شیعوں پر سوار ہوئی ہے، دنیا کے کسی شہر، کسی ملک میں نہیں ہے۔

قرآن میں آیتِ نجویٰ اسی لئے رکھی ہوئی ہے کہ اللہ نے کہا جس کو دیکھو پوچھنے چلا آ رہا ہے... یہ مسئلہ بتایئے، وہ مسئلہ بتایئے، یہ مسئلہ بتایئے؟

کہا پیغمبرؐ کہہ دو... ایک درہم دو گے تو مسئلہ پوچھو...! دم نکل گئے مسلمانوں کے، ایک نہیں رسولؐ سے پوچھنے آیا، پتہ چلا بخالت امتِ رسولؐ میں مدینہ سے شروع ہو چکی تھی۔ تو اب آپ بتایئے، دیکھئے! آج تک دولت کی عزت ہے، علم کی عزت نہیں ہے۔ اب تک نہیں ہے، علم کی عزت نہیں ہے، یعنی کھانا کرو، حلیم کرو، بریانی کرو.. کیا کیا جتن کرنا پڑتے ہیں علم سنوانے کے لئے لوگوں کو اور ایسے میں اگر خالص ایک مجلس ہو جائے اور لوگ دور دور سے یہ سننے آئیں کہ علم سننے جا رہے ہیں تو یہ جہاد ہے...؟ جو آئے اس کا بھی جہاد، جو سنائے اس کا بھی جہاد.. تو یہ جہادی مجلسیں ہیں۔

بھئی نہ یہاں پروپیگنڈا ہوا، ڈھائی لاکھ والی ہے، تین لاکھ والی ہے، پندرہ لاکھ والی ہے، پچیس لاکھ والی ہے اور نہ یہ کہ حلیم ہے، نہ یہ کہ بریانی ہے... کہا بھئی کچھ سننے چلنا ہے۔ وہ آئے تو ان کے قدم عمل الصالحات۔ وہ حق وصبر کی راہ میں بڑھے، ہاں! بس یہ ہے کہ آتے دیر میں ہیں۔ یعنی اب گیارہ بجے تو منبر ملا ہے، ایک گھنٹے پڑھوں تو بارہ بجے ختم اور سوا گھنٹے پڑھوں تو سوا بارہ بجے اور ڈیڑھ گھنٹے پڑھوں تو ساڑھے بارہ اور دو پڑھوں تو ایک بجے، نکلتے نکلتے ڈیڑھ بج گئے، یہ کون سا وقت ہے مجلس ختم ہونے کا، اور جیسے جیسے چہلم آرہا ہے اور اطمینان سے مومنین آتے ہیں۔

اب بتایئے علیؑ کے چودہ امتحان مَیں اس وقت کیسے پڑھوں؟ پرسوں اعلان کیا تھا ...اگر وقت سے آجاتے مومنین اور مَیں منبر پر بیٹھ جاتا... پونے دس بجے تو اب ظاہر ہے کہ جہاں تک بھی وقت کامل ہوا وہیں سے چھوڑوں گا اور پھر دوسری مجلس میں بیان کروں گا، ظاہر ہے کہ چودہ امتحان علیؑ کے مجھے آج ہی بیان کرنا مشکل نظر آرہے ہیں امتحان مَیں بتا چکا کہ نبیؐ کا متحان، وصی کا امتحان اللہ پر احسان ہوتا ہے۔ وہ جب امتحان لیتا ہے اپنے نبی سے یا نبی کے وصی سے، ولی سے... کہتا ہے امتحان دو۔ اور جب وہ امتحان دیتا ہے تو وہ اللہ کا محسن بن جاتا ہے۔ یہ ہے فلسفۂ قرآن۔

اب اللہ جزا جو دیتا ہے وہ جزا ملتی ہے اس کو یہ دیکھ کر کہ کام جو کیا اس نے، جلدی سے نپٹا دیا یا سجا کر پیش کیا! جو اپنے امتحان کو سجاوٹ کے ساتھ پیش کرتا ہے، اللہ کہتا ہے اسے صرف اجر نہیں بلکہ اجراً عظیما... عظیم اجر دیتے ہیں، جب لفظِ عظیم لگ جائے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ کے یہاں نعمتیں تمام ہوئیں۔ جب وہ کہہ دے ہم نے ذبحِ عظیم بنا دیا کائنات کی سب سے بڑی جزا دے دی، یعنی اب ذبحِ عظیم کے اوپر کوئی بڑا خطاب ہمارے پاس نہیں ہے، اجرِ عظیم... اب اس کے اوپر کوئی ایوارڈ Award نہیں ہے

ہمارے پاس۔سب سے بڑا ایوارڈ دے دیا..مل گیا ایوارڈ اور یہ جو دیا اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا۔

کیا مطلب! یعنی ہم نے ذبحِ عظیم بنا دیا، نام رکھ دیا ذبحِ عظیم تو اس سے پہلے کوئی ذبحِ عظیم تھا نہ اب تمہارے بعد کوئی ذبحِ عظیم بنے گا۔اگر ہم نے علیؑ کو اجرِ عظیم دے دیا تو نہ اس سے پہلے کسی نے اجرِ عظیم لیا تھا نہ اس کے بعد اب کسی کو ملے گا۔اس کے معنی علیؑ کا امتحان سب سے بڑا امتحان۔

آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک، خاتمؐ سے لے کر قیامت تک، علیؑ سے بڑا امتحان کسی نبی، کسی ولی کسی وصی کا نہیں ہوا، ہر نبی کے تین امتحان ہوئے ،علیؑ کے چودہ امتحان ہوئے اور پندرھواں، آخری امتحان کہ جس میں علیؑ کامیاب ہوئے تو چودہ امتحان دے کر..توجہ...چودہ امتحان دے کر علیؑ نے ابھی اعلان نہیں کیا۔

عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ پہلا امتحان بچے نے پاس کیا کامیابی کا اعلان کر دیا گیا، اسے رزلٹ مل گیا.. مثال دنیا سے دے رہا ہوں...دوسرا امتحان پاس کیا انہوں نے کہا صاحب! پاس ہو گئے، بچہ نے خود ہی اعلان کر دیا، گھر میں آتے ہی... مجھے رزلٹ مل گیا، مَیں پاس ہو گیا، کامیاب ہو گیا۔علیؑ اتنا بڑا اللہ کا محسن کہ مسلسل چودہ امتحان دے کر خاموش رہے، اعلان نہیں کیا کہ مَیں کامیاب ہو گیا۔پندرھواں امتحان اللہ نے لیا اس لیئے تاکہ اب اعلان کرو کہ چودہ تو کامیاب تھے، پندرھویں پر اعلان کرو...سارے امتحانوں کا کہ فزتُ بربّ الکعبہ...کعبہ کی قسم آج کامیاب ہو گیا۔

آخری امتحان اور آخری امتحان کے وقت اعلان کیا، جتنے امتحان دیئے تھے سب میں کامیاب ہوا، اعلان آج کر رہا ہوں، دیکھئے! عجیب منزل ہے اگر آپ سمجھنا چاہیں۔پی۔ایچ۔ڈی Phd تک آپ کا بچہ جائے، بیٹا جائے، کیا آپ کی اولاد کو

کہ جو بڑا اسکالر بن چکا ہے، اس کو خود یہ حق ہے کہ وہ اخبار میں یہ نکلوا دے کہ مَیں کامیاب ہو گیا! وائس چانسلر اعلان کرے...! ڈگری وہاں سے ملے گی، کنونشن میں شریک ہو، سب کے ساتھ بیٹھو، تب کالا گاؤن ملے گا...، تب ڈگری ہاتھ میں آئے اور جب چھپی ہوئی ڈگری گورنمنٹ سے مل جائے تو پھر کہو مَیں کامیاب ہو گیا۔ موقع تھا کہ اللہ اعلان کرتا کہ میرا علیؑ کامیاب ہو گیا۔ اب پتہ چلا کہ اتنا بڑا محسن ہے کہ اللہ نے اس کو اذن دے دیا، کہ جو مَیں کہنے والا تھا وہ تم کہو۔

یا علیؑ تم جو کہو گے سمجھ لو... مَیں نے کہا، یعنی بندے کو اتنا ناز تو ہو اللہ کی بارگاہ میں کہ وہ خود یہ کہہ سکے... مَیں کامیاب ہو گیا۔ کائنات میں علیؑ واحد انسان ہیں جنہوں نے خود اللہ سے کہا...! دیکھئے یہ نازک منزلیں ہیں اور یہ معرفت والی باتیں ہیں۔ فرشتے آپ کے پاس آئیں گے اذنِ اللہ لے کر پوچھیں گے... نماز پڑھی؟ روزہ رکھا؟ حج کیا؟ اب قبر میں پوچھیں، صراط پہ پوچھیں، میزان میں پوچھیں، محشر میں پوچھیں... جہاں چاہے پوچھیں، پوچھیں گے فرشتے...! تو کیا علیؑ سے بھی فرشتے ہی پوچھیں گے؟ کیا معاذ اللہ قبر میں علیؑ سے بھی سوال ہوا؟ کیا صراط پہ علیؑ سے سوال ہوگا...! میزان پر، محشر میں... تو پھر بھی ہوگا کیا؟ کہا فرشتوں کی کیا مجال؟

قبر بعد میں، صراط بعد میں، محشر بعد میں... وہیں مسجدِ کوفہ میں فُزتُ بِرَبِّ الکعبہ کہہ کر سواری روکی، آفتاب نکل رہا تھا، سواری روک کر پھر اُترے زمین پر، سجدہ کیا، سجدے سے سر اُٹھایا کہا محشر کا دن جب آئے پروردگار... تو جواب دینا کہ علیؑ نے کبھی تیری عبادت میں کوتاہی نہیں کی۔

ذرا یہ ناز تو دیکھو... تو گواہی دینا، اس طرح کوئی انگلی اُٹھا کر اللہ سے کہے کہ تو نے ہمارے سپرد جو کام کیے تھے ہم فرشتوں کو گواہ نہیں بنا رہے ہیں، ہم نبی کو گواہ نہیں بنا

رہے ہیں، ہم ایک لاکھ کو گواہ نہیں بنا رہے ہیں، ہمیں گواہیوں کی ضرورت نہیں ہے، کام ہم نے مکمل کیا ہے، سجا کر کیا ہے، تو بول.. سجاوٹ کی ہے۔ تو نے سارے انبیاؑ سے کہا تھا نماز پڑھو... تو نے ہر بندے سے کہا ہماری عبادت کرو۔ ہم نے صرف عبادت نہیں کی، یہ ہمیں تھے جس نے بتایا، یہ ہمیں نے بندوں کو بتایا کہ جہنم کے خوف سے نماز نہ پڑھنا، جنت کی لالچ میں نماز نہ پڑھنا تو لوگوں نے پوچھا پھر!! آپ جو نماز پڑھتے ہیں..؟ کہا اس لئے نماز پڑھتا ہوں، کہ نہ جہنم سے تعلق نہ جنت سے، وہ لائقِ عبادت ہے۔ یہ جملہ تو کسی نے کہا بھی نہیں۔

سجا دیا... سجا دیا، اور وہ وہ سجاوٹیں کی ہیں علیؑ نے کہ صرف ایک نماز پڑھنے میں سجاوٹ، لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، حدیثوں میں ہے کوّے کی طرح ٹھونگیں مارتے ہیں.. کھٹا کھٹ... اور سیٹھوں کا تو حکم ہوتا ہے جلدی کیجئے! کاروبار پہ جانا ہے تو وہاں کے مولوی بڑے ایکٹو ہیں، جلدی جلدی چلتے ہیں، جلدی جلدی نماز پڑھاتے ہیں، بڑھاپے میں بھی ایکٹو ہیں، عادت پڑی ہوئی ہے، سیٹھوں نے ٹریننگ دی ہے، سیٹھوں نے پیش نمازوں کو ٹریننگ دی ہے... بجائے اس کے کہ پیش نماز سیٹھوں کو ٹریننگ دے... سمجھ رہے ہیں آپ.. انہوں نے ٹریننگ دی ہے، مولانا صاحب جلدی جلدی جلدی جلدی... دکانوں سے اُٹھ کر آئے ہیں، اور رمضان والی سو رکعت...! اَے یوں... فٹافٹ... گئی۔ اب کسی کا وضو چلا گیا ہو، کچھ ہو.... دوبارہ تجدید وضو... کچھ نہیں، وہ تو آگے جا رہی ہے نماز.. انجن آگے اور ٹرین کے ڈبے پیچھے.. کھٹا کھٹ کھٹا کھٹ... لاہور آ گیا کراچی سے، تیز ٹرین چلی ایک رات میں پہنچ گئی۔

یہ سب آپ کی نظر میں رہے.. تو جہاں یہ عالم ہو اور وہاں علیؑ سجائیں۔ ہاں! کہتے ہیں ہر وقت نمازیں ہی تو پڑھا کرتے تھے، پیر تھے، فقیر تھے، دستگیر تھے... اللہ اللہ

اللہ ہر وقت اللہ اللہ، ہر وقت مصلّے پہ اللہ اللہ... ارے! ستاسی لڑائیاں لڑنی ہیں، رسولؐ کی حفاظت کرنا ہے، یہودی کے باغ میں پانی دینا ہے، بچوں کے لئے رزقِ حلال کمانا ہے، خطبے دینے ہیں، ٹریننگ دینا ہے، توحید سے لے کر قیامت تک کے مسئلوں کو سمجھانا ہے، پورے فروعِ دین سمجھانا ہیں، پوری دنیا میں رزق بانٹنا ہے...! خلیفۂ ثانی نے کہا رزق آپ بانٹتے ہیں...؟ علیؑ نے کہا! ہاں ہاں... کہا آج کا بانٹ آئے؟ ہاں! بانٹ آئے۔ جیب سے ایک ڈبیا نکالی اس میں ایک چیونٹی بند کر لی تھی راستے میں چلتے میں.. کہنے لگے ایک مخلوق میرے پاس ڈبیا میں بند ہے، آپ کیا پوری کائنات میں حشرات الارض کو بھی دے آئے...؟ کہا ہاں دے آئے، کہا لیکن میری جیب میں جو چیونٹی ہے وہاں تک تو آپ نہیں گئے...؟ کہا ڈبیا کھول!... جیب سے ڈبیا نکالی اب جو کھولا تو چیونٹی کے منہ میں چاول کا دانہ تھا۔

آپ نے غور کیا...! کتنے کام ہیں علیؑ کے اور اس میں یہ کہنا کہ اللہ میاں تم کو گواہی دینی ہے علیؑ کی نماز کی... وقت کہاں ہے علیؑ کے پاس؟ اچھا! وقت اگر ہے بھی تو پوری پڑھ دی اتنا ہی بچا ہوگا وقت، اتنی لڑائیاں اور یہ اور وہ... اس میں بھی سجاوٹ...! اچھا سجاوٹ میں حاضر اتنے کہ یہاں بھی اور وہاں بھی...! دیکھئے نمازِ کی سجاوٹ آپ کو معلوم ہے پہلی سجاوٹ کیا ہے؟ بھئی آپ اپنا مکان سجاتے ہیں تو سجاوٹوں میں اہم اہم چیزیں جو ہیں Main وہ آپ کو معلوم ہے، کلر ہے، شیشے ہیں، بلب ہیں، روشنی ہے... یہ مکان کی پہلی سجاوٹ ہے۔

نماز کی پہلی سجاوٹ کیا ہے؟ بھئی ادھر اُدھر سے تو بات ہوگی ہی نہیں.. نماز کے فوراً بعد جو لفظ آئے... الصّلوٰۃ کے بعد... وہ ہے نماز کی پہلی سجاوٹ۔ اللہ بتا بھی رہا ہے کہ نماز کو سجانا کیسے ہے؟ اولین و آخرین میں کسی نے نہیں سجایا نماز کو پہلی سجاوٹ کے

ساتھ۔ اللہ نے کہا نماز کی پہلی سجاوٹ ہے زکوٰۃ...! سجاوٹ کے بغیر پڑھی سب نے، یہ علیؑ تھے کہ فقیر آیا.. کہا تیری بارگاہ سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں... لے یہ انگوٹھی۔

قرآن نے اعلان کر دیا... کہا بس یادگار رہ گیا اس کا رکوع، جس نے رکوع میں زکوٰۃ دی، اس کے بعد پتہ ہے آپ کو کیا ہوا...؟ قیمتی قیمتی انگوٹھیاں خریدیں سب نے، پہنیں.... اب رکوع میں گئے اور انگوٹھیاں دیکھ رہے ہیں۔ اور دَر کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب فقیر آئے گا؟ خوب خوب گرائیں اور خوب خوب لوٹیں مدینے والوں نے، فقیر بن بن کر لوٹیں۔

یہ وزیر صاحب بیٹھے ہیں، اگر اب بھی کسی کو شوق ہو کہ رکوع میں انگوٹھی گرائیں گے تو وزیر صاحب کے یہاں سے عقیق کی، فیروزے کی لائیں اور اگر کہیں اعلان ہو جائے کہ صاحب وہاں کی جماعت میں تو لوگ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں... دیکھئے پھر کیا نماز میں مجمع ہوگا۔ رکوع والے کم ہوں گے انگوٹھیاں لوٹنے والے زیادہ، پیسے بنیں گے وزیر جعفری کے اور نماز اور زکوٰۃ دونوں جڑ جائیں گی.... سجاوٹ کے ساتھ ہوگی نماز۔ تو کون سجاتا ہے؟ سجادی علیؑ نے نماز... اب کون سجائے گا؟ پڑھ سب رہے ہیں، سجاوٹ کون کر رہا ہے؟ اللہ کہہ رہا ہے کام مکمل کرو تو سجا کر پیش کرو۔ اب تک تو کسی نے کیا نہیں، پہلی سجاوٹ ہے زکوٰۃ۔

علیؑ نے نماز کو اور سجایا...! اب تیر لگنے کے بعد کی نماز، دیکھئے! وہاں نماز سے زکوٰۃ کو علیؑ نے جوڑا اب نماز سے جہاد کو جوڑا... اب نماز سے جہاد کو جوڑا، اب دوسری سجاوٹ... اب اسی میں تیسری سجاوٹ کہ پھر یہ بھی بحث ہوگی کہ یہ خون نجس ہے یا پاک...؟ ہر فقیہ یہ بحث کرے گا کہ صاحب! نماز میں خون نہ ہو.. نماز میں خون نہ ہو، ارے خون سے ہی تو ساری سجاوٹ ہے۔ ارے! خون نہ ہو تو لوگ کہتے ہیں یرقان ہو

گیا ہے اس کو، پیلیا ہو گیا ہے، اب یہ مر جائے گا... جسم میں خون نہیں ہے، جسمِ انسانی کی سجاوٹ ہے خون۔

خون کے بغیر کیا...! دَم... عربی میں دَم کہتے ہیں خون کو اور نفس بھی کہتے ہیں خون کو... وہ جو کہا گیا تھا نا.. انفسکم، انفسنا... لوگ سمجھے ہی نہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ یہ سمجھے یہ والی سانس لے کر ساتھ میں آؤ.... اللہ نے کہا تھا جو خون قریب ترین ہو... اَے نبی تم سے جو قریب خون ہو اس کو لے کر آؤ۔ یہ اپنی طرف سے نہیں پڑھ رہا ہوں، علامہ حائری نے اس آیت کی تفسیر میں .. انفسنا کی لکھا ہے اس کے معنی خون۔ ارے نَفَس کوئی نظر آتا ہے، نَفس جو اندر ہے... روح، روح اور نفس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ نے چاہا کہ آج نفسِ نبیؐ نظر آئے، خون نظر آئے.... دمُکَ دمی، لحمکَ لحمی... یا علیؑ تیرا خون میرا خون، تیرا گوشت میرا گوشت۔

علیؑ نے کہا یہ مسئلہ بھی صاف کر دوں، اور مسئلہ یہاں تک آ گیا، انہوں نے کہا یہ زنجیر کا ماتم کرتے ہیں، کہا خون لگا ہے نماز تو حرام ہے... خون ہے نجس تو اب اگر آپ عاشور کے دن یا چہلم کے دن جلوس میں لگائیں گے تو نماز قضا ہو جائے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ زنجیر کا ماتم نہ کیجئے ورنہ نماز نکل جائے گی۔ خون لگا ہو گا آپ مسجد میں جا نہیں سکتے، مصلّے پر کھڑے نہیں ہو سکتے، نماز آپ پڑھ نہیں سکتے.. ! علیؑ نے مسئلے کو حل کیا۔

مَیں نے بالکل غلط کہا، علیؑ نے مسئلے کو حل نہیں کیا، مسئلہ رسولؐ نے حل کیا.. علیؑ تو مسئلے سے بچ رہے تھے... جو جا رہا ہے تیر کھینچ رہا ہے... علیؑ نے کہا ہٹو ہٹو... تکلیف ہو رہی ہے، دَرد ہو رہا ہے.. رسولؐ نے مسئلے کو حل کیا... کہا جب مصلّے پر جائیں.. تو خون کا مسئلہ مَیں حل کروں گا۔

تا کہ سنتِ رسولؐ بنے... جملہ دے دوں، نماز میں مصلّے پر لہو سنتِ رسولؐ بنے اور

کام کرواؤں گا صحابہ سے...!تم تیر کھینچنا... جب کھینچنا جب نماز میں ہوں۔ جب رکوع میں ہوں تب تیر کھینچ لینا.... ہڈی میں پیوست تھا، نماز میں خون وہ تو ماتم کر کے سوکھ جاتا ہے، بہہ نہیں رہا ہوتا، رسولؐ کہتے ہیں نہیں... جب کھینچو گے تو فوّارہ نکلے گا اور مصلّہ پورا لال ہو جائے گا۔ جب مصلّہ لال ہو جائے تب ہم اللہ سے کہیں گے ایسی ہوتی ہے رنگین عبادت سجی ہوئی۔

اچھا بھئی یہ عجیب بات ہے ذرا غور کیجئے... کسی سے پوچھئے بڑے دانشور سے... کہے گا ہاں اوہ تو اقبال نے کہا ہے کہ..ع

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

انہوں نے کہا ترجمہ... کہا ترجمہ یہ کہ کعبے کی کہانی خون سے رنگین ہے، جہاں خون گرانا حرام ہے وہاں خون گرانے کو مسلمان تیار ہیں کہ کعبہ کی کہانی میں لہو شامل کرو تا کہ کہانی ہو خوبصورت۔ کعبہ میں خون نہیں گر سکتا مگر سب گرانے کو تیار... کہ کعبہ کی کہانی کو رنگو لہو سے... چاہے اسمٰعیلؑ کا لہو ہو، اسمٰعیلؑ کا تو لہو نہ مل سکا مسلمانوں کو، ملا بکرے کا۔ انہوں نے کہا کیا سجی داستانِ حرم! اب بکروں کے لہو سے کیا داستانِ حرم سجائیں۔ اللہ نے کہا ابھی نہیں سجے گی، ذبحِ عظیم سے سجے گی، کوئی چھوٹا موٹا گھر نہیں ہے کہ بکرے کے لہو سے سجائیں۔

ہاں... ایک پاک لہو چاہئے جس سے داستانِ حرم سجے۔ تو داستانِ حرم تو لہو سے سج جائے، اللہ نے کہا سجدے ہوتے ہیں اس گھر کی طرف تو جو عبادت ہے وہ بھی لہو سے سجے. تو ایروں غیروں کا لہو نہیں چاہئے، پاک لہو، ہاشمی لہو، سادات کا لہو، اللہ کے گھر کا لہو...!

تیر کھنچا، فوّارہ چلا تو رسولؐ اللہ کو اب فتویٰ دینا چاہئے... یا علیؑ نماز دوبارہ پڑھ لو، وضو

دوبارہ کرلو، مصلّہ بھی ہوا نجس، صحابہ سب مل کر مسجد بھی پاک کرو اور مصلّہ دھولو، علیؑ نماز دوبارہ پڑھو اس لئے کہ خون نکلنے میں تمہارا رکوع اور نماز سب ختم ہوگئی، رسولؐ نے خاموش رہ کر بتایا... جب بھی خون کی بحث کرنا یاد رکھنا علیؑ کا لہو پاک ہے۔ اور لہو میں نماز ہوسکتی ہے... کیا مطلب؟

اللہ کی بارگاہ میں جو شہادت دینے آئے، گواہی دینے آئے اور اللہ کے نام پر اگر لہو نکالے تو وہ لہو پاک ہوتا ہے، وہ چاہے علیؑ کا لہو ہو یا اولادِ علیؑ کا لہو ہو۔ وہ لہو پاک ہے، عبادت میں بھی پاک ہے۔ اب ظاہر ہے غبی مولویوں کی سمجھ میں تو یہ باتیں نہیں آئیں گی لیکن کم از کم ہمارے دانشور ذہن، جو کھلے ہوئے ذہن ہوتے ہیں ان کی سمجھ میں یہ باتیں آتی چلی جائیں گی۔

علیؑ نے نماز کو اور سجایا... اب کیسے سجائیں گے؟ اب کیسے سجاوٹ؟ اب نماز کے وقت پر علیؑ Busy ہو گئے، مصروف ہو گئے...! رسولؐ کا سر اٹھا کر زانو پر رکھ لیا... اب سورج تڑپ رہا ہے، نماز تڑپ رہی ہے، وقتِ نماز تڑپ رہا ہے... جو راتوں کو جاگ جاگ کر مجھے پڑھتا ہے، جو لہو بہا بہا کر مجھے پڑھتا ہے، جو برستے تیروں میں مجھے پڑھتا ہے... آج اتنا میری طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہے کہ مَیں انتظار میں ہوں کہ مجھے ادا کرے... مَیں چلی... نماز نے کہا مَیں چلی... کب تک رکوں؟ مجھے جانا ہے اللہ کی بارگاہ میں... علیؑ پڑھو گے یا نہیں پڑھو گے؟ کہا جا! تو رسولؐ سے بڑھ کر تھوڑی ہے، تو اطاعتِ رسولؐ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

کیا سجایا ہے نماز کو! کیا علیؑ کے ذمہ صرف نماز ہی پڑھنا تھا؟ ارے! اطاعتِ رسولؐ کی بھی تو ذمہ ہے۔ تو اب جب مقابلہ ہونے لگے دو چیزوں میں تو اب یہی تو بتائیں گے کون افضل...؟ گھر والے بتائیں گے کون افضل؟ کبھی بچہ کھیل کر آئے تو

پشت پر بیٹھ کر بتائے اب موازنہ کرو... مَیں افضل یا یہ افضل...؟ اور علیؑ رسولؐ کا سر زانو پر رکھ کر کہیں... جانہیں پڑھتا تجھے تاکہ مَیں بتاؤں کہ تو افضل یا یہ رسولؐ کا سر افضل! ان جاہلوں کو بتانا ہے جو رسولؐ کی عطا کی ہوئی نماز لے کر اللہ اللہ تو کریں گے لیکن رسولؐ کو بھول جائیں گے، ان کو بتادوں کہ اس کا دیا ہوا اصول اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا یہ مجسم خود ہے۔

ارے! یہی جھگڑا تو شیطان سے تھا، کیا جھگڑا تھا؟ اللہ کے سجدے کر رہا تھا، نمازیں پڑھ رہا تھا اللہ نے حکم دیا آدمؑ کو سجدہ کرو... اس نے کہا تو بڑا ہے تیرا قول بڑا نہیں ہے... ارے!! کیا سنا آپ نے.... کہاں کیا سجدہ؟ کہاں مانا قولِ اللہ کو... کہا تجھ کو مانوں گا تیرے قول کو نہیں مانوں گا، اور کہیں قول کو مانوں گا تجھ کو نہیں مانوں گا... یہ فکرِ شیطان ہے۔ ذرا سا غور کیجئے تو مَیں اگلی منزلوں تک بڑھ جاؤں۔

رسولؐ نے کہا ہاں! خلیفہ ہوتا ہے میرا... اصول دیا مَیں نے...! خلیفہ ہوتا ہے، چُنا جاتا ہے، جب نبی نہیں رہتا تو وصی آتا ہے، نائب آتا ہے، خلف آتا ہے... اصول مَیں نے دیا۔ لیکن جب اصول اور جنازہ ٹکرائے تو طے کرنا ہوگا کہ خلافت بڑا مسئلہ ہے یا رسولؐ کا جنازہ بڑا مسئلہ ہے۔

جنازہ چھوڑا اور کہا نہیں یہ اہم مسئلہ تھا... تو علیؑ نے اس وقت بتایا کہ خلافت بڑا مسئلہ نہیں ہے، جسدِ رسولؐ بڑا مسئلہ ہے، قبرِ رسولؐ بڑا مسئلہ ہے... تو یہ بتانے کے لئے کہ ایک دن آئے گا کہ ہر شئے رسولؐ سے ٹکرائی جائے گی، کبھی کعبہ اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا...، کبھی قرآن اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا..، کبھی خلافت اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا، کبھی حدیث اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا، کبھی عورت اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا...! کبھی صحابہ اور رسولؐ کا موازنہ ہوگا تو پہلے بتادوں کہ سب سے بڑی نماز عبادتِ الٰہی... اگر رسولؐ اور

نماز ٹکرا جائیں تو نماز کو بزم سے ہٹاتا ہوں، رسولؐ کا سر زانو پر ہے...!

کیا مطلب ہے؟ کیا مطلب ہے اس کا...؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ انفال میں آیت ہے... صحابی نماز پڑھ رہا تھا رسولؐ نے آواز دی... نام لے کر پکارا. نہیں آیا، دو بار، تین بار، چار بار، پانچ بار... نہیں آیا، کافی دیر کے بعد آیا۔ کہا میں تمہیں پکار رہا تھا آئے نہیں؟ کہا نماز پڑھ رہا تھا۔ کہا سورۂ نسا کی آیت نہیں پڑھی کہ رسولؐ جس وقت پکارے پہلی آواز پر جواب دو...! کہا نماز پڑھ رہا تھا. تو کیا ہوا میں نے پکارا تھا نماز توڑ کر جواب دو۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (سورۂ انفال آیت ۲۴) یہ پورا واقعہ میزان الایمان صفحہ ۴۳۸ پر بھی لکھا ہوا ہے۔

آپ کو پتہ ہے، شیطان نے یہی کیا کہ اللہ سے بڑی چیزیں بنا دو.. اللہ کو چھوٹا کر دو، عدل کو نہیں مانوں گا اللہ بڑا، اللہ ایک... یعنی ساری وہابیت پھیلا کر شیطان نے عام کر دی اور وہابیت پھیلانے کے بعد کہا مانتے رہنا اللہ کو ایک... بس ایک رٹ لگالو وہ ایک ہے، شرک نہ کرو وہ ایک ہے... نہ عدل کو مانو، شرک نہ کرنا وہ ایک ہے اور شرک نہ کرنا۔

پورے زمانے میں شیطان نے پھیلا کر سب کو بہکا دیا اور بہک گئے.... اللہ نے کہا نہیں یہ سب بیکار باتیں ہیں، اصل مسئلہ ہے عقیدہ.. اور عقیدہ وہ ہوتا ہے جس کا حکم ہم دیں۔ اگر ہم کہہ دیں پتھر نہیں پوجے جائیں گے حرام ہے پتھر کو پوجنا... اور اگر ہم ہی اس اصول کو توڑ کر کعبہ میں پتھر رکھ دیں تو ہم سے پوچھنا نہیں کہ وہاں کیوں تڑوائے اور یہاں کیوں رکھوایا. اگر ہم کہہ دیں ابراہیمؑ سے کہ گھر ہمارا ہے پاک کرو، طاہر کرو... طاہرہ بیتی..... اس گھر کو پاک کردو۔

اور پھر اسی گھر میں فاطمہ بنتِ اسدؑ کو بلا کر وہاں علیؑ کو پیدا کر دیں تو ہم سے نہ پوچھنا کہ یہ کیا، !تمہیں پوچھنے کا حق نہیں ہے... ابھی لوگ توحید کو کہاں سمجھے، توحید کو سمجھنے کے لئے علیؑ کو سمجھنا پڑے گا اور اللہ نے بتایا اطاعتِ رسولؐ کی منزل تھی نہیں پڑھی تو کیا ہوا؟ اس کے لئے بنائی ہے نماز، آفتاب بھی اس کے لئے بنایا، ماہتاب بھی اس کے لئے بنایا، زمین بھی اس کے لئے بنائی... سب اس کے تابع اور یہ نبی کا تابع.. ایک تسلسل ہے اطاعت کا، یہ اطاعت کر رہا تھا رسولؐ کی۔ ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے، تو جب اس کی اطاعت میں ہے یہ چاہے تو آفتاب کو واپس بلائے۔ بتایا اللہ نے کہ نماز کا وقت اس کے اختیار میں ہے... گئی ہوئی عبادت واپس آتی ہے۔ رسولؐ اللہ نے پوچھا یا علیؑ پڑھی...؟ کہا آپ کا سر زانو پر تھا۔ کہا تو پھر بلالو آفتاب کو واپس.. اور پڑھ لو، وقت اختیار میں ہے... پتہ چلا نبیؐ کی اور ولی کی نماز قضا نہیں ہوتی۔ ارے! قضا وہاں ہوتی ہے جہاں آفتاب نکلے اور ڈوبے... اگر اس فلسفہ کو آپ نہیں سمجھے تو پھر کچھ بھی نہیں سمجھے..! بھئی یہاں ڈوبا ہوا ہے، امریکہ میں نکلا ہوا ہے۔

جب ہماری قضا ہو رہی ہوتی ہے تو ادھر والے پڑھ رہے ہوتے ہیں، ان کی ادا ہو رہی ہوتی ہے ہماری قضا ہو رہی ہوتی ہے.... نہیں مزہ آیا آپ کو... آدھے انسانوں کی قضا ہو رہی ہوتی ہے، آدھوں کی ادا ہو رہی ہوتی ہے۔ علیؑ کوئی آدھی آدھی دنیا کا امام تھوڑی ہے، اس کے لئے آفتاب.... ادا ہی ادا.. ارے! کہیں ڈوبا تھا اور کہیں نکلا ہوا تھا۔

دیکھئے! سائنس سے میں نے علیؑ کی نماز ثابت کر دی... ابھی نئی دلیل آئی ہے۔ یہ نئی دلیل آئی ہے، ڈوبا کہاں تھا...؟ جگہ چھوڑی تھی، ادھر سے اُدھر ہوا تھا۔ علیؑ کے لئے تو دھوپ نکلی ہوئی تھی وقت تھا ہی۔ آپ کو نہیں معلوم پلکوں سے پڑھ لی تھی، ادا ہو گئی تھی۔ دنیا جسے نماز کہتی ہے وہ والی ادا نہیں ہوئی تھی۔ رسولؐ نے کہا ادا بھی دکھا دو... ادا تو ہو

گئی، پلکوں سے ہوگئی لیکن وہ ادا دکھادو جس ادا پر دنیا مری جارہی ہے، اُدا تو ہو چکی دِلوں پر۔

سِکّے بیٹھے ہوئے تھے علمِ علیؑ کے، عبادتِ علیؑ کے، کیا مسلمان جانیں گے؟ بڑے بڑے یہودی عالِم...! سلونی کی قدر کی انہوں نے۔ راس الجالوت نے کہا! یا علیؑ مَیں پوچھوں؟ کہا پوچھو۔ کہا مَیں نے توریت میں پڑھا، انجیل میں پڑھا کہ ہر نبی کا امتحان ہوتا ہے، ہر نبی کے وصی کا امتحان ہوتا ہے، آپ کا امتحان کب ہوا؟ نبی کے سامنے کب امتحان ہوا، نبی کے بعد کب امتحان ہوا؟

علیؑ نے فرمایا سُن راس الجالوت، اَے یہودیوں کے عالم سن! ہر نبی کے تین امتحان، ہر نبی کے وصی کے تین امتحان... اللہ نے حیاتِ نبی میں میرے سات امتحان لئے اور بعدِ نبیؐ پھر سات امتحان لئے۔ اصحاب قریب آگئے، مالکِ اشترؓ نے کہا مولا! بیان ہو جائے تاکہ ہم بھی سنیں۔ اصحاب قریب آگئے۔ کہا سن راس الجالوت! اللہ نے جب میرا پہلا امتحان لیا تو مَیں دس برس کا تھا... دیکھئے! علیؑ اپنے جملہ دہرائیں گے، خطبہ موجود ہے۔ مستند ترین خطبہ ہے جس میں اپنے چودہ امتحان علیؑ نے بتائے... شرح بیچ میں مَیں کرتا جاؤں گا۔

مولاؑ کے الفاظ بیان کرنے کے بعد شرح کروں گا وہ الفاظ میرے ہوں گے، آپ خود سمجھ جائیں گے کہ کہاں مولاؑ کی گفتگو ختم ہوئی اور مَیں شرح کر رہا ہوں، اس کو اس میں شامل نہ کیجئے گا میری تقریر کو... شرح اس لئے کہ بچوں کو سمجھ میں آئے... علیؑ کا جملہ کہ پہلا امتحان اللہ نے دس برس کی عمر میں لیا... تقریر شروع ہو رہی ہے پورے ایک گھنٹے کے بعد مجبوری ہے دیکھئے! لیکن مَیں وقت پر ختم کر دوں گا۔

جو ہمارے پرانے سننے والے ہیں نا.. جیسے ابوذر صاحب، سجاد صاحب... یہ لوگ

کہتے ہیں ایک گھنٹے تو تمہید ہوتی ہے، نکلتے تو کھلتے ہیں ایک گھنٹے کے بعد لیکن ہم ختم کر دیتے ہیں اس لئے کہ سب عادی نہیں ہیں ورنہ تین تین چار چار گھنٹوں کی بھی بات ہے.... اور ظاہر ہے کہ پھر بوریت ہو جاتی ہے، ظاہر ہے ہمارے لئے بھی بار اور آپ کے لئے بھی بار... اب کون سنتا ہے؟ پہلے زمانے کی باتیں ہوتی تھیں... صاحب! حافظ کفایت حسینؒ صاحب نے چار گھنٹے پڑھا، نونہروی صاحب نے پانچ گھنٹے پڑھا... باتیں ہی باتیں ہیں اب کوئی تین چار گھنٹے نہیں سنتا، لیکن بہر حال اگر میں تین چار گھنٹے نہیں پڑھتا تو کم از کم میری تمہید تو ایک گھنٹے کی ہوتی ہی ہے۔

کوئی نہ کوئی ریکارڈ (record) تو بنا کر چھوڑ جانا چاہئے، اب ظاہر ہے تقریر ہے چھوٹی، تمہید ہے بڑی۔ تمہید تو ہو چکی، کیا کہا علیؑ نے؟ میرا پہلا امتحان اللہ نے دس برس کی عمر میں لیا، کیا طے ہو گیا یہاں مولاؑ کے جملہ سے کہ کائنات میں ایک ہی گھرانہ ہے کہ جہاں بچپن میں بھی امتحان لیا جاتا ہے... کچھ کہا ہے میں نے... اور یہ گھرانہ صرف ابراہیمؑ کا گھرانہ ہے۔ امتحان تھا ابراہیمؑ کا بچہ شامل ہوا، باپ نے بیٹے کو شامل کیا... بنیاد پڑ گئی، لیکن امتحان ایسا تھا کہ ادھورا رہ گیا، بچہ نے کہا ہاں! صابر ہوں، لیکن گلا نہیں کٹا...! امتحان شروع کہاں سے ہوا بچوں کا؟ یہاں سے... یہ پہلا جملہ ہے عظیم جملہ ہے علیؑ کا... اسمٰعیلؑ کا امتحان ہوا لیکن گلا نہیں کٹا، بچپن کا امتحان۔

علیؑ کائنات کا پہلا انسان جس کا پہلا امتحان بچپن میں ہوا۔ کہا میں دس برس کا تھا کہ بلند ابوقبیس کی پہاڑی پر میرے بھائی نے قولو لا الہ کی صدا دی... جتنے تھے سب منحرف ہو گئے، ہر ایک نے کاذب ٹھہرایا... واحد میں تھا جس نے آگے بڑھ کر کہا یا رسولؐ اللہ میں آپ کو رسولؐ مانتا ہوں۔ یہ میرا پہلا امتحان تھا اور میں نے کھانے کا انتظام کیا، میں نے سب کو بلایا، کھا پی کر ہاتھ جھاڑ کر سب نکل گئے... کوئی ماننے کو تیار

نہیں ہوا۔ رسولؐ پکارتے رہے، مَیں بلاتا رہا۔ لیکن صرف مَیں ثابت قدم رہا اور میرا امتحان اللہ لیتا رہا... پہلی منزل، علیؑ کا پہلا امتحان! کہ کوئی آواز دے مَیں اللہ کا رسولؐ ہوں اور کوئی نہ بولے کہ یہ اللہ کا رسولؐ ہے سوا ایک بچہ کے اور وہ مَیں اس کے بعد عجیب جملہ کہا... اور کہا خدا کی قسم اعلانِ نبوت کے بعد تین برس تک سوا خدیجہؑ بنتِ خویلد کے اور میرے رسولؐ کے پیچھے کسی نے نماز نہیں پڑھی۔

تین برس تک خدیجہؑ بنتِ خویلد اور مَیں نے... تین برس رسولؐ کے پیچھے دو ہستیوں نے نماز پڑھی... یہ میرا پہلا امتحان تھا۔ مڑے اور سب کا نام لے کر کہا کہ تم بتاؤ کیا ایسا نہیں ہے... سب نے کہا! سچ کہا یا علیؑ ایسا ہی ہے۔ جیسا آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔

سُن راس الجالوت! اللہ نے میرا دوسرا امتحان شبِ ہجرت میں لیا... اللہ نے میرا امتحان لیا جب چالیس قبیلوں نے مل کر یہ طے کیا... مجلسِ شوریٰ میں کہ محمدؐ کو قتل کر دو اور ثقیف کی طرف سے... قبیلۂ بنی ثقیف کی طرف سے، طائف سے چل کر بھیس بدل کر اس شوریٰ میں شیطان بھی شریک ہوا اور سب نے طے کیا کہ سب مل کر ایک ایک تلوار لگائیں اور رسولؐ کو مار کر وہیں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ بنی ہاشم آ جائیں... اور جب وہ آ جائیں تو کوئی محمدؐ کا خون اپنے اوپر لینے کو تیار نہ ہو... سب ایک دوسرے پر الزام رکھیں اور پتہ نہ چلے کہ محمدؐ کو کس نے قتل کیا... ایسے میں جبریلؑ آئے اور رسولؐ کو یہ بتلا دیا کہ وہ کب نکلیں گے شوریٰ کمیٹی سے؟ کب باہر آئیں گے، کتنی دیر میں گھر تک پہنچیں گے؟ اس سے پہلے ہی آپ نکل جائیں... اور جب آپ جانے لگیں تو علیؑ کو بستر پر سلا جائیں۔

جب رسولؐ نے مجھ سے کہا کہ علیؑ میرے بستر پر سو جاؤ، تو مَیں خوش ہو گیا کہ آج رسولؐ کی جگہ مَیں لیٹ جاؤں تاکہ مَیں قتل ہو جاؤں... یہ اللہ نے میرا دوسرا امتحان

لیا۔ مَیں رسولؐ کے بستر پر سو گیا، یوں سویا کہ تا عمر کبھی ایسے نہ سویا تھا اور جب چادر اُلٹی تو چالیس قبیلوں کے بہادر لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا تا دیر مَیں نے سب کے ساتھ تلوار چلائی... یہاں تک کہ سب نے فرار اختیار کیا...اَے اصحاب تم بتاؤ کیا ایسا نہیں ہے؟ سب نے کہا سچ کہا یا علیؑ ایسا ہی ہے۔

دیکھیے! ہر امتحان سنا کر علیؑ یہ نہیں کہتے کہ کیا مَیں کامیاب ہوا؟ ذرا احتیاط دیکھیے علیؑ کی، پہلے کیسے کہہ دیں؟ احتیاط... کہنے کا دن تو اللہ نے مقرر کیا ہے کہ کامیابی کا اعلان اس دن کرنا ہے۔ جب سارے امتحان ختم ہو جائیں، بیچ میں علیؑ یہ نہیں کہتے کہ میں کامیاب ہو گیا۔ پبلک سے کہتے ہیں کیا ایسا نہیں ہے؟ سب چلاّ کر کہتے ہیں ہاں ایسا ہی ہے۔

علیؑ نے کہا سُن راس الجالوت اللہ نے میرا تیسرا امتحان اس وقت لیا جب قبیلۂ ربیعہ کے پہلوان عتبہ، شیبہ اور ولید... اور مَیں اکیّس برس کا جوان... مَیں پہلا آدمی ہوں جس نے کافر کے سامنے سب سے پہلے تلوار نکالی کافر پر... پہلی تلوار میری نکلی ہے، ہوئے ہوں گے مسلمان اور بھی، تلوار پہلے کافر کے مقابل کس نے نکالی...؟ مولاؑ فرما رہے ہیں مَیں نے تلوار نکالی اور ولید اور شیبہ کو مَیں نے قتل کر دیا، اور وہ آئے تھے، آندھی بن کر اُٹھے تھے۔ سارے لشکر نے مل کر جتنوں کو مارا اتنوں کو مَیں نے تنہا مارا... لڑائی فتح ہوئی بدر کی لڑائی، یہ میرا تیسرا امتحان تھا...اَے اصحاب کیا ایسا نہیں ہے؟ سب نے کہا ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔

کہا میرا چوتھا امتحان اس دن ہوا جب یلغار کی قریش نے بدر کے اپنے کشتوں کا بدلہ لینے کے لئے اور بڑی مضبوطی کے ساتھ آئے اور پھر انہوں نے مجبور کر دیا کہ لشکر مسلمانوں کا فرار اختیار کر گیا اور نبیؐ اکیلا رہ گیا اور ایک غار تھا جس میں نبی تھے، سب

جا چکے تھے، مَیں تنہا تھا اور دیکھو یہی ذوالفقار تھی.. علیؑ نے تلوار اٹھائی، کہا یہی ذوالفقار تھی اور مَیں تنہا تھا اور مَیں نے نبیؐ کی حفاظت کی اور مَیں بچا کر مدینے لے آیا.. جس دن شیطان نے پکارا تھا کہ نبیؐ قتل ہوا، لیکن مَیں سلامت مدینے لے کر نبیؐ کو آیا یہ میرا چوتھا امتحان تھا۔ اَے اصحاب کیا ایسا نہیں؟ کہا یا علیؑ آپ نے سچ کہا۔ (صلوٰۃ)

میرا پانچواں امتحان ہوا تو سب یکجا ہوئے قریش اور کافر، سرپرست تھے ان کے یہود اور طے کر کے آئے تھے کہ عبدالمطلبؑ کی اولاد میں دو کو قتل کرنا ضروری ہے، ایک محمدؐ اور ایک علیؑ کو... اور وہ آئے بڑے پہلوان کو لے کر اور اس وقت انہوں نے مدینہ کو گھیر لیا، رسولؐ اللہ خیمہ لگا کر بیرونِ مدینہ تھے اور اس وقت انہوں نے کافی آدمی ہمارے مار دیئے... جب کوئی جانے کو تیار نہ ہوا تو رسولؐ اللہ نے مجھ سے پوچھا...! میری طرف دیکھا اور مَیں بار بار کہتا کہ

....انا لھو، انا لھو، انا لھو...

جب دیکھ لیا میرے بھائی رسولؐ اللہ نے کہ کوئی نہ جائے گا تو مجھے سجایا...! اس جملہ پر غور کرنا، مجھے سجایا..! اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا، اپنے ہاتھ سے عبا پہنائی، اپنے ہاتھ سے کمر میں تلوار لگائی، امتحان ہے علیؑ کا سجاوٹ کر رہے ہیں رسولؐ... جملہ دے دوں آپ کو تا کہ آپ فکر کریں علیؑ کے سارے امتحان اسلام سے minus کر دیجئے، دعوتِ ذوالعشیرہ اسلام سے نکال دیجئے... اسلام کو اسلام رہنے دیجئے، شبِ ہجرت نکال دیجئے اس لئے کہ علیؑ کا تذکرہ ہے، بدر نکال دیجئے، اُحد نکال دیجئے اور خندق نکال دیجئے... پھر اسلام میں کیا بچا...؟ آپ کہیں گے ہاں! اسلام تو بچا، اسلام تو رہ گیا سجاوٹ ختم ہوگئی۔ اب کہہ دوں جملہ کہ اللہ نے نبیؐ سے کہا تھا.. اَے میرے حبیبؐ یہ یہ کام کرنے ہیں۔

حبیبؑ رُکے بیٹھے رہے...کام شروع ہی نہیں کیا...ارے بھئی چالیس برس کے ہو گئے ہو...کام کب شروع ہوگا..؟اور انبیاؑ نے تو سولہ سولہ برس میں کام شروع کر دیا تھا... آپ امتحان ہی سننا چاہ رہے ہیں اور شرح سننا نہیں چاہ رہے ہیں...ابراہیمؑ نے پہلا امتحان سولہا برس کی عمر میں دیا تھا...جب آگ میں پھینکا نمرود نے تو اس وقت ان کی عمر سولہ برس تھی،اور انبیاؑ نے تو اس سے بھی پہلے کام شروع کر دیا تھا..کیوں حیرت سے دیکھ رہے ہیں؟ ارے!عیسیٰؑ نے تو مریمؑ کی گود میں ہی کام شروع کر دیا تھا،ایسے بھی انبیاؑ گذرے ہیں کہ ابھی پیدا ہوئے ہیں اور خود ہی گواہی دے رہے ہیں کہ مَیں نبی ہوں،کتاب لے کر آیا ہوں۔

یارسولؐ اللہ یہ کیا ہے..!عیسیٰؑ گود میں کام شروع کر دیں نبوت کا،کوئی سولہ برس کی عمر میں،کوئی اٹھارہ برس کی عمر میں...اور آپ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں،چالیس برس کی عمر میں...کام تو سپرد ہے،کام کرنا ہے لیکن نبیؐ انتظار کر رہا ہے کہ اگر مَیں بوڑھا ہو جاؤں تو کیا..؟سجاوٹ کرنے والا تو آجائے....!

حاصلِ تقریر جملہ یہ تھا..کام کیئے ہیں سب نبیؐ نے،سب اللہ کے حکم پر،احسان ہو رہا ہے اللہ کے دین پر،کام نبیؐ کو کرنے ہیں،سجانا علیؑ کو ہے...اگر علیؑ کعبہ میں نہ آئے تو نبیؐ کا کوئی کام سجتا نظر نہیں آتا۔اور جملہ لیتے جاؤ...دعوتِ ذوالعشیرہ کو سجایا علیؑ نے..شبِ ہجرت کو سجایا علیؑ نے...بدر کو سجایا علیؑ نے...کام ہیں نبی کے،احد کو سجایا علیؑ نے...کام ہیں نبیؐ کے...خندق کو سجایا علیؑ نے...کام ہے نبیؐ کا...اب پتہ چلا کہ کام نبوت کے تھے سجایا اہلِ بیتؑ نے...ابھی مصائب نہیں پڑھ رہا قیمتی جملہ دے دوں... کام تھا حسینؑ کا...کام اصغرؑ کا نہیں تھا...کام سکینہؑ کا نہیں تھا...کام حسینؑ کا تھا،سجایا اصغرؑ نے،سجایا سکینہؑ نے...!!میرے پاس اس سے بڑی دلیل نہیں ہے کہ بچوں کو کیوں

لائے؟

دعوتِ ذوالعشیرہ میں دس برس کا بچہ اُٹھتا ہے، کام سجاتا ہے بچہ... آپ کو اور دلیل چاہئے تو پھر مَیں دلیل دے کر ہی آگے بڑھوں گا۔

کام سجاتے ہیں بچے... جملے یاد آئے مولانا اظہر حسن زیدی اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے.. وہی سنادوں تاکہ آپ کو دلیل مل جائے، کہا تمہیں حق کی تلاش ہے آؤ میرے ساتھ... دریا کے کنارے پہنچے، کہا تمہیں پار جانا ہے نا.. کہا ہاں! دیکھا تو قطار میں بہتّر کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں، ایک سے ایک چمچماتی ہوئی کشتی، پردے پڑے ہوئے، ایک سے ایک بہترین لباس پہنے ملاح، بہترین سجی ہوئی کشتیاں...! دیکھتے ہوئے چلے، کہا جس پر چاہے بیٹھ جاؤ لیکن ایک بات ہے اس میں سے کوئی ملاح نجات کی ضمانت نہیں دے گا کہ راستے میں ٹوٹے پھوٹے، بھنور آئے، ڈوبے، سب کہتے ہیں بیٹھ جایئے پیسہ دیجئے، کرایہ دیجئے، اتار دیں گے، درمیان کی گارنٹی نہیں ہے۔ اب رک گئے وہ صاحب! کہنے لگے جب درمیان کی ضمانت نہیں ہے تو ہم بیٹھیں کیوں؟ کشتی میں سوراخ ہو جائے، پانی بھر جائے.. بھنور میں پھنس جائے، کشتی الٹ جائے، کہا نہیں یہ تو ہر ملاح کہتا ہے کہ صاحب! یہ آپ کی قسمت ہے، بیٹھ جایئے گارنٹی نہیں۔ کہا پھر کیسے؟ پار تو اترنا ہے، منزل تک تو جانا ہے، ساحل تک تو جانا ہے، دریا پار تو کرنا ہے۔

چلتے چلتے ایک سادی کشتی نظر آئی.. اس پر جو بزرگ بیٹھے تھے کشتی کے مالک، وہ اکیلے نہیں بیٹھے تھے ان کے ساتھ ایک برقعہ پوش عورت بیٹھی تھی، ایک جوان بیٹھا تھا، دو چھوٹے بچے بیٹھے تھے... تو وہ رک کر کہنے لگے بھئی یہ کشتی بڑی عجیب ہے... کہا کیوں؟ کہا دیکھئے کشتی کا مالک، اس کو یقین ہے کہ کشتی ڈوبے گی نہیں... سب نے اپنی کشتی پہ اپنے کو رکھا ہے کہ ڈوبے تو پیر کر نکل جائیں... بچوں کو نہیں بٹھایا، اس کشتی کے مالک کو

یقین ہے کہ نہیں ڈوبے گی، بچے بیٹھے ہیں، اگر ان کو ڈوبنے کا خطرہ ہوتا تو نہ عورت کو لاتے... نہ بچوں کو لاتے... اسی پہ بیٹھ جاؤ۔

اسی میں بیٹھ جاؤ یہ کشتی نہیں ڈوبے گی، اس لئے کہ کشتی کے مالک کو یہ یقین ہے کہ نہیں ڈوبے گی۔ ورنہ یہ بچوں کو نہ بٹھاتے.... کل انشأ اللہ کامل کریں گے سارے امتحان، وقت کامل ہوا، کل گفتگو ہوگی۔

غور کیا آپ نے ...! حسینؑ اس یقین کے ساتھ آئے ہیں، کس یقین کے ساتھ؟ کہ قیامت تک راستہ تلاش کرو گے تم لیکن تمہیں راستہ نہیں ملے گا سوا کربلا کے... لوگ کہتے ہیں کہ جب یقین تھا حسینؑ کو کہ کوئی نہیں بچے گا تو بچوں کو کیوں لائے...؟ لائے اس لئے کہ بظاہر تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی نہیں بچے گا... لیکن ان کا کام ہی یہی ہے... یہ پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہیں... کہ یہ ہمارے کام کو سجا دیں۔

ورنہ چھ مہینے کے بچے کا امتحان اللہ نہیں لیتا ہے، کربلا میں اصغرؑ کا کوئی امتحان نہیں، انبیاؑ کے امتحان ہوتے ہیں، سکینہؑ بی بی کا کیا امتحان؟ امتحان کی منزل پر بچے کیوں آئیں؟ انبیاؑ آتے ہیں امتحان کے لئے، بچوں کا کیا امتحان ہوتا ہے، امتحان حسینؑ کا ہے، اصغرؑ کو سجا رہے ہیں، سکینہؑ بی بی حسینؑ کے ان احسانات کو سجا رہی ہیں۔ اس ہی لئے حسینؑ نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ میرے مکان کی سجاوٹ ربابؑ ہیں... اور سکینہؑ۔

امام حسینؑ دونوں ماں بیٹیوں کی مدح میں شعر کہتے تھے.. کہ ربابؑ اور سکینہؑ میرا سکون ہیں، میرے گھر کی رونق، مجھے وہ گھر اچھا ہی نہیں لگتا جس گھر میں ربابؑ نہ ہوں اور جس گھر میں سکینہؑ نہ ہوں۔ اور سکینہؑ... حسینؑ کو جو سکینہؑ جیسی بیٹی ملی تھی وہ آپ کو معلوم ہے، حسینؑ نے تاحیات یہ بات بتائی ہی نہیں اور بتائی تو سکینہؑ کو بتائی، اور کب

بتائی...؟ جب رخصتِ آخر کو چلنے لگے، جب رخصت ہوئے...اور جب گھوڑے پر بیٹھ گئے اور گھوڑا آگے نہ بڑھا، کہا اے اسپِ وفادار! کیا بات ہے، آخری سواری ہے کیوں نہیں بڑھتا..؟

تو گردن سے اشارہ کیا کیسے بڑھوں؟ شہزادی سُموں سے لپٹی ہوئی ہیں..تو امام حسینؑ ذوالجناح سے اُتر پڑے اور سکینہؑ کو گود میں اٹھالیا، کہا بابا مَیں آپ کو جانے نہیں دوں گی، بہت مشکل منزل تھی سکینہؑ کو اس وقت جدا کرنا، چہیتی بیٹی دامن پکڑ لے اور کہے بابا مَیں آپ کو جانے نہیں دوں گی، جب وہ کہہ رہی ہے کہ بھیا علی اکبرؑ گئے واپس نہیں آئے، چچا عباسؑ گئے، بابا اب میں آپ کو کیسے جانے دوں؟ مَیں نہیں جانے دوں گی، یہ حسینؑ کے امتحان کی مشکل ترین گھڑی تھی، کہ پیار سے بیٹی کو سینے سے لگا کر کہا، سکینہؑ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ہم کو سکینہؑ کیوں عطا کی..؟

یہ ہے باپ بیٹی کی آخری گفتگو..... کہا سکینہؑ ہم نمازِ شب میں روز راتوں کو جب نمازِ شب پڑھتے تو اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ مجھ کو ایک ایسی بیٹی عطا کر کہ میں اس کو بے حد چاہوں، بے انتہا محبت کروں اور وہ مجھ سے محبت کرے اور جب وہ بیٹی بڑی ہو جائے، تین چار سال کی تو مَیں یہ چاہتا ہوں کہ اس محبت کے ذریعے تو میرا امتحان لے..اور بیٹی اور باپ کی محبت کو آزما کر دیکھ کہ مَیں تیری محبت پر اس محبت کو قربان کروں۔

سکینہؑ! مَیں نے تم کو مانگا ہی آج کے دن کے لئے ہے، کہ جب اللہ میرا امتحان لے رہا ہو تو تمہاری محبت میرے اس امتحان میں کام آئے، تو سکینہؑ الگ ہٹ گئیں، سینے سے ہٹ گئیں، کہا بابا اللہ آپ کا امتحان لے تو میں آپ کی کامیابی میں حائل ہو جاؤں، آپ نے دیکھا کہ حسینؑ نے اپنے امتحان کو سجایا کیسے...؟ کتنے بڑے محسن ہیں

اللہ کے حسینؑ ... کہ سجا کر قدرت کی بارگاہ میں ورنہ کربلا میں اتنا وقت کہاں تھا کہ سجاوٹ ہو سکے، لیکن دیکھئے حسینؑ نے سجایا کیسے؟ سج گیا، حسینؑ کی رخصت سج گئی، حسینؑ کی رخصت بھی اللہ کے امتحان میں شامل ہے اور سج رہی ہے کچھ زینبؑ نے سجایا، کچھ ربابؑ نے سجایا لیکن بچی نے تو سجاوٹ کامل کر دی، لیکن ابھی سجاوٹ دیکھئے کامل نہیں ہوئی ہے.... کہا اچھا بابا مَیں روکتی تو نہیں.. مصائب پڑھنے کا مَیں عادی ہوں لیکن اس طرح سمجھا کر کہ سینے میں اُتر جائے، مصائب بھی مَیں علمی انداز سے سناتا ہوں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ مصائب رونے کے لئے ہیں لیکن اس میں بھی علم ہے... کہا اچھا بابا آپ جائیں، مَیں روکتی نہیں.... لیکن بابا جا رہے ہیں بابا آپ تو تھوڑا سا پانی پلا جائیں، ایک جامِ آب۔

کہا بس سکینہؑ اتنی سی بات...! کہا ہاں بابا چچا نے وعدہ کیا پانی نہیں آیا، اب آپ تھوڑا سا پانی پلا دیجئے۔ آپ کے لئے مشکل تو نہیں، آپ محبوبِ الٰہی کے نواسے ہیں، آپ رسولؐ خدا کے نواسے ہیں، آپ میری دادی فاطمہؑ زہرا کے بیٹے ہیں، کیا سکینہؑ کو ایک جام پانی نہیں پلا سکتے..؟

کہا کیوں نہیں سکینہؑ، کیوں نہیں ہم پانی پلا سکتے؟ ایک بار امام حسینؑ نے ٹھوکر ماری، زمین پر ٹھوکر ماری چشمہ ابلنے لگا... یہ فخرِ اسمٰعیلؑ ہیں... اسمٰعیلؑ کا جو امتحان ہوا ہے صفا و مروہ سے لے کر قربانی تک اس کا آغاز چشمہ سے ہے، اسمٰعیلؑ نے ایڑیاں رگڑیں تو زم زم پھوٹا۔ حسینؑ افضل ہیں اسمٰعیلؑ سے، کہا میرے امتحان میں چشمہ ہے لیکن وہاں چشمہ قیامت تک جاری رہے، لوگ جائیں اور پانی لائیں، میں دکھا تو دوں کہ فخرِ اسمٰعیلؑ پانی نکال سکتے ہیں، چشمہ جاری ہوا، کہا سکینہؑ جتنا چاہے پانی پی لو چشمہ سامنے ہے۔ کہا بابا ہاں پانی تو سامنے ہے، لیکن کہا سکینہؑ پانی بعد میں پینا ذرا سامنے تو دیکھو...

ایک میدان سکینہؑ کو نظر آیا...ایک ہُو کا عالم...لاکھوں انسان نظر آئے، کروڑوں انسان نظر آئے، سب کی زبانیں منہ سے لٹکی ہوئی تھیں۔ تو بے اختیار دامن تھام کر کہا بابا یہ لوگ تو مجھ سے زیادہ پیاسے ہیں، بابا ان کی زبانیں تو باہر آ رہی ہیں، اور ان پر سورج کی تمازت کتنی پڑ رہی ہے، یہ تو ہم سے زیادہ پیاسے ہیں، بابا یہ کون لوگ ہیں...؟ کہا! سکینہؑ یہ تیرے نانا رسولؐ کی امت ہے اور یہ محشر کا میدان ہے، سکینہؑ اگر آج تم نے پانی پی لیا.. تو پھر تمہارے نانا کی امت کی پیاس محشر میں نہیں بجھے گی، تو دامن پکڑ کر کہا بابا یہ پانی نہیں چاہئے....کہا تو سکینہؑ اب یہ چشمہ بھی نظر نہ آئے گا۔ قاضی نور اللہ شوستری، شیخ مفید، شیخ صدوق، قزوینی تمام مقتل نگاروں نے اس روایت کو لکھا اور ہر عالم نے کہا کہ یہ مستند روایت ہے۔ تا کہ حسینؑ اپنا اختیار بتائیں کہ پانی ہمارے قبضہ میں تھا، ہم پلا سکتے تھے، لیکن وعدہ کیا ہے؟ وعدہ محشر کا ہے.... مسئلہ اللہ کی خلقت کا ہے۔

سکینہؑ نے کہا! نہیں بابا اب پانی نہیں چاہئے۔ جملہ دے رہا ہوں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ تڑپنے کے لئے تا حیات ایسے جملے کام آتے ہیں۔ منہ جو پانی سے پھیرا سکینہؑ نے تو پھر پانی سے منہ پھیر لیا.... مَیں آپ کو قسمیہ بتا رہا ہوں کہ ہر مقتل میں یہ لکھا ہے کہ بعدِ شہادتِ حسینؑ پھر سکینہؑ نے یہ نہیں کہا کہ پھوپھی اماں پیاس... کہیں نہیں ملتا حد یہ ہے کہ شام تک کوفہ کے راستے میں سکینہؑ نے یہ نہیں کہا کہ پانی چاہئے، مَیں پیاسی ہوں... سکینہؑ نے پھر پانی نہیں مانگا، اب کس سے مانگیں، بھائی کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ہیں، چچا نظر نہیں آتا، بابا نظر نہیں آتا، بھیا علی اکبرؑ نظر نہیں آتا، پانی مانگیں تو کس سے مانگیں؟ پھوپھی سے پانی کیسے مانگیں، پھوپھیوں سے کیسے کہیں کہ پانی پلا دو۔

سکینہؑ خاموش ہیں، صبر کر رہی ہے بی بی۔ اب پانی سے زیادہ اس کی فکر ہے بابا کہاں ہیں، شامِ غریباں میں پانی نہیں مانگا، بلکہ پکارتی ہوئی چلیں بابا تم کہاں ہو؟ اور

باپ کو اتنی محبت کہ مقتل سے آواز دی سکینہؑ میں یہیں ہوں، آؤ میرے سینہ پر آجاؤ....
پھوپھی کو اتنا خیال...کہ سب کو بٹھا کر سکینہؑ کو ڈھونڈنے چلیں تو پہلا جملہ فرات کی طرف
دیکھ کر کہا عباسؑ سکینہ تمہارے پاس تو نہیں آئی۔

اَے عباس! سکینہؑ ادھر تو نہیں، جب مقتل سے کوئی جواب نہ ملا ساحل سے تو پھر صحرا
میں پکارتیں چلیں اور جب نشیب میں اُترنے لگیں تو آواز آئی زینبؑ آہستہ آنا...تین
دن کی پیاسی تھک کر سوگئی ہے، آجاؤ سکینہؑ میرے پاس ہے۔ تو یہ کہہ کر گود میں لیا کہ
جنگل میں نہیں سوتے سکینہؑ! ماں تڑپ رہی ہے چلو سکینہؑ، تو اب ایک فکر تھی اہلِ حرم کو،
سب کو یہ فکر تھی، ہر بی بی کو، امامؑ کو کہ بچی چھوٹی ہے، سب اپنے کو سنبھالیں گے، اس بچی
کا کیا ہوگا؟

اس چار سال کی بچی کا کیا ہوگا تو ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز سکینہؑ رہتی تھی، کوفہ کا بازار
ہو، شام کا بازار ہو...یہی وجہ ہے کہ باب الساعت پر جب بیبیوں کے بازو بندھے اور
سکینہؑ کا گلا بندھا تو کہاں بیبیوں کے قد...کہاں سکینہؑ کا قد...اگر بیبیاں کھڑی ہو جائیں
تو سکینہؑ کے گلے کی رسّی پھانسی لگا دے...قدم اُٹھ جائیں۔

بیبیاں یزید کے دربار میں جب جا رہی ہیں تو جھک جھک کر چل رہی ہیں کہ سکینہؑ
کے پیر زمین سے اُٹھ نہ جائیں...دیکھئے! بچی کا کتنا خیال، اہلِ حرم کو بچی کا کتنا خیال،
یہی وجہ ہے سرِ حسینؑ کو سکینہؑ کا خیال، بچی اگر ناقہ سے گر جائے تو سرِ حسینؑ رک
جائے...سید سجادؑ میری بچی ناقے سے گر گئی ہے۔ حسینؑ کو سکینہؑ کا خیال اور اس گھر کا
قاعدہ ہے ... یہ باپ اور بیٹی کی محبتیں ہیں کہ جب زہراؑ پہ دروازہ گرا اور زہراؑ زخمی
ہوئیں، جب زہراؑ کو تازیانہ مارا گیا، جب محسنؑ شہید ہو گئے تو زہراؑ تڑپنے لگیں...اور
جب تڑپنے لگیں تو ایک رات جو سوئیں تو خواب میں رسولِ خداؐ کو دیکھا، کہا میری بیٹی

فاطمہؑ مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے، مَیں تمہیں لینے آیا ہوں۔ چلو زہراؑ تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے۔

تو اس گھر کا دستور ہے، اگر بیٹی پر بہت مصیبت پڑ جائے تو پھر باپ خواب میں آتا ہے اور کہتا ہے چلو.. اب چلو بہت مصیبتیں پڑ گئیں، بس جیسے رسولؐ زہراؑ کے خواب میں آئے، ایسے ہی جب سکینہؑ کے کان، گلا، کلائی سب زخمی ہو گیا.. بچی پر کیا کیا مصیبتیں پڑ گئیں، قید خانے کے اندھیرے، ماں مجبور، پھوپھی مجبور، بھائی کے ہاتھ بندھے ہتھکڑیاں پڑیں ہاتھوں میں اور اندھیرے گھر میں سکینہؑ کا تڑپنا تو پھر ایک رات خواب میں حسینؑ آ گئے۔ کہا سکینہؑ مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے، ہم تمہیں لینے آئے ہیں سکینہؑ ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔

چلو سکینہؑ ہمارے ساتھ چلو، اب جو سو کر اُٹھیں تمام مقتل نگار لکھتے ہیں کہ بچی اتنا روئی باپ کو یاد کر کے کہ تمام بیبیاں رونے لگیں اور اتنے رقت کا غُل ہوا قید خانے میں کہ شام کے ہر گھر میں گریہ کا شور پہنچا، سوتے سے لوگ اُٹھ گئے حد یہ ہے کہ قصر میں یزید اُٹھ کر بیٹھ گیا اور گھبرا گھبرا کر سب یہ پوچھتے ہیں قید خانے میں آج کیا ہوا، اتنا تو قیدی کبھی نہیں روئے... بس یہ خبر آئی کہ بچی اپنے باپ کو یاد کرتی ہے.... اور اب جو سکینہؑ نے پکارنا شروع کیا.. بابا تم کہاں ہو، بابا تم کہاں ہو، بابا تم کہاں ہو.... یہی صدا سکینہؑ کی تھی۔

قاضی نور اللہ شوستری، شہیدِ ثالث لکھتے ہیں کہ جب یہ شور بلند ہوا بی بی سکینہؑ نے اپنے باپ کو پکارا تو یزید کے خزانے میں سرِ حسینؑ بند رکھا ہوا تھا اور صندوق میں تالا پڑا تھا لیکن جب سکینہؑ کی صدائیں بلند ہوئیں تو صندوق کا تالا ٹوٹ کر گر گیا.. صندوق کا پٹ کھل گیا، سرِ حسینؑ فضا میں بلند ہوا اور سکینہؑ کی صدا پر سر چلا اور جب قید خانے کے

قریب آیا تو قید خانے کا تالا ٹوٹ کر گرا اور دروازہ کُھلا اور سرِ حسینؑ قید خانے میں داخل ہوا... جیسے ہی سر آیا سکینہؑ نے دامن پھیلا اور کہا پھوپھی اماں بابا آ گئے۔ بابا آ گئے۔

بہت روئیں گے آپ... یہ روایت مَیں بہت کم پڑھتا ہوں... ظاہر ہے کہ مَیں نے وعدہ کیا تھا، چھ دن سے مَیں بی بی کا تذکرہ کر رہا ہوں اور آج وعدہ تھا کہ اٹھارہ کو شہادت اور بعدِ شہادت پوری روایت ختم کروں گا شہیدِ ثالث کی... زیادہ زحمت نہیں، لیکن دیکھئے! ساتھ اس طرح دیجئے گریہ میں کہ سینے پر ہاتھ بھی ماریں... منہ سے کہیں ہائے سکینہؑ۔

اُداس نہ بیٹھیں اس طرح، رونے کا جو حق ہے، اس طرح روئیں... فرشتے آئے ہیں، بیبیاں آئی ہیں، جناب سیدہؑ پوتی کا پرسہ لینے آئی ہیں، تصور کیجئے زینبؑ موجود ہیں، ایک دکھیاری ماں اپنی بچی کا پرسہ لینے آئی ہے... یہ آپ کے عقائد ہیں اور جو تعزیت ادا کرنے کا طریقہ ہے اس طرح تعزیت ادا کیجئے، اور بی بی کی شہادت... سال میں ایک ہی بار یہ دن آتے ہیں، ہر سال، دن میں، ہر مہینے میں تو سکینہؑ کی شہادت نہیں پڑھی جاتی... بس آج کی تاریخ گزرے گی تب ایک سال کے بعد پھر بی بی سکینہؑ کا دن آئے گا... پھر کبھی مجلس میں ربابؑ آئیں گی، جناب سیدہؑ پوتی کا پرسہ لینے آئیں گی، پھر پھوپھی آئے گی، پھر بھائی آئے گا... بہن کا جنازہ ہے۔

اللہ کسی بھائی کو بہن کا جنازہ نہ دکھائے... اور جب بھائی بے کس ہو، بہن چھوٹی ہو بھائی بڑا ہو۔ سب کی بہنیں ہیں... سب چھوٹی بہنوں سے پیار کرتے ہیں، مَیں دیکھ رہا ہوں بڑوں سے زیادہ بچے رو رہے ہیں، دس دس برس کے بچوں کے آنسو بہتے ہوئے مَیں دیکھ رہا ہوں اور وہ دھاڑیں مار کر رو رہے ہیں... ہر ایک روئے اور ماتم کرے۔

سب کہو ہائے سکینہؑ...! ہائے سکینہؑ... یا عباسؑ، ہائے سکینہؑ... یا عباسؑ، ہائے

سکینہؑ... یا عباسؑ... آوازیں نہیں ہیں کیا... ہاتھ باندھ کر مت بیٹھو... ماتم کرو... ماتم کرو... ماتم کرو... سب ماتم کرو... کہو ہائے سکینہؑ یا عباسؑ۔

بچی نے حسینؑ کے سر پہ سر رکھا ایک بار پھوپھی نے اعلان کیا سکینہؑ مرگئی... کہو ہائے سکینہؑ یا عباسؑ... ہائے سکینہؑ یا عباسؑ... بچی مرگئی، رقت کا غُل ہوا، یزید نے پوچھا کیا ہوا؟ کہا حسینؑ کی زخمی بچی قید خانے میں مرگئی۔

جملہ سنو...! یزید نے کہا کہ سید سجادؑ سے کہو کفن بھجوادوں؟ اور ایک جملہ کہا... کہا لاشہ باہر نہ آئے... وہیں دفن کرو، لاش باہر نہ آئے... سپاہی آیا کہا یزید کہتا ہے، حاکم کہتا ہے کفن کا کپڑا بھجوادوں؟ جنابِ زینبؑ کو جلال آیا... جلال آیا... کہا جا کر حاکم سے کہو... تیرا کفن نہیں چاہئے۔ کربلا میں میری ماں فاطمہؑ کی چادر لوٹی گئی ہے، میری ماں فاطمہؑ کی چادر بھجوادے تاکہ مَیں دادی کی چادر میں پوتی کو لپیٹ کر دفن کروں۔ قاضی نور اللہ شوستری لکھ رہے ہیں تقریر ختم ہوگئی.. میری ماں فاطمہؑ کی چادرِ تطہیر بھجوادے..تاکہ سکینہؑ کو اس چادر میں مَیں دفن کروں۔

یزید نے کہا وہ چادر نہیں ملے گی... چادر نہیں دی جائے گی... رو رہے ہو تم، ماتم کر رہے ہو ارے! سکینہؑ کو کفن نہیں ملا... ارے وہ مظلومہ جس کو کفن نہیں ملا... قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ جب دفن کا وقت آیا تو کفن نہیں تھا ایک بار چوتھے امامؑ نے اپنا عمامہ اتارا اور سکینہؑ کو... ہائے سکینہؑ یا عباسؑ... ہائے سکینہؑ یا عباسؑ... ہائے سکینہؑ یا عباسؑ... سُن لو! روتے جاؤ سن لو... دفن ہوگئی، حسینؑ کی بچی قید خانے میں دفن ہوگئی۔ قبر بن گئی۔

عالم شرف الدّین بہت بڑے عالم.. علامہ زنجانی، آیت اللہ ایران کے بڑے عالم.. مجالسِ خمسہ میں لکھتے ہیں کہ سب سے بڑے دمشق کے عالم ان کا نام شرف

الدّین..اور صلاح الدین ایوبی کا دور ہے واقعۂ کربلا کو سات سو برس گزر چکے تھے۔
دمشق میں حاکم تھا صلاح الدین ایوبی اور دمشق کی نہر نکلوانے لگا، جب نہر میں پانی جاری ہوا تو بی بی کی قبر قید خانے کے نشیب میں تھی۔تہہ خانے میں تھی، پانی آ گیا، پانی آیا تو اس عالم کے خواب میں ایک بچی آئی...کہا تمہیں پتہ نہیں سکینہؑ کی قبر میں پانی آ گیا ہے...مَیں سکینہؑ ہوں، حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ۔

بہت رؤو گے، جب یاد کرو گے بہت رؤو گے... پانی آ گیا، میری قبر کو منتقل کر دو، لاش کو نکال کر بلندی پر دفن کر دو..لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ سکینہؑ کہاں دفن ہیں، قبرستان میں یا قید خانے میں...بس جب اس سرزمین پر پہنچا کرو..اور زیارت کے لئے جب بھی جانا تو ہر جگہ رونا..جانے سکینہؑ کی قبر یہاں ہے یا قید خانے میں ہے، کہ قبرستان میں ہے، ارے بچی کہاں ہے، بس سمجھ لو کہ سکینہؑ تمہیں دیکھ رہی ہے...! کہ زائر آیا ہے...بس جب پہنچو تو کہو ہائے بی بی سکینہؑ ہم آ گئے آپ کی قبر کی زیارت کرنے۔

عالم کی آنکھ کھلی اور چند سیدانیوں کو چُنا...گھر کی سیدانیوں کو لیا...جیسے ہی مَیں تقریر ختم کروں، ماتم کرتے ہوئے اُٹھنا...بھولنا نہیں... ہائے سکینہؑ یا عباسؑ کہتے ہوئے اُٹھنا...اور سب ماتم کرنا اور جناب سکینہؑ کی شہادت کا نوحہ ماجد رضا پڑھیں گے...نوحہ سن کر جانا... پرسہ دینا ہے تو مکمل پرسہ دیا کرو، جو صحیح حق ہے پرسہ دینے کا، تقریر ختم ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ چند سیدانیوں کو عالم نے لیا اور برقعہ پوش سیدانیوں سے کہا کہ اب تم لوگ اندر جاؤ مَیں نہیں جا سکتا اس لئے کہ زہراؑ کی پوتی کی قبر ہے...مرد قریب کیسے جائے، مَیں عالم سہی، مَیں سید سہی لیکن اندر نہیں جا سکتا..تقریر ہو گئی. تمام سیدانیاں.. چھ بیبیاں اور کئی ہزار عورتیں دمشق کی سب گئیں... چھ سیدانیوں نے مل کر سکینہؑ کی قبر

کھودی... پانی آ گیا تھا، قبر کھودی، لاشہ کو نکالا.... شرف الدّین قید خانے کے دروازے پر تھے.... سات سو برس کے بعد.. کربلا کے سات سو برس بعد... جب قبر کھودی گئی ایک بار قید خانے کے اندر رونے کا غُل اُٹھا.. آواز........

نویں مجلس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی آج نویں مجلس آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، اس سلسلے کی آخری مجلس، الوداعی مجلس، چہلم کی مجلس کل منعقد ہوگی اسی وقت کے ساتھ اور بعدِ مجلس نذر کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ قرآن نے اِک منشور، روشنی اور اس عنوان کی سُرخی لکھ دی.. ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان (سورۂ رحمان) اور اتنی مشہور آیت ہے کہ سب کو یاد ہے، سورۂ رحمان کی یہ آیت ..لفظِ ھَل سے شروع ہوتی ہے، ھَل کے معنیٰ ہیں ..کیا.. ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ..کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے... فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰن ...یہ سورۂ رحمان کا کمال ہے کہ ہر آیت کے بعد جب یہ آیت دہرائی جائے تو اپنی پہلی آیت سے معنیٰ ہر آیت کے بدلتے جاتے ہیں، یہاں نعمت بمعنیٰ ہے احسان.. کیوں کہ پہلی آیت میں احسان کا ذکر ہے اس لئے اب ترجمہ یہ ہوگا... احسان کا بدلہ احسان ہے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے...تو اب احسان کا ایک نام نعمت بھی ہے، نعمت کا ایک نام احسان بھی ہے کہ رب نے تمہیں نعمتیں دیں یعنی تم پر احسان کیا...تو اب تم کیا کرو... ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ....رب نے تمہیں نعمتیں دے کر تم پر احسان کیا تو اب تم رب پر احسان کرو.. شرح یہ کر دی گئی معصومینؑ کی زبان سے کہ جب کوئی احسان کرے تو اس کے جواب میں جو احسان تم کو کرنا ہے اگر تم نے اس کے

برابر کا احسان کر دیا تو وہ احسان نہ رہا... اس لئے کہ پھر اولیت کی افضلیت اس کے پاس رہی جس نے کیا احسان ... تم نے کیا کارنامہ کیا؟ ہاں! تم اس سے بڑھ کر احسان کرو کہ تمہارا رتبہ اس سے بڑھ جائے کام میں، جو احسان تم پر کیا گیا جواب میں تم جو احسان کرو وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہو.. تب وہ احسان ہے۔

تو اللہ نے اگر تم کو نعمتیں عطا کیں تو احسان کے ساتھ رشتہ شکر کا بہت گہرا ہے.. صحیفۂ کاملہ میں سید الساجدینؑ نے ارشاد فرمایا...! چھوٹا سا قول ہے لیکن علم کی گہرائیں لئے ہوئے، کاش مَیں احسانوں کا شکریہ ادا کر سکوں... یعنی احسان کا شکریہ ادا کرنا بھی مشکل کام ہے۔ تو اب رب کے اوپر آپ کیا احسان کر سکتے ہیں سوا اس کے کہ اس نے آپ کو نعمتیں عطا کی ہیں آپ شکریہ ادا کیجئے۔ چوتھے امام فرما رہے ہیں، یہی مشکل کام ہے کہ بندوں سے اس کے احسان کے بدلے میں شکریہ ہی ادا ہو جائے تو بڑی بات ہے، کتنا مشکل کام ہے، کہ اس نے تمہیں آنکھیں دیں کہ تم دیکھ سکو، کان دیئے کہ سن سکو، لب دیئے کہ بول سکو، ہاتھ دیئے کہ تم کام کر سکو، پاؤں دیئے کہ تم چل سکو، تو کیا فرداً فرداً ہر انسان اپنے رب کی بارگاہ میں چوبیس گھنٹوں میں ایک بار بھی یہ کہتا ہے کہ تیرا شکریہ تو نے آنکھیں دیں، تیرا شکر ہے کہ تو نے کان دیئے، اگر تو پیدائشی اندھا بنا دیتا، پیدائشی بہرا بنا دیتا... تیرا رحم، تیرا کرم.. تو خالق ہے تو کچھ بھی کر سکتا ہے، نعمتیں ہیں پاس لیکن زبان نہیں کھلتی۔

تو جو زبانیں رب جیسے احسان کرنے والے کی بارگاہ میں انسانوں کی نہ کھلیں تو ان سے مَیں کیا شکوہ کروں کہ تم واہ واہ کیوں نہیں کرتے.. بھئی جب رب کی ہی تعریف واہ واہ نہیں ہے تو مجھ جیسے گناہگار کی واہ واہ کیا.. حالانکہ یہاں بھی رب کی ہی تعریف ہے۔ یہاں جب آپ نے کہا سبحان اللہ... یعنی قابلِ تعریف ہے تو کہ تو نے ایسی بزم

دی. ہمیں منبر دیا، قابلِ تعریف ہے تو کہ تو نے ایک عمارت دی... قابلِ تعریف تو ہے کہ جو ایسے ذہن دیئے جو مجمع میں بیٹھ کر علم کو لے سکیں، تو نے ایسے لوگ دیئے کہ جو علم کو سمجھا سکیں، صرف اس کی واہ واہ... لیکن اس کو مشہور یہ کیا کہ صاحب! یہ واہ واہ کے لئے ہوتا ہے، واہ واہ والے آتے ہیں، ارے واہ، واہ والے بھی آتے ہیں تو وہ بھی احسان کرتے ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک نے کہہ دیا کہ سبحان اللہ تو پتہ نہیں کس کی سبحان اللہ کو رب نے کیسے قبول کیا؟ پھر یہی نہیں، دیکھئے آپ کا شکرانہ کیا ہے؟ ہونٹوں کا شکرانہ کیا ہے؟ آپ نے کہا سبحان اللہ.. یہ آپ نے اپنے دانت، اپنی زبان، اپنے دہن، اپنے ہونٹوں کا شکریہ ادا کیا، ماشا اللہ... جزاک اللہ... یہ تو ادا ہو گیا، آنکھیں تو نہیں بولتیں... آنکھیں تو جھپکتی ہیں، آنکھوں کا شکرانہ کیا ہے؟ اس لئے کہ جسمِ انسانی میں سب کچھ تو آنکھ ہے... یہ چھن جائے تو انسان کی کائنات چِھن گئی، پھر وہ زندہ ہے لیکن مُردہ... اندھا ہے، نظر نہیں آرہا ہے، کچھ دکھائی نہیں دیتا... دنیا اندھیری ہو گئی اور دیکھ رہا ہے کائنات دیکھ رہا ہے.. سب کچھ نظر آرہا ہے، کیا کیا نہیں دیکھ رہا، اولاد کو دیکھ رہا ہے، گھر کو دیکھ رہا ہے، دولت کو، فضاؤں کو، ہواؤں کو، درختوں کو، رنگ کو، روشنی کو، آفتاب کو، دن کو، فطرت کے نظارے اور مظاہر چھن جائیں تو، جب ہے تو شکرانہ... آنکھ کا شکرانہ کیا ہے؟ کس سے پوچھیں کہ اللہ نے ہمیں آنکھیں دیں اس کا شکرانہ کیا ہے؟

تو انبیاؑ سے پوچھیں کہ انبیاؑ کو بھی آنکھیں دیں... تو اَے اللہ کے پیغمبرو! تم نے منہ سے تو دہن کا شکریہ ادا کیا آنکھوں سے آنکھ کا شکریہ کیسے ادا کیا؟ آدمؑ سے پوچھا، آدمؑ نے کہا آنکھ کا شکریہ آنسو... نوحؑ سے پوچھا.. نوحؑ نے کہا آنکھ کا شکریہ آنسو، ابراہیمؑ، زکریاؑ سے پوچھا آنکھ کا شکریہ آنسو، یحییٰؑ سے پوچھا آنکھ کا شکریہ آنسو، یعقوبؑ سے پوچھا کہا شکریہ کہا دیدے بہادو تب بھی شکریہ کہاں ادا ہوتا ہے؟

اچھا تو پھر لوگوں کو موقع کہاں ملتا ہے، لوگ تو کہتے ہیں رونا بدعت ہے، یعنی آنکھ کا شکریہ ادا نہ کرو... زبان سے تو کہو سبحان اللہ، لیکن جو قیمتی چیز ہے اس کے لئے دنیا کہہ رہی ہے... نہیں یہ تو بس ہمارا حق ہے، آنکھیں مل گئیں... فلسفۂ اسلام یہ ہے، کلمہ کے معنی آپ کو معلوم ہیں، یعنی کلمہ اس لئے کہ یہ کہا جائے کہ رب کی کائنات میں جو کچھ ہے ہمارا کچھ نہیں سب تیرا.. جان تو نے دی، جسم تو نے دیا، روح تیرا عطیہ، نفس تیرا عطیہ، رزق تو نے دیا، اولاد تو نے دی... ہمارا کیا، سب تیرے لئے، یہ ہے اسلام کا فلسفہ، ہر نبی، ہر امام یہی کہتا تھا.. سب تیرا، اور جہاں کسی نے مَیں اور میرا کہا اللہ نے کہا یہ ہے شیطان۔

جو کہے یہ میرا.. دولت میری، اولاد میری، گھر میرا، زندگی میری، روح میری، آنکھ میری... تیری کہاں، عطیہ ہے اُس کا، نعمت اس نے دی ہے، احسان اس نے کیا ہے... تمہارا کام ہے شکریہ ادا کرنا... یہ سب تمھارا نہیں ہے، تم روک بھی نہیں سکتے ملک کو اگر ایک گھونسا مار کر اندھا کر دے.. چشمہ لگتا ہے تو کہاں روک لیتے ہو بینائی کو... جیسے جیسے بینائی گھٹتی جاتی ہے روک کر دکھاؤ.. دعائیں کر دیجئے، آنکھوں کی روشنی کم ہو رہی ہے، خاکِ شفا لیتے آیئے گا، جب نعمت چھننے لگتی ہے تب قدر معلوم ہوتی ہے، جب ہے تو غفلت ہے، شکریہ نہیں تو تمہاری تو نہیں ہے، تم شکریہ ادا کرو۔

شکریہ کیا؟ آنکھ کا شکریہ آنسو... کہا نہیں روئیں گے، کیا آپ ڈنڈا مار کر رُلائیں گے...؟ ہاں! ڈنڈا مار کر رلایا جاتا ہے... مَیں نے غلط کہا کیا؟ مَیں نے کہا تھپڑ مار کر رلایا جاتا ہے، غلط کہا مَیں نے... بچہ پیدا ہوا.. اب چپ ہے بچہ! اب وہاں چچا، ماموں، دادا سب انتظار میں ہیں، وارث ہوا ہے، پوتا ہوا ہے، جلدی سے لائی دایا خیریت کی خبر زچہ و بچہ کی... مبارک سلامت کا غل ہو، باجے بجیں، پھر کوئی بزرگ

جائے، بچے کے کان میں اذان کہے، اقامت کہے، رسمیں شروع ہوں، صدقہ اترے، عقیقہ ہو...زعفران کھلایا جائے، پھوپھیاں نیگ لیں، بہنیں نیگ لیں، کوئی کاجل لگائے، کوئی ٹیکہ لگائے...سارے جشن کا انتظام صرف ایک عمل پہ رُکا ہوا ہے...کہا وہ تو ابھی بولا ہی نہیں...پیدا تو ہو گیا بولا نہیں، حالانکہ پیدا ہوتے ہی بولتا ہے، نہ بولے تب کیا ہوتا ہے؟ نہ روئے تو کیا ہوتا ہے؟ اس کی تو فطرت میں اللہ نے رکھ دیا ہے...ادھر زمین پر قدم رکھا اور تجھے رونا ہے، نہیں رویا تو ایک ہاتھ دائی نے پیٹھ پر مارا...اور جیسے ہی ہاتھ پڑا، چیخ کر رویا...سب نے کہا مبارک ہو، زندہ ہے۔

اب یہاں سے وہاں تک دادا، نانا، چچا...خوشیاں ہیں، ارے! ایک گھونسے کی خوشی، رونے کی خوشی، یہ رو رہا ہے، وہ ہنس رہے ہیں...وہ سب خوش ہو رہے ہیں، اور رویا کس بات پر، ایک ہاتھ پر....مار کر رُلایا...مارا! نہیں رویا...دائی کا منہ اتر گیا...کہا مُردہ پیدا ہوا ہے، کہا کیسے پتہ؟ کہا رویا ہی نہیں، جو نہ روئے وہ مُردہ، روئے تو زندہ۔ نہیں رویا...ڈنڈا کھا کر بھی نہیں رویا، ڈانٹ کھا کر بھی نہیں رویا...واہ سُن کر بھی نہیں رویا، نصیحت سن کر بھی نہیں رویا، امام کی حدیث سن کر بھی نہیں رویا تو مُردہ..زندہ کہاں ہے؟ ہاں وہ معاف ہیں کہ جو بدعت کہتے ہیں رونے کو، وہ اگر بیٹھے ہیں مجلس میں تو معذرت...جب سب روتے ہیں شیعہ، مَیں چہرے دیکھتا ہوں تو معاف کرتا ہوں کہ ہاں! یہ اس فرقہ سے ہیں۔

ہمارے نہیں ہیں، ورنہ روتے، اب یہ کہ بیچارے آگئے، تقیہ میں آگئے، تقریر تو سب ہی کو پسند ہے، ہمارے یہاں کی خطابت، کوئی فرقہ ہو خطابت یہیں ہے، انہیں یہاں آنا پڑے گا، اپنوں کو بھی غیروں کو بھی، آگئے اب ہے مشکل، روئیں کیسے؟ یہ ہے بدعت۔ اس لئے کہ اللہ کا شکریہ تو آنکھوں کا ادا کرنا ہی نہیں...جس نے شکریہ ادا کیا

اس نے آنسو بہائے۔ کیا طریقہ حسینؑ نے انہیں بتا دیا؟ اللہ کی عبادت کا ایک طریقہ بتایا کہ انبیاؑ کی سب سے افضل ترین عبادت تھی رونا... آپ پڑھیے تحفۃ العوام اور مفاتیح، مجتہدین سے علماٗ سے پوچھئے... وہ نماز خضوع وخشوع کی جو رو کر پڑھی جائے، وہ دعا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے کہ روتا جائے اور دُعا مانگتا جائے، صاحب قبول نہیں ہوتی اتنا مانگتے ہیں... کیسے قبول نہیں ہوتیں... ارے! جو طریقہ ہے ویسے کہاں مانگا؟

کون مانگتا ہے؟ بہت سے بزرگوں کو یہ دُعا کا طریقہ معلوم ہے، کعبہ کو جاؤ حکم ہے کعبہ کو دیکھتے ہی رؤو... کعبہ سے لپٹ لپٹ کر رؤو... تمام فرقوں میں یہ ہے کہ جب رمضان کا آخری جمعہ آئے تو رمضان کو رو رو کر رخصت کرو... دیکھئے! وہاں بدعت نہیں ہے، یعنی روزے پر رؤو... رمضان کو جب وداع کرو تو رؤو... حج میں بھی ہے... اہلسنّت کے یہاں بھی صفا اور مروہ کے درمیان رؤو... ہاجرہ کو یاد کر کے رؤو... انبیاؑ کو یاد کر کے رؤو... ابراہیمؑ کی محنتوں کو یاد کر کے رؤو... ہر عبادت میں رونا ہے... اور وہی عبادت قابلِ قبول ہے جس میں رونا ہو، کیوں؟ اس لئے کہ عبادت کی سجاوٹ آنسو ہیں اور وہ عبادت قابلِ قبول ہے جس میں ہو سجاوٹ... اللہ نے کیا ہے احسان، اب تم کو جو احسان کرنا ہے نعمت کے شکرانے کے لئے اس کو سجا کر پیش کرو اور وہ سجے گی آنسوؤں کے، موتیوں سے، یہ موتی سچّے موتی ہیں۔

اب غمِ حسینؑ نہ ہوتا تو لوگوں کو رونے کا طریقہ بھی معلوم نہ ہوتا... چوتھے امامؑ نے دونوں رونے ملا دیئے، نماز کے لئے کھڑے ہوں تو تھر تھر کانپیں اور روئیں، لوگوں نے کہا آپ اتنا روتے ہیں، جب نماز پڑھتے ہیں، وضو کرنے جاتے ہیں... تو کہا! لاؤ کتاب لاؤ ہمارے دادا کی، کہا پڑھو کہ جب علیؑ محرابِ عبادت میں کھڑے ہوتے تھے تو کس طرح روتے تھے، مَیں تو حق بھی نہیں ادا کر سکتا جیسی عبادت علیؑ کرتے تھے۔

حالانکہ زین العابدینؑ ہے، سیدؑ الساجدین ہے... سجدہ میں رونا، رکوع میں رونا، وضو میں رونا، نماز میں رونا.... ہر پیغمبر رویا، ہر امام رویا... رونا سرتاجِ عبادت ہے۔ عبادت کا تاج ہے آنسو... اگر کوئی تاج ہے عبادت کا تو اس کا کوہِ نور ہے آنسو۔

اب کوئی اپنے تاج کو اندھیرا رکھنا چاہتا ہے اس میں کوہِ نور رکھنا ہی نہیں چاہتا تو پھوٹے اس کی آنکھ، اور یہی کہا انبیاؑ نے، یہی کہا آئمہؑ نے کہ جو حسینؑ پہ نہ روسکیں وہ آنکھیں اندھی ہیں، ان میں نور نہیں ہے، وہ انسان بھی مردہ، وہ آنکھیں بھی اندھی... اس لئے کہ عبادت میں رونا مشکل ہے، حج میں رونا مشکل ہے، نماز میں رونا مشکل ہے... دُعا میں رونا مشکل ہے، مجلس میں رونا آسان ہے اس لئے کہ یہ مصائب ہوتے ہیں کہ یہ شہہ رگ سے قریب... جو کچھ اپنے اوپر گزر چکی ہوتی ہے وہی سنایا جاتا ہے، روزمرہ کی دنیا میں جو مصیبتیں انسان دیکھتا ہے ویسی ہی مصیبت ہے کربلا۔

سجاوٹ کے بغیر رونا بھی نہیں آتا، اس لئے حکم ہے کہ سجاوٹ ہو.. ایک ہے شاعری، ایک ہے سجی ہوئی شاعری... حکم تھا اللہ کی طرف سے کہ انیسؔ و دبیرؔ کو پیدا کیا جائے...!

انہیں شاعر بنا کر پیدا کیا جائے... شاعر پیدا ہوتا ہے، بنایا نہیں جاتا، مشہور بات ہے، دنیا کی کسی زبان کا شاعر ہو، بنایا نہیں جاسکتا، اللہ کی طرف سے وہ شاعر پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ انہیں شاعر بنا کر پیدا کرو، اب یہ ان کا کام ہے کہ صرف شاعری نہیں کرنی ہے سجانا ہے... کربلا کو سجا دیا۔ سجاتے نہ تو رونا نہ آتا، سادہ سادہ کہہ دیتے حسینؑ شہید ہو گئے، نہیں صرف یہ نہیں کہ شعر میں کہہ دیا کہ... سن اکسٹھ ہجری میں حسینؑ شہید کر دیئے گئے، بس اتنا کہہ دیتے نہیں بلکہ سجایا اور سجا کے کہا!

جنگل سے آئی فاطمہ زہراؑ کی یہ صدا امّت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمداؐ

اِس وقت کون حق رفاقت کرے ادا ہے ہے یہ ظلم ! اور دو عالم کا مقتدا

انیؔس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر

زینبؑ نکل ! حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

سجا دیا.. شہادت کو سجا دیا... اکبرؑ کی رخصت، قاسمؑ کی رخصت، عباسؑ کی لڑائی، سکینہؑ کے بین، زینبؑ کے بین، خیموں کا جلنا، مسند کا لٹنا.. سجایا انیؔس نے کہ سجاوٹ میں رونا آتا ہے۔ وقت نہیں اور نہ ہی اتنا لوگوں کے دماغوں میں بار کو اٹھانے کی عادت ہے ورنہ میں ایک ایک چیز آپ کے معاشرے کی عادات و اطوار سے دلیلیں دے کر بتاتا... میں نے کہا کہ تھپڑ مار کر رلایا جاتا ہے... کوئی موت ایسی ہو کہ جس میں سکتہ ہو جائے.. تو بڑے بڑے ڈاکٹر کہہ کر جاتے ہیں صاحب! آپ نے ہمیں کیوں بلالیا... اس کا کوئی علاج نہیں ہے، سکتہ ہو گیا ہے، انہیں شاک shock پہنچا ہے، ان کے دل پر ایک دم سے یہ غم پڑا ہے، ان کا دماغ ماؤف ہو گیا ہے، انہیں رلائیے، ہر ڈاکٹر یہی کہے گا... یہ کوئی نئی بات بتائی میں نے... یہ اخباروں کی پڑھی ہوئی بات ہے، یہ روز کی دیکھی سنی بات ہے... جسے سکتہ ہو جاتا ہے، عزیز و رشتہ دار اسے تھپڑ مار مار کر رلاتے ہیں۔ بال پکڑ کر کھینچتے ہیں، روؤ... یہ میت ہے، یہ تمہارا رشتہ دار ہے، مر گیا، جب تک وہ رونہ لے رشتہ داروں کو چین نہیں پڑتا... دماغ پلٹ جائے گا، پاگل ہو جائے گا، سکتہ ہوا ہے، سکتے کے بعد فوراً پاگل ہو جائے گا، کتنا اخباروں میں آتا ہے کہ صاحب فلاں ماں پاگل ہو گئی، فلاں بھائی پاگل ہو گیا... اسی لئے ہمارے یہاں رونا ہے کہ اچھا بھلا انسان پاگل نہ ہو جائے، پورا معاشرہ پاگل ہو چکا ہے، ہم نے پاگل پن سے اپنوں کو بچایا ہے کہ رولو۔

انگریزی کتاب ہے، رونا سیکھئے..! پریشان ہونا چھوڑیئے... ابھی پہلی محرم کو

سارے انگریزی اردو اخباروں میں ایک انگریز کا مضمون آیا کہ اگر بڑی پریشانی ہے اور دور نہیں ہو رہی تو کمرہ بند کر کے رولو، یوں ہی رولو، بے مقصد رولو... پتہ چلا ہر بیماری کا علاج رونا ہے...کم از کم اگر پاگل پن کا دورہ پڑنے والا ہے، دیوانگی کا دورہ پڑنے والا ہے تو اس کا کسی ڈاکٹر کو نہیں معلوم کہ کب دورہ پڑے گا...! اللہ نے علاج پہلے سے بتایا کہ اس سے پہلے کہ دیوانے ہو جاؤ، سڑی ہو جاؤ...کپڑے پھاڑ کر سڑک پر نکل جاؤ اور اپنے کو کہو..میں ولی ہوں، میں ولی ہوں... پاگل بننے سے پہلے رولو.... رو کر جو ولی بنتا ہے وہ ولی ہی اور ہوتا ہے۔

اسی لئے یہ سب ولی بن گئے، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیأ، شہباز قلندر، گنج شکر، ہجویری..روتے خوب تھے...اور جہاں روئے انہوں نے کہا پیر ہے...کیا عبادت گذار ہے...زاہد اسی کو کہتے تھے جو زیادہ روئے...آپ کو پتہ ہے جناب یحیٰؑ کا یہ خطاب کیوں پڑا..زہدِ یحیٰؑ کیوں مشہور ہے، زہدِ عیسیٰؑ...! زہدِ آدمؑ کیوں نہیں، زہدِ نوحؑ کیوں نہیں...! زہدِ ابراہیمؑ کیوں نہیں؟ زہد کا لفظ دو کے ساتھ زہدِ عیسیٰؑ اور زہدِ یحیٰؑ، دونوں ایک وقت میں تھے، سگے خالہ زاد بھائی...ایک بستی میں وہ رو رہے ہیں، ایک بستی میں یہ....ایسا نہ ہو کہ درمیان کا کوئی کہہ دے کہ ان کا رونا کم ہو گیا، دونوں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے، ان کو بھی زاہد کہا، ان کو بھی زاہد کہا..تو تاریخ میں، انبیأؑ کی تاریخ میں زاہد کا خطاب اس کو ملتا ہے جو روئے زیادہ، نمازیں پڑھنے پر زہد کا خطاب نہیں ملا، زیادہ رونے پر زہد کا خطاب ملا، زہد کہتے ہی اُسے ہیں، فقر و فقیری کہتے ہی اُسے ہیں جو زیادہ روئے۔ یحیٰؑ اتنا روئے، پتہ ہے کتنا روئے؟ اتنا روئے کہ سارا گوشت آنکھوں کے نیچے کا بہہ گیا..جنابِ یحیٰؑ کے چہرے کی ہڈیاں نظر آتی تھیں...اور عمر بتاؤں..؟ آپ کہیں گے ہوں گے بڈھے۔ارے! تینتیس میں تو

شہادت ہوگئی۔ کُل تینتیس برس زندہ رہے..... تیس برس کا جوان ہوتا ہے اور بچپن سے رونا شروع کیا۔

گیارہویں امام دس برس کے سن میں روتے تھے، بہلول نے پوچھا کیوں روئے، آپ تو بچے ہیں معاذ اللہ، کہا بڑا ہو تو اس لئے روئے کہ خوفِ الٰہی سے روئے... آپ تو بچہ ہیں... آپ پر تو کوئی حد ہی نہیں، شریعت کی کوئی بات آپ پر لاگو ہی نہیں ہوتی... کیا سوا امام کے کوئی جواب دے سکتا ہے کہ بچپن میں کیوں رو رہا ہوں؟ کہا اس لئے کہ روز میں دیکھتا ہوں اپنی ماں کو کہ وہ کھانا پکانے کے لئے چولہا جلاتی ہیں اور بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لئے چھوٹی لکڑیاں پہلے استعمال کرتی ہیں... چھوٹی لکڑیوں کی مدد سے بڑی لکڑی جلتی ہے تو میں یہ سوچ کر روتا ہوں... دنیا کے بچوں کو سبق دیا... کہ جہنم کی چھوٹی لکڑی تم نہ بن جاؤ... بڑی لکڑیوں کو جلانے کی مدد میں تو حسنؑ عسکری نے دنیا کے بچوں کو بتایا... اب ظاہر ہے کہ بہلول نے کیا سیکھا ہوگا ایک بچے سے اس دن سے دنیا سے بیزار ہوگئے اور جا کر قبرستان میں بیٹھ گئے، قبر میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے، لوگوں نے کہا بہلول دنیا کے تماشے وہاں، سارا مجمع وہاں تم اکیلے یہاں بیٹھے ہو، کہا یہاں آکر بیٹھا اسی لئے ہوں کہ ان سب کو ایک دن اسی طرف آنا ہے... قبر دیکھ کر بھی رونا آتا ہے، حکم ہے... کوئی قبر دیکھو، ٹوٹی، شکستہ قبر تو آنسو بہادو... آپ سمجھے کہ آنسوؤں کی کیا قیمت ہے اور یہ تو ہمیں ایسی دولت مل گئی کسی کے نصیب میں، اب یہ کہ بہت سے لوگ پریشان ہوتے ہیں صاحب! کیسے روئیں...؟ بھئی سیکھئے... بڈھوں کو سکھانا تو بہت مشکل ہے، بچوں کو تو میں سکھا دیتا ہوں، ماشاء اللہ میرے بچے جب لاہور گئے تو منبر پر کھڑے رو رہے تھے، حالانکہ کیمرے سے تصویریں کھینچ رہے تھے لیکن آنسو اور دہاڑیں... لاہور کے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ بھئی آپ لوگ رونے کیسے لگے؟

کہنے لگے آپ کے بچوں سے سیکھا...! کبھی کبھی بچوں سے بھی بات سیکھی جاتی ہے... بچوں کے دل نرم ہوتے ہیں، سیکھنے کے دن یہی ہوتے ہیں کہ بچوں کو مجلسوں میں بھیجو، تمہاری عادتیں تو بگڑ چکی ہیں، تم سے مراد جو بھی نہیں بھیجتا... بھئی جو رورہا ہے وہ تو تم میں ہی ہے نا اب تم میں وہ شامل ہوا ہے جو نہ سیکھے گا، ضدی ہے۔ بچوں کو مجلس میں بھیجو... اب تمہارے دن تو گزر گئے ہیں نہیں رو پا رہے... وجہ کل بیان کروں گا کہ آنسو کیوں نہیں نکلتے...؟ وہ بھی امام کی حدیث کل سناؤں گا کہ کیوں نہیں رو پاتے... بن کے بھی نہیں رو پاتے... دہاڑیں بھی نہیں مار پاتے، اس کی کیا وجہ ہے.. لیکن ایک بات ہے کہ اگر خود نہ رو پاؤ... تو اپنے بچوں کو، چھوٹے بچوں کو یہ کہہ کر بھیجو کہ آگے بیٹھنا... ذاکر جو کہے، مصائب میں رونا... ماں اور باپ اگر اپنے بچوں سے یہ کہہ کر مجلس میں لائیں تو پتہ ہے کیا ہوگا...؟ معصوم کی حدیث ہے کہ اگر تم نے عمل میں کوتاہی کی اور تم سے عمل نہیں ہو سکے جو تم نے وقت ضائع کیا اور جو نامۂ اعمال میں واجبات اور مستحبات ہونے چاہئے تھے اگر تم اپنے بچوں کو حکم دے دو کہ یہ کریں، پس وہ بچہ جب تک وہ کام کرتے رہیں گے جو کمی تمہارے نامۂ اعمال میں ہے بچے اس کمی کو پورا کریں گے اور نسل ہا نسل تک جو تم نے حکم دیا ہے اس کا ثواب تمہیں ملتا رہے گا۔

تو اب جو نہیں رو پائے ان کے نامۂ اعمال سادے ہیں وہ بچوں کو رلوائیں غمِ حسینؑ میں تاکہ ان کے یہاں اعمال لکھے جائیں... دیکھا کتنی اہمیت ہے رونے کی.. انبیاؑ کا کام ہے یہ... اور اللہ میاں کا سب سے پسندیدہ کام ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں کا پسندیدہ کام نماز ہے، پسند تو اسے سب ہی کچھ ہے، نماز بھی پسند ہے، روزہ بھی پسند ہے لیکن سجاوٹ والی عبادت...! احسان والی عبادت، آپ نماز پڑھ رہے ہیں اللہ پر کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں، کہیں نہیں لکھا کہ نماز پڑھنے والے کا احسان اللہ پر ہوتا ہے،

کہیں نہیں لکھا ہے کہ روزہ رکھنے والے کا احسان اللہ پر ہوتا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ حج کرنے والے کا احسان اللہ پر ہوتا ہے۔ یہ حکم ہیں.. چونکہ تم نے لا الٰہ کہا ہے یہ سب کرنا ہے، میرے اوپر کوئی احسان نہیں، احسان ہے مجھ پر رونا.. اللہ کہہ رہا ہے مجھ پر رونا... اللہ میاں کا کون سا انتقال ہوا ہے کہ اس پر روئیں، لیکن اللہ کہہ رہا ہے کہ رونا۔ یہ وہ چھپا ہوا خزانہ تھا... مَیں نے چاہا کہ مَیں ظاہر ہو جاؤں... چونکہ ہم نے انسان کو اپنے پاس رکھا... چونکہ مجھے محبوب تھا تو محبوب کو سینے سے لگا کر رکھا لیکن جدائی ہوئی... فراق ہوا، جدا ہو گئے، جدائی تم نے خود مول لی... الگ تم ہوئے، ہم نہیں الگ کرنا چاہتے تھے، ہم نے تو کہا تھا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا یہاں آرام سے رہو، چلے گئے اب جدائی ہو گئی، الگ الگ ہو گئے.... عشق ہے ہمیں تم سے، تم کو ہم سے... عشق کی سب سے بڑی دلیل کیا ہے؟ جب محبوب جدا ہو جائے تو دونوں تڑپ تڑپ کر روئیں.... عشق کی سب سے بڑی سچائی ہے رونا.... جب آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا تو تاحیات روئے... ارے بھئی آدمؑ روئے کیوں؟ فراقِ الٰہی میں روئے... تب ہی تو اللہ نے کہا ہمیں آدمؑ کا رونا پسند آیا، تم ہم سے جدا ہو اس بات پر رو ؤ کہ تم ہم کو دیکھ نہیں پا رہے ہو، تم ہم سے قریب نہیں آ پا رہے ہو، تم ہمارے پیار کو محسوس نہیں کر رہے ہو اسی پر رو ؤ، اللہ میاں کو معلوم تھا کہ روئیں گے نہیں، اس لئے کہ عاشق معشوق کو اپنے عشق میں روتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے جب ہے عشق کی کامیابی، اللہ چاہتا تھا بندے روئیں... اللہ کو معلوم تھا روئیں گے نہیں، بڑے سخت دل ہیں، کہا نہیں مانتے ہمارا... جب آدمؑ نے نہیں مانا تو اس کی اولاد کیا مانے گی۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ رُلائیں گے تو... سب کو رلائیں گے۔ نوحؑ کو رُلائیں گے، یعقوبؑ کو رلائیں گے سب کو رلائیں گے... یوں نہیں رو ؤ گے تو ہم یوسفؑ کو جدا کر دیں گے، یوسفؑ کو چھین لیں گے، اب تو رو ؤ گے،

ابراہیمؑ اب تو روؤ گے جب بچے کے گلے پر خود چھری رکھو گے... ہر نبیؑ کو رلایا... کسی طرح بھی رلایا... آدمؑ کو جنت سے نکال کر رلایا، نوحؑ کو قوم سے عاجز کر کے رلایا... ابراہیمؑ کو خود بچہ کے گلے پر چھری رکھوا کر رلوایا... یعقوبؑ کو بچہ چھڑوا کر رلائے... تو اللہ میاں کی عادت ہے رُلانا... اس لئے کہ اسے پسند ہے... جتنا دہاڑیں مار مار کر بندہ روئے، مرتبہ بڑھا، اولوالعزم ہوا، عظیم ہوا... بس وہ چاہتا تھا کہ ہر بندہ روئے... تب اس نے واقعۂ کربلا رکھا... یہ ہے راز... کہ حسینؑ کو روؤ گے تو حسینؑ پر نہیں روؤ گے... وہ ہے ہمارے اوپر، روؤ گے حسینؑ پر احسان ہم پر... تو بھئی سب سے مشکل کام ہے رلانا... جب اللہ نہیں تمہیں رُلا پایا تو ہم کیا رلائیں گے۔

آپ ذرا بتایئے! شیعوں کو کوئی رلا سکتا ہے، یہ تو ذاکرین کے کمالات ہیں... صدیوں صدیوں جو گذر گئے... اللہ ان کے مرتبوں کو بلند کرے کہ رُلا پٹا کر چلے گئے... اب بھی جو کوشش کرتے ہیں رُلوانے، پٹوانے کی مَیں سمجھتا ہوں دنیا میں ان سے بڑا کوئی خطیب نہیں۔ اور جو نہیں رُلا پاتے وہ ناکامیاب... بھئی یہی معیار ہے۔

مَیں نے کہا حکم ہے.... زبردستی رُلواؤ... حکمِ امام ہے، امامؑ نے بیچ مجلس میں صحابی کو ڈانٹ کر کہا! کیا کر رہا ہے یہ رومال کو منہ پر رکھے، کوئی اپنے چاہنے والے کو بھری بزم میں اس طرح ذلیل کر دیتا ہے... ابوبصیر کیا رو رہا ہے... جعفرِ صادقؑ ڈانٹ رہے ہیں۔ کہا! مولاؑ یہ رومال بھیگ گیا، کہا یہ کوئی رونے کا طریقہ ہے؟ کہ رومال بھیگ گیا، ویسے روؤ جیسے ہماری دادی جنت میں روتی ہیں۔ یا تو ان باتوں پر یقین نہیں ہے لوگوں کو یا تو یہ باتیں دماغوں میں گھستی ہی نہیں ہیں کہ جنابِ سیدہؑ اب تک چیخ کر رو رہی ہیں... دہاڑیں مار کر رو رہی ہیں، جن کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتی ہیں وہ قبول ہی نہیں کرتے... بھائی! ہم تو پیغام دے رہے ہیں، دس باتیں بنایئے آپ ہمارے بارے

میں، ہم تو اپنا کام کر گئے... آپ بنا لیجئے مذاق... اور کام یہ ہے کہ دنیا نے چودہ سو برس کیا کوشش کی؟ کیوں مارا، کیوں قتل کیا؟ کیوں بغداد کی دیواروں میں چُنا...؟ اس پر کہ علم اٹھاتے ہیں نہیں... تعزیہ اٹھاتے ہیں... نہیں... رونا روکو...!

آج تک آپ کے ذاکرین نے ان باتوں کو اس طرح سمجھایا نہیں... آپ کو نہیں معلوم یہ سب کچھ نہیں کہ یہ سب عقائد کیا ہیں؟ کوئی علیؑ ولی اللہ سے دشمنی نہیں ہے... کوئی اس پر جھگڑا نہیں ہے... خلافت کوئی جھگڑا نہیں، صحابیت کوئی جھگڑا نہیں، سب اپنا اپنا کام کر رہے ہیں، اپنے اپنے منصب پر علیؑ کو مانیں... جھگڑا صرف اس پر ہے کہ یہ روتے ہیں۔ آپ کہیں گے دلیل... صرف اس بات پر جھگڑا ہے کہ رونے کو روکا جائے... دیکھئے انہوں نے دیکھا کہ ایسے نہیں چھوڑتے تو درمیان میں لا کر لوگ چھوڑ دیئے کہ دھیرے دھیرے مجلس کو لیکچر بنا دو... درس بنا دو... فقہ کی باتیں کرو، یہ ساری باتیں کرو... زکوٰۃ پر تقریر ہو رہی ہے تو کون روئے گا؟ خمس پر تقریر ہو رہی ہے تو کون روئے گا؟ وضو کیسے کریں؟ اس پر تقریر ہو رہی ہے تو کون روئے گا؟ ارے! لاشوں اور میتوں پر تو رو نہیں رہے ہیں تو وضو اور نمازِ میت پر کون روئے گا؟ حالانکہ وہاں حکم ہے... آپ کہیں گے کہ دلیل دیں تو جانوں...! یہ صرف چیخ کر رونے کی دنیا دشمن ہے ایسی دلیل دوں گا کہ کٹ کٹ کر رہ جائیں گے وہ لوگ... جو اس کے خلاف ہیں اور سامنے کی دلیل ہے، اور ایسی کہ سچ مچ کا جو مومن ہوگا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر استادہ کرے گا۔ یہ بتاؤ زہراؑ کا دروازہ کیوں جلا؟ کس بات پر دروازہ جلا؟ ارے! رونے کو روکو... فاطمہ زہراؑ کے رونے کو رکوانا چاہتے تھے۔

فدک کا معاملہ بعد میں ہوا ہے دیکھئے! گھر جلا ہے دسویں روز وفاتِ نبیؐ کے... فدک کا خطبہ ہوا ہے پندرھویں روز... اور اس رات آپ کو معلوم ہے، جس رات وفاتِ

رسولؐ ہوئی... امام صادقؑ کا قول ہے تھر تھر کانپ رہے تھے آلِ محمدؐ.. انہیں معلوم تھا کیا ہونے والا ہے؟ پوری رات عالمِ خوف میں گزری۔ کیوں؟ لوگوں نے کہا یا علیؑ زہراؑ سے کہیں دن کو روئیں یا رات کو... دشمنی کس چیز سے تھی؟ رو کیوں رہی ہے بیٹی؟ اس لئے کہ ذکر زندہ ہوتا ہے رونے سے.... اب پھر جملہ دے رہا ہوں... امت نے طے کیا تھا کہ وفاتِ نبیؐ کے دن جھنڈے نکالیں گے، خوشی منائیں گے... جشن منائیں گے۔ بیٹی نے کہا نہیں... ہم غم منائیں گے۔ اب جملہ پہ جملہ دے رہا ہوں... حسینؑ شہید ہوئے، لشکرِ یزید نے طے کیا تھا کہ خوشیاں منائیں گے، باجے بجائیں گے، نعرے لگائیں گے، نمازیں پڑھیں گے، زینبؑ نے کہا ہم روئیں گے۔

سیدِ سجادؑ بار بار کہہ رہے ہیں... چالیس برس رونا ہے، آگے کا لائحۂ عمل بھی بتا رہے ہیں، سید سجادؑ نے چالیس برس کا منشور دیا کہ جو کرنا ہو کر لینا... چالیس برس رونا ہے۔ توجہ نہیں کی یہ بار بار اعلان کیوں؟ ہم چالیس برس روئیں گے، اگر ہمت ہے تو روک کر دکھا دینا۔ ایسے منشور، نظام بنا دیا رونے کا... گریہ کا نظام، ایک اصول اور بتا دیا، طریقہ بتا دیا کہا دیکھو! رونا یوں نہیں آتا... کسی بے کس کی موت دیکھنا... کسی کا گھر جلتا دیکھنا... غربت میں کسی کی موت دیکھنا... پانی دیکھنا بس اس وقت حسینؑ کو یاد کر لینا۔ طریقہ بتا دیا، شاعروں کو بلایا... وظیفے دیئے، کہا حسینؑ کا مرثیہ کہو... کیوں شعر اثر کرتا ہے نثر کے مقابلے میں... جتنے درہم و دینار آلِ محمدؐ نے شاعروں کو دیئے، بڑے بڑے بادشاہوں نے نہیں دیئے۔ بھئی عجیب بات کہہ رہا ہوں، محمود غزنوی نے فردوسی سے شاہنامہ لکھوایا... اور کہا اتنی اتنی اشرفیاں دیں گے، وزیر نے کانا پھوسی کی اس نے کچھ کم کر لیئے... جو کام ایک بادشاہ کے حکم سے فردوسی نے شاہنامے کا کیا تھا، کچھ دینار کم ہو گئے تو تبرا لکھ دیا... اسی شاہنامے میں لکھ دیا بخیل ہے، کم بخت ہے، کنجوس ہے...

ارے! یہ کیا اس کے تو بڑے بڑے رہنما ایسے ہی تھے۔

کہاں شاہنامہ ایران کے بادشاہوں کی تعریف... مرتے مرتے فردوسی کچھ اور لکھوا گیا صرف بخالت کی بنا پر، کیوں بیان کیا یہ واقعہ مَیں نے؟ یعنی بڑے بڑے بادشاہ... ہارون رشید... کہنے لگے بھئی میری شان میں قصیدہ لاؤ.. انعام ملے گا۔ بادشاہ نے اعلان کیا اس نے کہا سرکار قصیدہ تو پڑھوں گا، لیکن جس چیز پر لکھا ہوگا اسے تول کر مَیں اتنی اشرفیاں لیتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، ہاں زیادہ سے زیادہ بھئی کاغذ پر ہوگا، لکڑی پر ہوگا...... وہ پتھر کی سل پر قصیدہ لکھ کر لے آیا... اونٹ پر لاد کر۔ ہارون کا دَم نکل گیا جب وہ سِل اُٹھوا کر لایا مزدوروں سے ... کہا یہ ہے میرا قصیدہ سرکار۔ اس کے برابر تول دے اشرفیاں، ایک قصہ کوئی ایسا بتا دے کہ علیؑ سے لے کر امامؑ مہدی تک کوئی شاعر قصیدہ لایا ہو اور یہ کہتا ہوا نکلا ہو کہ زیادہ نہیں دیا۔ بجائے اس کے تاریخ نے یہ لکھا کیا مدح کروں مَیں امامؑ کی هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ...(سورۂ رحمان) تُو نے میرے جد کا مرثیہ لکھا، پہلے یہ اعلان کیا کہ ایک شعر کہو تو جنت میں قصر دیتے ہیں... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان... تم نے شعر کہا... یہ لفظ ہیں ہم نے محل دیا، ایک شعر، دو شعر... دو ہزار، تین ہزار، چار ہزار... پروردگار! یہ شعر پڑھتے رہے تو قصر کتنے ہیں؟

کہا سب شعرأ کے تم سے کیا مطلب؟ اس حساب سے تو جنت کے سارے قصر شعرأ کے ہیں، ارے! ہم لوگوں کے تو جنت میں قصر الاٹ ہی نہیں ہوئے... مولاؑ نے کوئی حدیث نہیں کہی، ہاں! اس پر تو حدیث ہے، ایک شعر کہا تو جنت میں ایک قصر۔ تو شعرأ نے خوب خوب کہا... میر انیسؔ نے ڈھائی لاکھ قصر کہہ دیئے... ڈھائی لاکھ تو صرف انیسؔ کے ہیں، پانچ ہزار مرثیے دبیرؔ کے ہیں، پھر عشقؔ کے، تعشقؔ کے، پھر وحیدؔ کے،

پھر مونس کے، پھر نفیس کے، پھر بابو صاحب فائق، پھر عارف کے... آٹھ پشتوں تک... اور پیچھے تو ہیں ہی... دادا، پردادا... باپ میر خلیق، ان کے باپ میر حسن ان کے باپ میر ضاحک... اور امامی تک نو پشتوں تک... کروڑوں تک بات جائے گی، جنت تو پوری الاٹ کرالی شعرأ نے۔ حسینی شاعروں نے جنت الاٹ کرالی۔

پروردگار! سورۂ دہر میں آلِ محمدؐ کو کیا دیا تھا.... آلِ محمدؐ نے تو سب ان کے نام کر دیا.... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ...جزأ سے پتہ چلا احسان کتنا بڑا ہے؟ اس آیت نے سورۂ رحمان میں یہ بتایا ہے کہ جب جزا دیں تو اندازہ کرنا کہ کام کتنا بڑا ہے؟ یہ آیت قرآن میں قیامت تک کے لئے رکھی ہوئی ہے تا کہ کام کا اندازہ کیا جائے۔

جزا کو دیکھ کر اندازہ کرنا کہ احسان کا بدلہ کیا ہے، قصر، قصر قصر... ارے یہ تو ملیں گے کبھی، ابھی قبر اور پھر میزان اور پھر برزخ اور پلِ صراط، پتہ نہیں کب یہ دنیا ختم ہوگی اور کب محشر آئے گا اور کب فیصلہ ہوگا اور کب شعرأ کو یہ مکانات ملیں گے۔ کہا نہیں یہ تو اعلان ہے... الاٹمنٹ ہوگئی، وہ تو وہاں تم دیکھو گے کہ کیا ہوا؟ ورنہ خواب میں اگر تمہارے پاس طاقت ہے تو جا کے دیکھ لو کہ وہاں کیا ہوتا ہے...؟ بہلول نے بتا دیا نا... راستے میں بیٹھا ہوا مکان بنا رہا ہے... زبیدہ اور اس کا شوہر ہارون رشید دونوں آئے کہا کیا بنا رہے ہو؟ کہا جنت میں محل۔ زبیدہ نے کہا بیچو گے؟ کہا ہاں... کہا یہ درہم و دینار لو... کہا یہ مکان لو... اور ہاتھ سے مٹا دیئے مٹی کے مکان... کہا زبیدہ یہ تیرے ہوگئے مکان، دو مکان زبیدہ نے لے لئے بہلول سے۔ رات کو ہارون نے خواب دیکھا... زبیدہ ایک قصر سے نکلی... ہارون نے کہا بھئی یہ کہاں آگئی تو...؟ کہا یہ میرے دو قصر ہیں جو میں نے بہلول سے راستے میں خریدے تھے۔

بس دوسرے دن ہارون نے کہا زبیدہ اسی راستے سے چلو... زبیدہ بھی مسکرائی، سمجھ گئی... سواری پہنچی دیکھا تو بہلول پھر مٹی کے مکان بنا رہے ہیں... گیارہویں امام اور دسویں امام کے صحابی ہیں بہلول حالانکہ ہارون رشید کے بھائی ہیں، خون وہاں کا ہے عباسیوں کا، مودّت اِدھر کی ہے، مودّت خون کا رنگ بدل دیتی ہے۔ ارے حرؑ کی مثال موجود ہے، یزیدی لہو کو حسینی لہو بنا دیا ذرا سی دیر میں مودّت نے... ہارون نے کہا بیچو گے... کہا چل... دیکھا بھالا سودا تھوڑی کرتا ہوں... یعنی خواب جو ہارون نے دیکھا اس کا بھی بہلول کو پتہ ہے سودا تو ایک دم سے ہوتا ہے ہو گیا زبیدہ کے نام قصر۔ تو ہر ایک کو نہیں ملتے... قصر تو خواب میں دیکھ لو... اللہ نے کہا نہیں یہ تو اعلانات ہیں... یہاں کے انعامات کا اندازہ کرو... یہاں کیا دے رہے ہیں؟ امامؑ دولت دے رہے ہیں، یہ نہیں کہ امامؑ نے محروم رکھا، فرزدق کو... کہا بھئی ایک قصیدہ کہا ہے اس نے ہم وہاں نہیں تھے... چوتھے امام کی شان میں... مکہ میں... اس کو قید خانے میں ڈال دیا ہشام نے... وہ قید خانے میں پڑا تھا، ایک دن اس نے پیغام بھیجا... کب تک زندان میں پڑا رہوں گا، ہمارے امامؑ نے کہا کہ تو نے اب کہلوایا ہے پہلے کہاں کہلوایا تھا؟ دو رکعت نماز پڑھی، دُعا کی ادھر دُعا تمام ہوئی ادھر قید خانے کا دروازہ کھل گیا... اور فرزدق آزاد ہو گیا، سیدھے امام کی خدمت میں آ کے بیٹھ گیا، امامؑ نے خود پوچھا.. فرزدق ہم نے سنا ہے ہماری محبت میں تم نے جو شعر کہے اس کی سزا میں تمہیں قید کر دیا گیا، تمہارا گھر مسمار کر دیا گیا، بچے پریشان ہو گئے۔ کہا ہاں مولاؑ... آپ کی محبت میں جو شعر کہے... غلام کو آواز دی کہا میں نے ساٹھ ہزار درہم رکھوائے تھے وہ لے آؤ... آ گئے کہا فرزدق یہ ہیں تیرے... کہا مولاؑ اس لئے نہیں ثنا کی ہے... کہا نہیں فرزدق اگر تمہاری زندگی کا اکسٹھواں سال ہوتا تو یہ اکسٹھ ہزار دینار ہوتے، جتنی عمر ہے اتنے ہی سکّے اور

ہم آلِ محمدؐ جو راہِ خدا میں دے دیتے ہیں وہ واپس نہیں لیتے...دعبل کو، حمیری کو، کمیت کو، زیورات، سکّے جو ہے مولاؑ کے پاس، امام حسینؑ سے لے کر گیارہویں امام تک سب نے دیئے۔

اس سے بڑا انعام...دعبل نے پڑھا قصیدہ مامون کے سامنے دربار میں امام رضاؑ کا...سکّے اپنی جگہ، بھرے دربار میں اُٹھے اپنی عبا اتار کر دعبل کے دوش پر پہنا دی کہا جو ہم پہنتے ہیں جو عصمت کے جسم پر لباس ہے وہ ہمارے مدّاح کے جسم پر...اب کوئی کیا جانے اس عبا کی قیمت کیا ہے؟ جب گاؤں پہنچا تو لوگوں نے لوٹ لیا، عبا پھاڑ لی... ایک ٹکڑا بچا...جو مٹھی میں پکڑ لیا تھا ورنہ سب گاؤں والے پھاڑ کر لے گئے تھے کہ امام رضاؑ کی عبا ہے۔ بہن تھی اندھی...گھر میں آئے کہا دیکھ مَیں نہ کہتا تھا کہ امامؑ کیا دیتے ہیں، تیری بات سن لی امامؑ نے...یہ کہہ کر عبا کا ٹکڑا بہن کی آنکھ پر ڈال دیا، آنکھیں روشن ہوگئیں، اب اس سے بڑا کوئی انعام ہے! هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانِ...تم ہماری مدح کرو، ہم جو کچھ دیں گے تمہارے کام سے بڑا کام ہوگا۔

انیسؔ و دبیرؔ نے سجا کر پیش کیا، صرف شاعری نہیں کی، سجایا...اودھ والوں کا احسان یہ ہے کہ اودھ کے بادشاہوں نے عزاداری سجا کر دی...اگر یہ بادشاہ نہ ہوتے تو آج تمہارے پاس جو کچھ ہے یہ کچھ نہ ہوتا...ان کے دیئے پر اترا رہے ہیں پاکستان والے، اپنا کیا ہے؟ یہ علم کا نقشہ...یہ تابوت کا نقشہ، یہ مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ، یہ خطابت، یہ شاعری، یہ نوحہ...یہ سوزخوانی...یہ ماتم یہ گھروں کے امام باڑے...یہ پورا نقشہ سجا کر اودھ کے بادشاہوں نے دیا۔

اب ان کے مرتبوں کا کیا کہنا جو اس کو سجا کر دے گئے، تمہارا کام یہ نہیں کہ اب تم مزید اس کو سجا سکو....جہاں پوری حکومتوں کے خزانے خرچ ہوئے ہوں، وہاں کراچی

کے شیعہ اپنے چند سکّوں سے کیسے سجا سکتے ہیں، سجی سجائی چیز ملی ہے، یہ یوں ہی سجی سجی یوں چلی... اودھ سے چلی، ہندوستان میں پھیلی.. سجی سجائی پاکستان میں آ گئی۔

تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑا... اور یہی سجی سجائی عزاداری یہاں سے آگے بڑھی، یورپ، امریکہ، جاپان تک پہنچی ایسا سجایا ہے کہ کوئی کمی بیشی کے بغیر یوں ہی آگے بڑھی چلی جارہی ہے عزاداری سجا کے حسینؑ کی بارگاہ میں کام پیش کیا تو حسینؑ نے کیا کہا... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ..(سورۂ رحمان) بادشاہوں کے ناموں کو اپنے نام کے ساتھ زندہ رکھا، منبر سے ذکر ہو آصف الدّولہ کا... وقت کہاں ہے کہ مَیں بتاؤں کہ عزاداری پر کیا احسان کیا اودھ والوں نے۔ عجیب عجیب احسان کئے ہیں،... دس دن کا محرم ہوتا تھا... گیارہ کو سوگ بڑھ گیا... نصیر الدین حیدر بادشاہ نے منّت مانی... کہ ہم جب دربار کریں گے اور نواب اور وزارت کے بعد بادشاہ کا خطاب اختیار کریں گے اور انگریزوں نے یا عوام نے ہمارے خلاف بغاوت نہیں کی.. مِل گیا خطاب شاہ کا... شاہ ہو گئے پہلے نواب آصف الدولہ... لیکن نصیر الدین حیدر شاہ بادشاہ پھر محمد علی شاہ،... امجد علی شاہ... واجد علی شاہ، اب شاہ ہو گئے... اس لئے کہ شاہی شروع ہو گئی... منت کیا مانی...؟ اگر شاہ بن گیا تو حسینؑ کا غم چالیس دن بڑھا دوں گا...! پہلے نہیں ہوتا تھا چالیس دن... عاشور تک ہوتا تھا... نصیر الدین حیدر نے بڑھا دیا... کہا چہلم تک عزاداری ہو گی... ہو گئی چالیس دن عزاداری، پھر وہ رسم ہو گئی ہندوستان میں... اس لئے ایرانی کتابوں میں اکثر لکھا جاتا ہے کہ چہلم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ہم کب کہتے ہیں حقیقت ہے، شرعی حکم نہیں ہے... لوگ یہی سمجھ کر بیٹھے ہیں کہ سوئم و چہلم ضرور کرو... چونکہ امام حسینؑ کا ہوتا ہے اس لئے ہم بھی کرتے ہیں... یہ تو ثقافت ہے... حکم یہ ہے کہ حسینؑ کو روؤ... حسینؑ کی شہادت مناؤ... یہ ہے قرآن میں... جو ہماری راہ میں

مارے جائیں، قتل کر دیئے جائیں ان کی یادگاروں کو قائم رکھنا ہے یہ حکم ہے قرآن میں شعائر اللہ کو قائم رکھنا حکم ہے...جب ہی تو حج قائم ہے قربانی کا بکرا کیا ہے، زم زم کیا ہے؟ یادگاریں ہیں۔اسی کا تسلسل حسینؑ ہے...یادگاروں کو قائم رکھو...ارے یہ قرآن میں کہاں ہیں، ایسے علم، ایسے تابوت، ایسے تعزیے...یہ تو ہم نے اپنے عمل کو سجایا...

اس پر کیا اعتراض...هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ...حسینؑ نے ہم پر احسان کیا، ہم نے ان کی یادگار کو سجا کر پیش کیا ہے...سجاوٹ اللہ مانگتا ہے۔کہ جب احسان کا بدلہ ادا کرو تو سجا کر، تابوت ہم نے سجایا، علم ہم نے سجایا، عزاخانہ ہم نے سجایا، منبر ہم نے سجایا...ذکر ہم نے سجایا، شاعری ہم نے سجائی، اودھ والوں نے شعور دیا تو ہم نے سجایا اور چالیس دن تک عزاداری کر دی، کیا اعتراض...بحث یہ نہیں ہے کہ قرآن میں دکھاؤ...قرآن میں یہ دکھاؤ کہ چہلم ناجائز...!حرام..!یہ دکھاؤ...یہ نہ تلاش کرو کہ قرآن میں چہلم کہاں ہے...اور آیت ہے قرآن میں...چالیس دن آسمان اور زمین کے رونے کا ذکر ہے...تین دنوں کا بھی ذکر ہے، دس دنوں کا بھی ذکر ہے...موسیٰؑ کو حکم تھا ساتویں مہینے کے دس روز رو کر گذارو...توریت میں بھی ہے، انجیل میں بھی ہے، زبور میں بھی ہے...ساتویں مہینہ کے دس روز رو کر گزارو...احکامات تو ہم دکھائیں گے، لیکن ہم ثقافت کو ثقافت رکھنا چاہتے ہیں۔

اچھا چالیس دن تک ہوتی رہی عزداری، پورا ہندوستان منانے لگا، ایران کو بھی منانا پڑی۔ایرانیوں کو عراقیوں کو ہماری تقلید میں چہلم تک کی عزاداری کرنا پڑی۔ ہماری تقلید ایرانیوں، عراقیوں، مصریوں، شامیوں سب کو کرنا پڑی۔ ہندوستان کے علماً کی تقلید کرنا پڑی ایران وعرب وعراق تک کر رہے ہیں اور جب تک عزاداری... چالیس دن تقلید ہماری۔اچھا چالیسویں کا تعزیہ مقرر تھا، سب کا اُٹھتا تھا۔جھگڑا ہوگیا۔

انگریزوں کا دور تھا۔ جھگڑا ہو گیا، تعزیہ اٹھ نہیں پایا۔ سب نے کہا تعزیے اُٹھائیں گے ہی نہیں.... سب نے اپنے عزاخانے کُھلے رکھے، مقدمہ چلتا رہا...

دو سال کے بعد فیصلہ ہوا۔ انگریزوں نے کہا اب اٹھا لیجئے... جس دن آرڈر آیا وہ تھا آٹھ ربیع الاوّل.... دو سال کے چہلم کے رُکے تعزیے... دو سال کے بعد کُھلے... تاریخ آٹھ ربیع الاوّل تھی نواب اغّن کے یہاں کا بڑا تعزیہ... کہا بھئی ایک مل کر اُٹھا لیجئے اور اس کے پیچھے سب چلے جایئے لیکن شرط یہ ہے کہ ماتم نہ ہو، زنجیر نہ لگے... شور نہ ہو، چپ چاپ کربلا چلے جایئے۔ تعزیہ لیا... ہزاروں کا مجمع، پیچھے پیچھے انجمنیں لگی ہیں، لیکن چُپ.. کربلا تک چُپ... اس لئے کہ گورنمنٹ کا آرڈر تھا، سب روتے ہوئے چُپ جانے لگے۔ اس دن سے نام پڑ گیا.. چُپ تعزیہ.... دیکھیے! روکا تھا چہلم کے بعد... اٹھارہ دن اور بڑھ گئے... دیکھیے جب روکا تو اٹھارہ دن اور بڑھ گئے.... اب آٹھ ربیع الاول تک ہے کوئی کہے کہاں ہے قرآن میں، کہاں ہے حکمِ امامؑ! سجایا، ارے بھئی چپ رہ کر سجاتے ہیں، رو کر سجاتے ہیں، کبھی شور کر کے سجاتے ہیں.... سجاوٹوں کے طریقے ہیں، سیکھا کس سے؟ مولا علیؑ سے... اس لئے کہ مولا علیؑ نے اپنے ہر کام کو سجایا... جب علیؑ سے کوئی کام اللہ کو لینا ہوتا ہے، کام علیؑ کا ہے اور سجاتے ہیں رسولؐ اللہ، اللہ نے کہا علیؑ سے کہو سو جائیں بستر پر... حکم کتنا؟ سجاوٹ کیا ہے؟ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ...دلیلیں اب آ گئیں... اس آیت کی پوری تفسیر مع معنی کے کل کروں گا... تمام تفاسیر کی روشنی میں کہ لوگوں نے احسان کے معنی کیا کیا لکھے ہیں؟ یہ کل کی تقریر میں گفتگو ہوگی... کہا سو جاؤ... تو سو جائیں... اتنا ہی تو کام ہے... لیکن اب سجاوٹ ہوگی، اللہ نے کہا جبرئیلؑ سے کہ جاؤ رسولؐ سے کہو کہ آپؐ تو چلے جایئے... اور علیؑ کو سلا دیجئے... یہی اتنا تو حکم ہے نا... اچھا قرآن میں دکھاؤ... ہے ہی

نہیں قرآن میں یہ نہیں ہے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ علیؑ کو سُلا دیجیے... اور آپ نکل جایئے، ایسی کوئی آیت ہی نہیں ہے، ہجرت کی رات کی آیتیں ہیں دو... ایک جگہ غار کا ذکر ہے اور ایک جگہ مرضیوں کا ذکر ہے، اس سجاوٹ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ حکم کا ذکر قرآن میں... دیکھیے ابراہیمؑ نے خواب دیکھا، اللہ نے خواب دکھایا.. لیکن جو سجاوٹ کی ہے ابراہیمؑ نے قربانیٔ اسمٰعیلؑ کے لیے.. اس سجاوٹ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

حکم ہوتا ہے قرآن میں سجاتا ہے نبی... نہیں سمجھے.... حکم ہے آیت، سجاوٹ ہے سنت... سنت کو کہتے ہیں سجاوٹ... حکم نماز... پانچ وقت... اس کے علاوہ کی سب مستحب... سنتی نمازیں۔ واجب کی سجاوٹ میں سنتیں... حج واجب، سجاوٹ میں عمرہ، رمضان کے روزے واجب... حکم۔ ستائیس کا روزہ... ہزاری روزہ.. شبِ معراج کے روزے کا ثواب ایک ہزار روزوں کے برابر اور رمضان کا ایک روزہ جو واجب ہے.... اس میں ہزار کا ثواب نہیں، جو سنت ہے اس پر ہزار روزوں کا ثواب۔ پتہ چلا یہ سجاوٹ ہے وہ واجب ہے۔

حکم کیا تھا..؟ سو جاؤ.. تو اب دیکھیے عمل ہو جائے نہیں۔ سجاوٹ... کیسے؟ علیؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا میرے سونے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟ سجاوٹ شروع... دیکھیے! میں علیؑ کے دوسرے امتحان کی شرح کر رہا ہوں، پہلا امتحان دعوتِ ذوالعشیرہ اور یہ دوسرا۔ کہا ہاں سو جاؤ... تو بھئی اب سو جائیں، نہیں اب رسولؐ سجاوٹ کریں گے... اپنا لباس علیؑ کو پہنایا... عبا، قبا، عمامہ اُتارا اور علیؑ کو پہنا دیا، اب سجاوٹ شروع ہوئی... اب بتایئے آپ کپڑے کب بدلتے ہیں؟ ابھی آپ یہاں سے جائیں گے، کپڑے بدلیں گے سونے کے لئے.. سلیپنگ (Sleeping) سوٹ پہنیں گے، یہاں اُلٹا کام کیا رسولؐ اللہ نے... جب باہر جاتے ہیں تو کپڑے بدلتے ہیں.. علیؑ

جا رہے ہیں سونے... کوئی گھومنے پھرنے نہیں جا رہے ہیں، رسولؐ نے کپڑے بدلوائے... اپنی عبا، اپنی قبا... کمر میں پٹکا.... کمر ڈھیلی کر کے سوتے ہیں... ارے! سپاہی سونے جا رہا ہے... سونے بھی کئی طریقہ کے ہوتے ہیں.. ایک تو ہوتا ہے گھوڑے بیچ کر سونا... علیؑ گھوڑے بیچ کے نہیں سوئے گا۔ یہ سپاہی کی نیند ہے، یہ مجاہد کی نیند ہے... یہ ایسی نیند ہے جو نماز سے بھی نہ اُٹھائی جائے... الصّلوٰۃ خیر مّن النّوم... آج علیؑ یہ بتائیں گے کہ نہیں نیند سے بہتر نماز تم کہہ رہے ہو... مَیں بتاؤں! نماز سے بہتر آج نیند ہے۔ آج تو سوئیں گے... یہی تو راز ہے، کہیں نماز اللہ کی مرضی کہیں نیند اللہ کی مرضی... آج نماز نہیں اللہ کی مرضی ہے، آج اللہ کی مرضی ہے نیند... اسی بات پر ایوارڈ ملا... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ... تم نے میرے فرمان کو سمجھا... اگر شیطان ہوتا تو کہتا سوئیں گے نہیں ہم تو تیرا سجدہ کریں گے، تیری نمازیں پڑھیں گے.. تو نے سونے کا حکم کیوں دیا...؟

کیوں کہ اللہ نے کہا تھا.. علیؑ کو سلا دو اگر اللہ یہ کہتا کہ رات بھر علیؑ نمازیں پڑھو تو علیؑ نمازیں پڑھتے، نہیں آج اللہ کہتا ہے کہ سو جاؤ.. تو اگر نہیں بھی آ رہی تو نیند بُلانا ہے۔ سونا ہے اور جب سونا ہے تو رسولؐ نے سجایا، جب سوتا ہے تو نیند بھی سجتی ہے۔ اب علیؑ کو عمامہ، عبا، قبا پہنا کر... بستر پر لٹا کر اپنی سبز چادر ڈال دی.... یا ایّھا المزمّل... اَے سبز چادر اوڑھنے والے.... پتہ یہ چلا کہ مدثر کے معنی ہیں کالی کملی اوڑھنے والا... مزمل کے معنی ہیں سبز چادر اوڑھنے والا... دونوں میں ہے فرق... ایک میں سبز ہے ایک میں کالی چادر،... پتہ چلا ایک رات کالی کملی اوڑھنے والے کو پکارا گیا... ایک رات سبز چادر اوڑھنے والے کو پکارا گیا... یا ایّھا المزمّل... سارے مفسّروں نے لکھا کہ شب ہجرت اللہ نے علیؑ کو پکارا ہے... اَے سبز چادر اوڑھنے والے... یہ سجاوٹ ہے،

کالی کملی اُڑھا دیتے... کہا کالی سے نہیں سجے گا سپاہی... سبز میں چمک ہے، سجاوٹ۔ تو اللہ کو پسند آئی جبھی تو رنگ کے ساتھ پکارا۔

ہم نے تمہاری سجاوٹ پسند کی... یہ چادر تھوڑی ہے بھائی... یہ ہے بازار... جب بازار سجتا ہے تو دوکان سجتی ایسے ہے کہ اگر دکان پر اچھے اچھے پردے پڑے ہوں تو گاہک بہت آتے ہیں... اور سونے کی دُکان ہو تو...! آپ ذرا مشکل سے سمجھیں گے... جو لوگ رنگوں کے contrast کو سمجھتے ہیں وہ سمجھیں گے۔ ارے بھئی! کبھی سونے کو زمرد کے ساتھ رکھ دیجئے... زمرد کا سونے سے جڑاؤ.. زیور بنے تو آپ دیکھیں گے کیا چمک پیدا ہوگی۔

یہ تھی دکان۔ بسترِ رسولؐ پر لگی... سبز چادر کے پردے ڈالے اور رکھا سونا... سجاوٹ ہوئی معاملہ تھا بکنے کا۔ بازار میں شئے بکتی ہے، ہو رہا تھا سودا... اللہ بھی سودا کرتا ہے اس لئے پیغمبرؐ نے کی سجاوٹ... اللہ میاں کو یہ دکانیں پسند ہیں.. اور بندے بکتے ہیں۔ پوچھئے ذرا کون سا بازار لگا تھا جواب تک مصر کا بازار مشہور ہے... ارے وہ دنیا کا بازار تھا، خریدار سارے بادشاہ، کفار۔ لیکن کوئی مومن نہیں آیا، یوسفؑ کو خریدنے کوئی مومن نہیں آیا... مصر میں سب کفار تھے، بُت پرست تھے۔

یہاں بھی کافر خریدار، ایک نہیں چالیس...! کیا خریدنے آئے ہیں..؟ جانِ محمدؐ... نفسِ محمدؐ، روحِ محمدؐ تو جس چیز کی خریداری تھی... جس چیز کی خریداری تھی اللہ نے وہ چھوڑا، کہا! محمدؐ تم جاؤ.. یہ کافر آرہے ہیں تمہاری روح لینے، نفس لینے.. تم جاؤ... نفس رہے۔

چالیس خریدار آئے کافر.. تو کہا کہ کیا تمہارے ہاتھ بک جائے گا نفسِ محمدؐ؟ تم چاہتے کیا ہو.. نفسِ محمدؐ.. تم اس کی کیا قیمت دو گے؟ تمہیں پتہ ہی نہیں مال کتنا قیمتی ہے... ہَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان... اس نے میرے محبوبؐ کو بچایا

ہے اور اپنی جان نذرانے میں رکھدی ہے اس لئے اس نے کیا اللہ پر احسان۔ اس نے محمدؐ کو بچا کر اپنا نفس رکھ دیا اور نفس کو بنالیا سونا... Golden بنادیا... دیکھئے! سکّہ جو رکھا جاتا ہے خزانہ میں... ارے! بھئی کیا مَیں بینکنگ... Banking بھی پڑھاؤں گا آپ کو... جتنے کا سونا بینک میں ہوتا ہے اُتنے کے نوٹ نکلتے ہیں... امریکہ اتنے ہی ڈالر نکالے گا جتنے کا سونا بینک میں ہوگا... ورنہ دیوالیہ ہو جائے گا اگر زیادہ کاغذ نکال لے سونے سے اوپر... علیؑ نے سونا رکھا... Gold رکھا... ارے علیؑ کا سونا۔ نفس کا گولڈ۔ اب جتنا اللہ کا خزانہ ہے سب یہاں..! جتنا سونا ہوگا اتنے ہی نوٹ نکلیں گے... سجاوٹ ہوگئی نا... اب اللہ نے کہا هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (سورۂ رحمان)... کیا احسان کا بدلہ احسان سے بڑھ کر ہے؟ اگر ایسا نہیں... اگر جزا چھوٹی دی، تو اللہ چھوٹا علیؑ بڑا... اگر جزا بڑی تو اللہ بڑا... اب علیؑ کا احسان جو ہے آج کا، اتنا سونا ڈھیر کر دیا ہے اس سے کئی گُنا زیادہ نوٹ آئیں، اب وہ جتنے بھی آئیں گے پتہ چل جائے گا... سونا کتنا ہے؟ نوٹوں سے پتہ چلے گا کہ سونا کم تھا یا زیادہ...!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۷)

مردانِ خدا میں کچھ ایسے ہیں کہ جو اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں... بیچا ہے نفس کا سونا... یہ ہے خزانہ۔ کیا کہا ہم نے خریدا یہ سونا... علیؑ کا سونا آیا اللہ کے خزانے میں... اور جزا دے دی۔ ہم نے سونا خریدا اور مرضیاں دے دیں، جتنا سونا ہے نا اتنے ہی نوٹ ہونے چاہئیں... اگر دو ہجری میں نوٹ ختم، تین ہجری میں نوٹ ختم۔ مرضیوں کے سکّے دیئے علیؑ کو، اس نے نفس بیچا، سونا اللہ نے محفوظ کیا، نوٹ دے دیئے۔ کلیہ دیا دینے والا احسان سے بڑھ کر دے... کتنے؟ دس، بیس، تیس، چالیس... پچاس پہ ختم،

چالیس پہ ختم... چالیس میں علیؑ کی شہادت ہے... کہاں نہیں قیامت تک نوٹ چلتے رہیں مرضیوں کے... کیسے چلیں، ایسے چلیں کہ اب میرے پاس نوٹ نہ رہیں... بھئی جب خریدا جاتا ہے... مکان خرید رہے ہیں... گئے جا کر پینسٹھ لاکھ دے آئے مکان خرید لیا.. تمہارے پاس کیا بچا..؟ مکان تمہارا ہوا نانوٹ تو بنک سے گئے... اور اگر کم پڑ گئے تو قرض لیا، کسی بھائی سے لے کر پورا کر دیا لیکن ہاتھ تو خالی ہو گیا۔ مکان ملکیت تمہاری ہو گئی، نفس اللہ نے لے لیا، علیؑ کا نفس اللہ کی ملکیت... اب جتنا اللہ کی مرضیاں تھیں اللہ کے پاس نہ رہیں.. بھئی دو چار تو اللہ نے بچالی ہوں گی.. جملہ کہوں..! جو مال کی پوری رقم نہ دے اس کو کہتے ہیں بخیل... اگر تم کہو کہ اللہ نے کچھ مرضیاں بچالیں اپنے لئے... تو تم نے معاذ اللہ.. اللہ کو کہا کنجوس، تم ہوئے جہنمی... تم بچالیتے ہو اپنے لئے، اُس نے اپنے لئے کچھ نہیں رکھا سب علیؑ کو دے دیا۔

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان .کیا احسان کا بدلہ احسان سے بڑھ کر کچھ اور ہے...! فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ...اور تم اللہ کی نعمتوں کو جھٹلا رہے ہو... یہ کہہ کہہ کر اللہ ہماری یہ سُن لے... اللہ ہماری وہ سُن لے... اللہ کے علاوہ اور کسی کو پکارو نہیں... اللہ ہی تو مددگار ہے اللہ کے علاوہ کسی کو وسیلہ نہ بناؤ، غیر انسانوں کو نہ پکارو... انبیاؑ کو نہ پکارو... آئمہؑ کو نہ پکارو.. یا علیؑ مشکل کشا نہ کہو... اللہ سے مانگو، اللہ سننے والا ہے.. کیا سنے، اب اس کے پاس ہے کیا؟

اللہ کی مرضیاں کیا ہیں؟ اللہ کی مرضی ہے پانی برسے، اللہ کی مرضی ہے دھوپ نکلے، اللہ کی مرضی ہے...، اللہ کی مرضی ہے رزق بٹے، اللہ کی مرضی ہے بچے دیئے جائیں.. اللہ کی مرضی ہے جس کے اولادِ نرینہ نہیں ہے اسے دیا جائے... اللہ کی مرضی ہے رزق قیامت تک رہے، اللہ کی مرضی ہے گناہ پہ عذاب آئے، اللہ کی مرضی ہے تو

جنت میں جائے، اللہ کی مرضی ہے جہنم میں جائے۔ ساری مرضیاں مَیں نے علیؑ کو دے دیں... اب اگر رزق بٹے تو وہ بانٹے، اولاد دے تو وہ دے... مدد کے لئے پکارو تو وہ آئے... مَیں نہیں آتا، مَیں نے مرضیاں دے دیں، قیامت تک اعتراض ہے کسی کو...؟ کہا اَنا قسیم الجنّت والنّار۔ مَیں نہیں بانٹوں گا، یا علیؑ تم آؤ بانٹو۔ اللہ نے سورۂ بقرہ میں یہ آیت رکھی ہے کہ نفس لے لیا، مرضیاں دے دیں تو کیا اس نے کوئی قید لگائی کہ تھوڑی سی دی ہیں... اتنی صدی تک کی دی ہیں، جب سے وہ ہے اور جب تک رہے گا، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا... مرضیاں بھی ہمیشہ تھیں، ہمیشہ رہیں گی... کوئی یہ نہ سمجھے کہ محشر کے بعد مرضیاں علیؑ سے لے لی جائیں گی... فیصلہ ہو گیا جنت جہنم کا لیکن نظامِ کائنات... جو بھی کائنات ہوگی، اللہ کی دنیا میں سکہ چلے گا تو علیؑ کا چلے گا۔

بس ایک رات کی ہی تو بات تھی... یا اللہ نفس خریدنے کے لئے کیا کیا؟ علیؑ کے نفس کی تجھے ضرورت کیا پڑ گئی؟ نفس کا کام کیا ہے؟ نفس کا کام ہے جسم اور روح کو جوڑ دینا... اُکُلُّ نفسٍ ذائقة الموت... ہر نفس کو مزہ چکھنا ہے موت کا... چونکہ اس منشور کا اعلان ہونے والا تھا کہ موت کا مزہ نفس چکھتا ہے... علیؑ کا نفس لے کر اپنا بنا لیا... نہ مَیں مرا تھا نہ مروں گا۔

ارے! اپنا نفس کوئی دیتا ہے... آدمؑ کو دکھایا گیا سارے انبیاؑ کو، آدمؑ یہ تمہاری اولاد میں آئیں گے، یہ نوحؑ ہیں، یہ ابراہیمؑ ہیں، یہ موسیٰؑ ہیں، یہ شعیبؑ ہیں، یہ داؤدؑ ہیں یہ سلیمانؑ ہیں... اور بتایا گیا نوحؑ نو سو برس جئیں گے، عیسیٰؑ اتنے برس جئیں گے، موسیٰؑ اتنے برس جئیں گے... تو ایک بار داؤدؑ کی عمر پر رُکے انہوں نے کہا بس چالیس برس۔ آدمؑ نے کہا یا اللہ! کوئی تو نو سو برس اور داؤدؑ کی عمر بہت کم ہے، اللہ نے کہا، اب کیا کریں، ہمارے پاس اتنی ہی تھی، اگر تم چاہو تو اپنی عمر میں سے کچھ دے دو اپنے اس

بیٹے کو...! آدمؑ نے کچھ حصّہ دے دیا... اچھا پہلے یہ اعلان ہوا تھا کہ اتنے برس جیو گے، بیچ میں یہ قصہ ہو گیا۔ اچھا اب یہاں تو یہ ہوا اور پھر یہ ہوا کہ مَلک الموت بعد میں آدمؑ کے پاس پہنچے... آدمؑ نے کہا کہ ابھی تو میری عمر میں کچھ حصّہ باقی ہے.... مَلک گئے واپس اللہ کے پاس کہا وہ تو ایسا کہہ رہے ہیں.. اللہ نے کہا ان کو یاد دلاؤ کہ جب آغاز میں انبیاؑ کی عمریں تمہیں بتائی تھیں تو تم نے کہا تھا کہ تمہاری عمر کا کچھ حصہ داؤدؑ کو دے دیا جائے... کہنے لگے مجھے تو نہیں یاد.... ارے یہ نفس کا قصہ ہی ایسا ہوتا ہے... کہ نبی آدمؑ جیسا دینے کو تیار نہیں، پہلے اس کی قیمت تو سمجھو...!

علیؑ نے کچھ نہیں پوچھا بسترِ رسولؐ پر لیٹ گئے۔ اللہ نے کہا اب اس کی قیمت کیا دوں... قیامت تک کی مرضیاں، پہلے احسان کو سمجھو پھر جزا کو سمجھو، اللہ نے نفس کو لے لیا... کہ کبھی نہ مروں.... نہ رب کبھی مرے گا.. نفس نہیں مرتا، رسولؐ کا نفس ہے... اللہ کا نفس ہے... نفس اللہ۔ علیؑ کو نفس اللہ بھی کہتے ہیں نفسِ محمدؐ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تک نفس علیؑ کا پہنچ گیا تو اللہ کا نفس ہے علیؑ... اللہ کا نفس کہاں مرا بتایئے.. بھئی! یہ علیؑ نفس، یہ حسنؑ نفس، یہ حسینؑ نفس... اب مہدیؑ نفس ہیں، کہاں مرا؟ اور قیامت تک یہ نفس زندہ اس کے بعد تک زندہ۔

اور مرضیاں دے دیں، اب علیؑ کی مرضی نوٹ جہاں چاہے خرچ کر دیں؟ جب ایک چیز بیچ چکے اور قیمت علیؑ لے چکے اور قیمت اتنی ہے کہ قیامت تک خرچ نہ ہو.. تو بس اب یہی ہے کہ آپ پکاریں یا علیؑ .... آ گئے، پکاریں یا علیؑ ... آ گئے، کائنات کے کروڑوں انسان ایک ہی وقت میں پکاریں ... آ گئے۔ اور پھر جب اللہ یہ کہہ دے کہ مَیں نے اس زمین کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا.. اب بار بار مجھے نہ پکارو.... خلف کے معنی ہیں بعد والا جو آئے جو whole-sole پورے نظام کو سنبھال لے، اگر مجھ ہی کو کرنا

ہوتا تو مَیں زمین پر خود خلیفہ بن کر بیٹھ جاتا... اللہ کو خلیفہ گیری پسند نہیں ہے۔ اگر مجھ کو ہی خلافت کرنا ہوتی تو پھر آدمؑ کو خلق کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

بنایا اس لئے ہے کہ مَیں دیکھوں بیٹھ کر کہ میرا نفس نظام کیسے چلاتا ہے! تا کہ مَیں فرشتوں کو بتاؤں میرا خلف ایسا ہوتا ہے، تا کہ مَیں ابلیس کو بتاؤں! کہ سجدے کر کر کے خلافت نہیں ملتی... بڑے بڑے بزرگ، بڈھوں کو نہیں ملتی، آدمؑ جیسے بچے کو ملتی ہے... اِدھر پیدا ہوا خلافت مل گئی... تو جب مَیں نے کہہ دیا کہ نظام چلانے والا یہ... مَیں تمہیں سمجھا رہا ہوں نظام چلائے گا یہ... یا اللہ کا نعرہ لگاو، یا اللہ کے اسٹیکر لگاؤ... اللہ کو پکارو... اچھا تو پکارو.. status کی بھی تو بات ہے، ایک گناہگار انسان.. بدترین انسان... ! کس کو پکار رہا ہے؟ اللہ کو... تیرے پکارنے سے آجائے گا.. کیا Status اللہ کا رکھا ہے؟ کہیں پکاریں، اسمگلنگ smuggling میں پکڑے گئے اللہ کو پکاریں آ گیا اللہ؟ اسلحوں کی اسمگلنگ....!

امریکہ کو پتہ ہے مال ہم دے رہے ہیں اسمگلنگ ہو رہی ہے یہاں سے وہاں اور افغانستان سے یا اللہ مال نکل جائے، یہ دونوں ٹرک کلاشنکوفوں کے نکل جائیں، یا اللہ، اور اللہ آ گیا؟ اسی سے ہو گی اللہ کے بندوں کی خونریزی اور اللہ نے کر دی مدد... یا اللہ.. ارے جب یا علیؑ کہو گے تو کام کچھ بھی ہو علیؑ ویسا فیصلہ کرے گا، علیؑ نے کہا مَیں آؤں گا، کافر کے پاس بھی مومن کے پاس بھی۔ یہاں کچھ اور مقصد وہاں کچھ اور مقصد... تو پکارو تو، ہم نیت دیکھتے ہیں، چونکہ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے تو جیسا فیصلہ ہم کریں گے وہی فیصلہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اچھا کہا ہم نے دیکھا ہی نہیں علیؑ فیصلہ کیسے کرتے ہیں تو علیؑ نے فیصلہ کر کے دکھایا.. مالکِ اشتر نے کہا کتنے مارے آپؑ نے؟ علیؑ نے کہا یہ پڑے ہیں، تو کہا میرے تو دیکھئے کشتے... مالکِ اشتر کہہ رہے ہیں

یا علیؑ یہاں سے وہاں تک ... کہاہاں مالک تم تو مارتے چلے جاتے ہو،مَیں تو صلبوں کو دیکھتا ہوں، اگر کسی کی ساتویں آٹھویں نسل میں بھی مومن آنے والا ہے تو مَیں ذوالفقار ہٹالیتا ہوں، اس کو امان دے دیتا ہوں جس کی نسل میں کبھی مومن نہ آئے گا بس کافر ہی کافر ہیں، اس کو مار دیتا ہوں۔

اب پکارو... اگر نسل میں مومن ہے تو شاید علیؑ امان دے دیں، اس میں کوئی شرمندگی کی بات نہیں ہے کہ اگر یہ کہہ دیں ہم کہ سارے کام علیؑ کر رہے ہیں، ہے کوئی شرک؟ نہیں ہے یہ اللہ نے خود سارے کام سپرد کیے ہیں، عجیب بات ہے ذرا بھی ٹھنڈے دل سے سوچیے گا کہ اس پوری زمین کا نظام آج کل کون چلا رہا ہے؟ امریکہ کہہ رہا ہے ہم چلا رہے ہیں... World Order تو امریکہ کا چل رہا ہے نا بھئی...! جو کچھ ہو رہا ہے ورلڈ میں اس کے آرڈر پر ہو رہا ہے، جو انڈیا میں ہو رہا ہے اس کے Order پر ہو رہا ہے، کشمیر کا مسئلہ طے ہی نہیں ہو رہا ہے، پتہ چلا برطانیہ والے کہہ رہے ہیں ہم نظام چلا رہے ہیں، روس والے کہہ رہے ہیں ہم چلا رہے ہیں، جاپان والے کہہ رہے ہیں ہم چلا رہے ہیں۔ ارے! سب کی گاڑیاں چل رہی ہیں، جہاز چل رہے ہیں، سارا نظام تو یہ لوگ چلا رہے ہیں، اللہ میاں کون سا نظام چلا رہے ہیں، ہمیں بتائیے نا...! کہ اللہ میاں چلا رہے ہیں، یہ جاپانیوں کو اللہ میاں چلا رہے ہیں؟ یہ جہاز اللہ میاں اُڑا رہے ہیں؟ کلاشنکوفیں اللہ بنا رہا ہے؟ یہ توپ، ٹینک، یہ انسان کی تباہی کے بم، آج کل تو بڑا زور ہے، پاکستان کے پاس بھی ہے، یہاں بھی ہے تو کیا سب اللہ نے بنائے ہیں۔

انسان نے بنایا ہے نا... یعنی اس اللہ کی دنیا میں کافر و مشرک نظام چلا رہے ہیں اللہ کی دنیا کا تو شرک نہیں ہو رہا اور ہم نے کہا علیؑ چلا رہے ہیں تو شرک ہو گیا! امریکہ

چلائے اس پوری دنیا کا نظام تو شرک نہ ہو، ہم کہیں علیؑ چلاتا ہے تو شرک ہو گیا۔ یہ شرک میری سمجھ میں نہیں آیا، یہ شرک کی کون سی قسم ہے؟ مجھ کو سمجھا دو، سائنس دانوں کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، یہاں سے اُڑے وہاں پہنچ گئے، یہاں کی تصویر وہاں دیکھ لی، یہاں کی آواز وہاں سن لی، اور اللہ تصور میں نہیں آتا اس لئے کہ اللہ نے ایسا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ ارے بھئی! یہاں کی آواز ایک سیکنڈ میں وہاں پہنچ جائے، اللہ میاں نے ایسا کوئی آلہ بنایا ہی نہیں، یہاں سے اُڑے وہاں پہنچ گئے اللہ نے ایسی کوئی چیز بنائی ہی نہیں، اور اگر بنائی تو عوام کو کب دی؟

سلیمانؑ کو ایک تخت دے دیا عوام کو کب تخت دیا؟ کہ اُڑتے پھریں تو عوام خوش ہو ہو کے کہتے ہیں... امریکہ کو دیکھئے، ہم یہاں بیٹھے اور وہاں پہنچ گئے، سلیمانؑ ایک اکیلے اُڑتے پھرتے تھے، ہر آدمی اُڑ رہا ہے سلیمانؑ کی طرح، تو اللہ نے دیا ہے بنایا تو امریکہ اور روس کے سائنسدانوں نے ہے، جرمنی اور فرانس والوں نے بنایا ہے، اب شرک نہیں ہو رہا؟

اور اگر ہم کہہ دیں کہ علیؑ چادر پر بیٹھے اور اُڑ گئے تو کہا ارے صاحب ایسی خبریں مت پڑھا کیجئے، غیر مستند باتیں معجزے لے کر بیٹھ جاتے ہیں، ہم نے کہا آئمہؑ نے یہ معجزے دکھائے تو کہا...! ارے صاحب معجزے کا دور نہیں ہے، عقلی دور ہے، سائنسی دور ہے۔ امریکن اور یہودیوں کے معجزے مزے لے لے کر سناتے جائیں، کمپیوٹر، کمپیوٹر رٹ لگی ہوئی ہے، کمپیوٹر سیکھو جو پیچھے رہ گیا وہ جاہل رہ جائے گا اور جب علیؑ نے کہا پورا قرآن نقطے میں سمایا تو کمپیوٹر سمجھ میں نہیں آیا؟

اب کمپیوٹر سب کی سمجھ میں آ گیا جب کہا علیؑ رکاب میں پیر رکھیں اور دوسرا پیر رکاب میں نہ جائے کہ قرآن ختم ہو جائے تو کہا ہاں کمپیوٹر پچاس برس کا حساب یوں سیکنڈوں

میں کرتا ہے اور چپ chip میں ایک نقطے میں سمیٹ کر یوں سامنے رکھ دیتا ہے...۱۱۴
سورے علیؑ نے زین پر سوار ہوتے ہوتے پڑھ لئے تو کمپیوٹر سمجھ میں آیا لوحِ محفوظ سمجھ
میں نہیں آرہی اسی لئے تو چودہ سو برس سے ذکرِ علیؑ کا فرمان جاری ہے تا کہ جب بھی دنیا
میں کوئی عجب نظر آئے تو تم کو تو حیرت نہ ہو، مَیں نے علیؑ جیسا بندہ دنیا کو اس لئے دیا کہ
جب بھی کوئی حیرت انگیز چیز دیکھنا اور وہ رب سے ٹکرا رہی ہو تو پلٹ کر علیؑ کو دیکھ لینا،
اسی لئے یاس یگانہ چنگیزی نے کہا...ع

علیؑ کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی
یگانہ کے لئے کیا دُور تھا منصور ہو جانا

اللہ بننا انسان کے لئے آسان ہے، علیؑ بننا مشکل ہے۔

کیا بات کہی مَیں نے...! اللہ کتنے بننے، شدّاد بنا، نمرود بنا، ہامان بنا، فرعون بنا...
اللہ سب بن گئے، رسولؐ بہت بنے، ربوہ تک میں نبی آگیا اور چودہ صدیاں گزر گئیں،
آج تک کسی انسان نے یہ دعویٰ نہیں کیا مَیں علیؑ ہوں۔

علیؑ کوئی نہیں بن سکا، مشکل کام ہے علیؑ بننا.. ارے! انسان کے لئے تو مشکل ہے،
بن ہی نہیں سکتا علیؑ، اللہ کے لئے مشکل ہے کہ وہ دوسرا علیؑ بنا سکے۔ اب اللہ دوسرا علیؑ
نہیں بنا سکتا، پوچھئے اللہ سے بنا سکتا ہے کہ وہ دوسرا علیؑ بنا سکے۔ اب اللہ دوسرا علیؑ نہیں
بنا سکتا، پوچھئے اللہ سے ... بنا سکتا ہے؟ تو قادر ہے، ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے! دوسرا علیؑ
بنا دے۔ قادرِ مطلق ہے نا.. کہا نہیں بنا سکتا تو کہا قدرت کہاں گئی، آپ نے اصرار کیا
اس نے کہا ہاں بنا سکتا ہوں۔ اب تم ضد کر رہے ہو تو دوسرا علیؑ بناتا ہوں۔ ویسا ہی علیؑ،
وہی آنکھیں، وہی چہرہ، وہی زلفیں، وہی سینہ، وہی بازو، وہی شجاعت، وہی بہادری،
ویسا ہی گھوڑا، ویسے ہی بیٹے، ویسی ہی زوجہ، ویسا ہی خسر، ویسا ہی بھائی، سب بنا دیا،

بدر، احد، خندق، خیبر، حنین، پورا علیؑ بنا دیا... کہا دوسرا بنا دیا اور اس دوسرے کی وجہ سے سب چیزیں دوسری بنانا پڑیں، بنا دیا اور آپ نے کہا بنا دیا تو اب اللہ کہے گا کہاں بنایا۔ سب کچھ اس علیؑ کو دے دیا، جیسا وہ علیؑ تھا لیکن پھر وہ اوّل رہا یہ نقشِ ثانی رہا، ثانی کو اول نہیں کہا جاسکتا، یہ اختیارِ قدرت میں نہیں کہ ثانی کو اوّل بنا دے۔ ارے! اللہ اوّل کو ثانی نہیں بنا سکتا اور ثانی کو اوّل نہیں بنا سکتا تو تم اوّل کو چوتھا کیسے بنا سکتے ہو؟

دوسری کربلا ہو سکتی ہے؟:-

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شاعر سے لغزش ہو گئی، جواب ملا:-

اسلام زندہ ہو گیا بس کربلا کے بعد

دوسرا حسینؑ کہاں سے آئے، دوسری زینبؑ کہاں سے آئے؟ سکینہؑ اور .... مولانا کلبِ حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کہا کرتے تھے کہ یہ احتیاط معصومینؑ نے کی، سب نے اپنے بچوں کے نام علیؑ رکھے، حسنؑ رکھے لیکن کسی معصوم کا نام حسینؑ نہیں رکھا، کسی امامؑ نے اپنے بعد کے امام کا نام حسینؑ نہیں رکھا، حسنؑ عسکری دوسرے حسنؑ ہیں، علیؑ دوسرے ہیں، محمدؐ دوسرے ہیں، لیکن حسینؑ کسی اور امام کا نام نہیں... کیا کہنا..! اللہ اللہ... شبِ چہلم ہے، چہلم کے معنی آپ کو معلوم ہیں! یعنی اربعین... یعنی قید سے چھوٹے اسیر تو بہن بھائی کی قبر پر آئی کوئی مقتل اور تاریخ کی بحث کی ضرورت نہیں... طے ہے کہ ایک بار بہن قید سے چھوٹ کر بھائی کی قبر پر گئی۔ بس وہ دن اور اس کی یادگار ہمیں اس میں منطق نہیں چاہیے، ہمیں اس میں مودّت کی تلاش ہے کہ اب حسینؑ تو نہ رہے تو نصرت کو تم نہ آئے تو اب قیامت تک حسینؑ کی نصرت یہ ہے کہ حسینؑ کی قبر پر پہنچنا...

دیکھئے! زینبؑ صرف زیارت کی عظمت بتانے گئی ہیں ورنہ کربلا اجڑا ہوا، ویران صحرا رہتا۔ زینبؑ آئی ہی اس لئے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ روضہ بنے گا، زائر آئیں گے اور زائروں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ قید سے آزادی مشکل تھی، زینبؑ نے کبھی یہ کہا بھی نہیں کہ ہم کب آزاد ہوں گے، لیکن سکینہؑ بی بی مرکر سب کو آزاد کروا گئیں۔ کل میں شہادت پڑھ چکا، جب رات کو سکینہؑ بی بی مرگئیں اور رقت کا غُل ہوا تو یزید اپنے قصر میں اُٹھ کر بیٹھ گیا، پریشان ہوگیا اور پورے دمشق میں ہر گھر کی عورت بے قرار ہوگئی اور سب نے کہنا شروع کیا اپنے مردوں سے، دیکھو تو کیا آفت ہے، قید خانے جا کر دیکھو کیا ہوا تو عورتیں خود سروں پر چادریں ڈال کر نکل پڑیں۔

قید خانے کا رخ کیا اور دروازے پر آکر یہ پوچھا یہ کیسا غُل ہے؟ جواب ملا۔ سکینہؑ مرگئیں.... بہت روئیں دمشق کی عورتیں، بڑا ماتم کیا۔

چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ تھے اور اس کے بعد وہ عورتیں واپس آئیں اور انہوں نے اپنی چادریں مردوں کے سروں پر پھینک دیں... کہا وائے ہو تم پر کتنی مظلومہ مرگئی اب تو ظلم کی حد ہوگئی کہ قیدیوں میں کی ایک بچی مرگئی اور تم ان بے کسوں کی مدد کو نہیں جاتے! تم گھر میں بیٹھو... تلوار ہم اُٹھالیں گے، جب عورتوں نے بہت شرم وغیرت دلائی تو تمام مردوں نے تلواریں کھینچ لیں اور قصرِ یزید کو گھیر لیا اور کہا یزید یہ قید خانے میں کیا رقت کا غُل ہے۔ کہا ایک بچی مرگئی، تمام لوگوں نے جو قصر کو گھیرے ہوئے تھے کہا یزید یہ بتا اس بچی کا نام کیا تھا؟ یزید بام پر تھا مجمع ادھر، مجمع اُدھر، کبھی ادھر آکر کہتا زینبؑ مرگئی ہے، کبھی کہتا عاتکہ مرگئی ہے، کبھی کہتا رقیہ نام کی خاتون مرگئی اور کبھی کہتا ہے سکینہؑ مرگئی۔ جس نے جو سنا اتنے نام ہوتے گئے۔ یزید نے سکینہؑ کی موت چھپانا چاہی۔ لیکن سکینہؑ کی موت انقلاب بن گئی لوگوں نے کہا اچھا یزید تو نام نہیں بتاتا تو

نہ بتا۔ بس اتنا بتادے کہ جب دربار میں اسیر آئے تھے تو سب سے چھوٹی بچی آ گے تھی جس کا ایک ہاتھ گلے پر تھا اور ایک ہاتھ کان پر تھا اور اس کے گلے میں رسّی بندھی ہوئی تھی جو اپنے بابا کا سر مانگ رہی تھی کیا یہ وہی بچی مرگئی؟ یزید نے کہا ہاں وہی بچی مرگئی، سب نے کہا بس اب ظلم کی انتہا ہوگئی۔

اب قیدیوں کو آزاد کرو ورنہ ہم تلوار کھینچ لیں گے، سکینہؑ بی بی نے مرکر انسان کی غیرت کو جگا دیا، بغاوت کے آثار ہوئے، یزید گھبرا گیا اور کہا ہاں اچھا ہم قیدیوں کو کل آزاد کر دیں گے اور جب صبح آئی تو اس نے سید سجادؑ کو بلایا۔ حدّاد پہلے سے بیٹھا تھا اسے حکم دیا کہ ہتھکڑیاں کاٹ دو، بیڑیاں کاٹ دو، طوق کاٹ دو، کٹا تو طوق، کٹیں تو ہتھکڑیاں، کٹیں تو بیڑیاں لیکن جب کٹیں تو پتہ چلا پسِ آہن کیا تھا؟

جہاں بیڑیاں تھیں وہاں کا گوشت گل گیا تھا، پیروں کی ہڈیاں، کلائیوں کی ہڈیاں دکھائی دیں اور ہنسلیوں کی ہڈیاں نظر آتی تھیں، سارا گوشت گل گیا تھا۔ آپ کو شالِ عزا کا راز معلوم ہے جو عزادار گلے میں شالِ عزا ڈالے رہتے ہیں، سید سجادؑ نے شالِ عزا گلے میں اس لئے ڈالی کہ پھوپھی اماں کو گلے کے زخم نظر نہ آئیں کہ میرے بچے کا کیا حال ہو گیا۔ اللہ اللہ پھوپھی کو بھتیجے کا خیال اور بھتیجے کو پھوپھی کا خیال... جب تک سید سجادؑ نہ آئے قید خانے کے دروازے پر پھوپھی ٹہلتی رہی، میرا بچہ.. میرا لعل ابھی تک نہیں آیا۔

سید سجادؑ اب تک نہیں آئے، پھوپھی دعائیں پڑھ رہی ہے، آ گئے سید سجادؑ تو کہا! بیٹا کیا خبر ہے؟ کہا ہتھکڑیاں، بیڑیاں کٹ گئیں، پھوپھی اماں اب ہم آزاد ہیں، قید خانے کے تالے کھل گئے ہیں۔ کیا پھوپھی اماں مدینے چلیں؟ صغریٰؑ پکار رہی ہوگی، بہن اکیلی ہے، بچھڑے ہوئے بہت دن ہو گئے، پھوپھی اماں چلیں..؟ کہا نہیں بیٹا ابھی

مدینے نہیں جائیں گے... میرے لعل ہم ابھی یہاں سے نہیں جائیں گے... بیٹا میں ابھی اپنے بھائی کو روئی کہاں؟ مَیں بھائی کو رو نہیں سکی.. صفِ عزا نہیں بچھا سکی۔ مجلس کر کے زینبؑ نے عزاداری کی بنیاد وہیں رکھی.. کہا بس یہ ہے بیٹا سید سجادؑ کہ یزید سے کہو ایک مکان خالی کر دے، سات دن کے لئے مجھے ایک مکان چاہئے ،مَیں قید خانے سے اس مکان میں جاؤں گی .قید خانے کے دروازے کُھلے بیبیاں قید خانے سے نکل کر اس مکان میں گئیں۔ جب پہنچیں اس مکان میں تو زینبؑ نے کہا سید سجادؑ اب یہ کہلوا دو حاکم سے کہ کربلا میں جو ہمارا سامان لُوٹا تھا وہ جل گیا ہو، کچھ بھی ہو، وہ جیسا ہے ہمیں واپس کر دے اور ہمارے شہیدوں کے سر ہمیں بھجوا دے۔

سامان آ گیا، اس میں جلا ہوا جھولا بھی ہے، اس میں بچوں کے پیرہن بھی ہیں، لیکن حسینؑ کی جلی ہوئی مسند... جنابِ زینبؑ نے سارا سامان ہٹایا اور حسینؑ کی جلی ہوئی مسند نکالی، جو جل چکی تھی، کچھ باقی تھی وہ مسند اُٹھالی اور مسند اُٹھا کر اس مکان میں جو بلند جگہ تھی اس پر وہ مسند بچھا دی اور اس کے بعد ہاتھوں کو باندھ کر سید سجادؑ کے سامنے آئیں اور کہا میرے لعل سید سجادؑ ذرا اُٹھو..! میرے ساتھ آؤ اور اس اپنے بابا کی مسند پر بیٹھ جاؤ، بازو پکڑ کر پھوپھی لائی بھتیجے کو اس مسند پر بٹھایا. کہا مَیں کہوں کہ قید سے چھوٹ کر پہلا کام زینبؑ نے یہ کیا کہ امامؑ کی تاج پوشی کی کہ حسینؑ کے بعد یہ ہے امامؑ... کیا کیا احسان ہیں بی بی زینبؑ کے ہم کیسے اُتار سکتے ہیں؟ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان.. احسان کا بدلہ ہے کہ بس آنسو ٹپک جائیں، زینبؑ کے نام پر آوازیں بلند ہو جائیں ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم احسان اُتار سکیں بس گریہ و بکا ہو زینبؑ کے احسان کی جزا یہ ہے، یہی مانگا ہے سید سجادؑ نے رونا اور اس طرح رونا، فریاد کر کے رونا، پکار کے رونا، آواز سے رونا، ہائے کہہ کے رونا، سینے پہ ہاتھ مار کے رونا... یوں یاد

کر کے رونا، سب انداز بتا دیئے کہ اس اس طرح رونا اور ایک بار مسند پر بٹھا کر پھر ہاتھ باندھے...سید سجادؑ نے کہا پھوپھی اماں آپ چاہتی کیا ہیں؟

کہا سید سجادؑ عصرِ عاشور کو تمہارا باپ مارا گیا تو اس وقت باپ کی تعزیت بیٹے کو دینے والا کوئی نہیں تھا اور مَیں تعزیت کیسے ادا کرتی اُدھر تو بھائی مرا اُدھر بہن کے ہاتھ بندھے۔ اب ہاتھ کُھلے تو اب مَیں تیرے سامنے آئی ہوں، تیری یتیمی کا پرسہ دینے، تیرا باپ مارا گیا، سید سجادؑ باپ کا پرسہ لو...پھوپھی تعزیت ادا کر رہی ہے، میرے لعل تم یتیم ہو گئے، عصرِ عاشور کو آج پھوپھی تعزیت ادا کر رہی ہے، کیا رقّت کا عُل ہوا اللہ اللہ۔تعزیت ادا ہو گئی تو اب ایک ایک بی بی سے کہا! امِ لیلیٰؑ تم یہاں بیٹھو، اُمّ ربابؑ تم یہاں بیٹھو، زوجۂ عباسؑ تم یہاں بیٹھو، رقیہ تم یہاں بیٹھو، جب ساری بیبیوں کو بٹھا دیا اور شام کی عورتوں کو چاروں طرف بٹھا دیا تو کہا مجلس ہو گی اور ابھی زیارتیں آئیں گی، زیارتوں کو دیکھ کر رونا...زینبؑ نے بنیاد رکھی اور اُس کے بعد حکم دیا کہا علی اکبرؑ کا سر لاؤ...اب مجلس میں علی اکبرؑ کا سر آیا کہا یہ سر اُمِّ لیلیٰؑ کی گود میں رکھو، سر آیا، اب قاسمؑ کا سر آ گیا کہا امِ فروہؑ کی گود میں رکھو، عباسؑ کا سر آیا کہا اُمِّ کلثومؑ کی گود میں رکھو، اب مسلمؑ کے بچوں کے سر آئے کہا ماں کے پاس رکھو، یہ زینبؑ نے تابوت منگائے ہیں، یہ قاسمؑ کا سر نہیں ہے، یہ اکبرؑ کا سر نہیں ہے اور اب ماؤں نے بین شروع کیے اُمِّ لیلیٰؑ کی گود میں اکبرؑ کا سر اور لیلیٰ کے بین، اُمِّ فروہؑ کی گود میں قاسمؑ کا سر اور اُمِّ فروہؑ کے بین، کیسے بین ہوئے ہوں گے؟

کیا کیا ماؤں نے اپنے بیٹوں سے کہا ہوگا! عجب نہیں اُمِّ لیلیٰؑ نے کہا ہو! اے علی اکبرؑ تجھے ماں کے پردے کا بڑا خیال تھا علی اکبرؑ تمہارے بعد ماں کے سر سے چادر چھن گئی، کیا کہا ہوگا اُمِّ کلثومؑ نے..اے بھائی عباسؑ بہن کے پردے کا بڑا خیال تھا. عباسؑ

تمہارے بعد بازوؤں میں رسّی بندھی، ہائے مگر عباسؑ کے سر سے بڑھ کر یہ کون کہے کہ تمہاری پیاری بھتیجی نہ رہی۔

ایک بار زینبؑ اُٹھ کے کھڑی ہوگئیں اس لئے کہ اب حسینؑ کا سر آیا.. اب بہن آغوش میں بھائی کا سر لے کر بیٹھیں اور پکارا..!

اُے زہراؑ کے لعل... میرے مانجائے حسینؑ، لاچار حسینا، میرے بے کس حسین، میرے بے یار حسینؑ، کیا ماتم کیا.. کہتے ہیں زینبؑ نے سات دن تک ایسا ماتم کیا کہ شام کی زمین ہلنے لگی۔ شام کی عورتوں نے جناب زینبؑ کے ساتھ مل کر اتنا ماتم کیا کہ دمشق کانپنے لگا... یزید گھبرا گیا کہ یہ کیسا ماتم ہے؟ سات دن زینبؑ نے ماتم کیا، خوب ماتم ہوا، جب ماتم ہو چکا تو کہا سید سجادؑ اب چلیں گے مگر مدینے نہیں، پہلے کربلا چلیں گے، پہلے بھائی کی قبر پر چلیں گے۔ ناقے منگاؤ، اسی مکان کے سامنے اونٹ آنے لگے.. عماریاں رکھی تھیں، اب جو عماری آئی اس پر زربفت کے غلاف، اس پر کم خواب کے غلاف، جناب زینبؑ واپس ہوگئیں، کہا سید سجادؑ میں بھائی کی سوگوار ہوں، یہ سارے پردے اُتروا دو، سب یہ کالے پردے لگواؤ، آگے آگے کالے علم ہوں، کالے پردے پڑ گئے، کالے علم آگے ہو گئے۔ جناب زینبؑ نے عماریوں پر بیبیوں کو بٹھایا اور کہا ان عماریوں کو قید خانے کے دروازے کے سامنے سے گزارو لیکن جب دمشق کے اس میدان سے ناقے چلنے لگے تو ایک ایک بی بی کو زینبؑ نے اپنی نگرانی میں ناقوں پر بٹھایا، کہا امّ لیلیٰؑ علی اکبرؑ نہ رہے آؤ میں سوار کروں۔

اُے بھابی اُمِّ فروہؑ قاسمؑ نہ رہے آؤ میں سوار کراؤں..اُے فضہؑ آ تجھے بھی زینبؑ سوار کرائے، جب سب کو بٹھا دیا بڑا مجمع تھا، شام کی عورتیں الوداع کہنے آئی تھیں گودیوں میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر... بلک رہ تھیں، عماریوں کو دیکھ دیکھ

کر، شام کی عورتیں رورہی تھیں، قیامت کا ماتم تھا، بیچ میں اہلِ حرم کی عماریاں چاروں طرف شام کی عورتیں رو کے رخصت کر رہی تھیں، الوداع کہہ رہی تھیں، تم بھی ایسے الوداع کہو، شبِ الوداع ہے، تم بھی رو کر کہو، اُمِّ لیلیٰؑ الوداع، اُمِّ فروہؑ الوداع، زوجۂ عباسؑ الوداع، اُمِّ ربابؑ الوداع، اَے جناب زینبؑ الوداع، اَے سکینہؑ الوداع۔

جب چلنے لگیں عماریاں تو ایک بار دائیں دیکھا، بائیں دیکھا کہا! بھابھی امّ ربابؑ نظر نہیں آتیں.. کہاں ہیں؟ تو شام کی عورتیں آگے بڑھیں کہا جب ہم آپ کو رخصت کرنے آرہے تھے تو درِ زنداں سے ہم نے ایک عورت کو لپٹے ہوئے دیکھا...ایک بی بی قید خانے کے دروازے سے لپٹی ہوئی رو رہی تھی۔ سمجھ گئیں...کہا وہی ہیں میری بھابھی اُمِ ربابؑ، آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی درِ زنداں کے پاس آئیں۔

دیکھا اُمِ ربابؑ درِ زنداں سے لپٹی ہوئی زنداں میں دیکھ رہی ہیں....قریب گئیں، شانے پر ہاتھ رکھا، کہا بھابھی سواریاں تیار ہو گئیں، کربلا جا رہے ہیں۔ کہا شہزادی جب مدینے سے چلی تھی گودی آباد تھی، میری گود میں اصغرؑ تھا، ایک زانو پر سکینہؑ تھیں، میرا وارث حسینؑ زندہ تھا.. اَے شہزادیؑ اب یہاں سے چلوں تو کیا لے کر جاؤں، وارث مارا گیا، اصغرؑ مارا گیا، ایک بچی تھی وہ اندھیرے گھر میں تنہا ہے، اس اکیلے گھر میں...اس زنداں میں سکینہؑ تنہا ہے، اب میں وطن جا کر کیا کروں تو زینبؑ نے سمجھا کے کہا بھابھی چلو کربلا...اصغرؑ کا ماتم کرنا، والی و وارث کا ماتم کرنا، چلو اصغرؑ بلا رہا ہے، سمجھا کر لے آئیں، ناقے میں بٹھا دیا خود بھی ساتھ بیٹھیں، ربابؑ کا بازو پکڑا، جب عماریاں چلنے لگیں تو ایک بار پردے کو اُٹھایا، کہا شام کی رہنے والیوں اللہ تمہارے بچوں کو زندہ رکھے، ارے! ایک بچی ہماری بھی تھی اندھیرے گھر میں اکیلی رہ گئی کبھی آنا تو ایک چراغ سکینہؑ کی قبر پر جلا دینا...ارے میری بچی تنہا ہے۔ ہائے حسینؑ، وائے حسینؑ۔

دسویں مجلس

بِسمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ چہلم کی دسویں اور الوداعی مجلس منعقد ہے، احسان اور ایمان پر ہم نے مسلسل گفتگو کی اور خصوصاً کلامِ پاک کی یہ آیت... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان... اور یہی ایک آیت کیا جہاں جہاں بھی لفظِ احسان آیا، ہمارے مفسّرین اس لفظ کے معنی نہیں سمجھ سکے... بہت سے ایسے مقامات ہیں کہ جہاں مفسّرین سے لغزشیں ہوئیں اور ظاہر ہے کہ جہاں کوئی مفسّر اگر یہ دعویدار بن جائے کہ میں قرآن کے معنی لکھ رہا ہوں یا میں قرآن کی تفسیر کر رہا ہوں تو اس کو غچہ کھانا ہی پڑتا ہے اور وہ اپنی اَنا میں ڈوب کر خود ہی احمق اور گاؤدی پن کا شکار ہو جاتا ہے... اس لئے کہ اللہ نے یہ کہا کہ قرآن کا ترجمہ سوائے اہلِ بیتؑ کے کوئی نہیں کر سکتا... اور قرآن کی تفسیر سوا آلِ محمدؐ کے دنیا میں کوئی بیان نہیں کر سکتا... کیوں کہ بارہ بھیجے تو ہر دور میں جب جس کا جو کام تھا لے لیا بارہ اسی لئے بھیجے کہ جب جو دماغ میں آئے پوچھ لینا.... اگر کوئی آیت سمجھ میں نہ آئے تو اس کے بعد یہ امام پھر یہ امام، جب گیارہواں دور آ گیا تو اب بھی قرآن تمہاری سمجھ میں نہ آیا... تو خدا کی مار ہے تمہاری عقلوں پر... اب بھی تمہاری سمجھ میں تفسیر نہ آئی کہ محکم کیا اور متشابہ کیا...؟

ہر فرقہ کے امام نے اپنی تفسیر الگ لکھی... انہوں نے کہا قرآن کی آیت کے یہ

معنی...دوسرے امام نے کہا یہ معنی، جب انہوں نے وہ معنی نہیں مانے تو انہوں نے کہا ہمارا فرقہ الگ..اس ہی لئے تو اہلِ حدیث کا قرآن الگ ہے، رضا احمد بریلوی کا قرآن الگ ہے، سعودی عرب کا قرآن الگ ہے، ارے! اس پر اختلاف ہے قرآن میں کہ سورۂ الحمد میں چھ آیتیں ہیں یا سات...؟ ایک آیت کو دو حصوں میں بانٹا ہوا ہے سعودی عرب والوں نے...کوئی کہتا ہے بسم اللہ شامل ہے سورہ میں تو گنتی کی جائے گی، کوئی کہتا ہے نہیں...تو قرآن کو کس نے بدلا؟

اقبال کا مشہور شعر ہے:۔

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اَحسِنُوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُحسِنِین (سورہ بقر۔۱۹۵)

"احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے"۔ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

احسان کی تعریف یہ ہے کہ احسان اطاعت کا سب سے بلند مقام ہے

احسان لفظ حُسن سے نکلا ہے، جس کے معنی کسی کام کو خوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں، عمل کا ایک درجہ یہ ہے کہ آدمی کے سپرد جو خدمت ہو اُسے بس کر دے، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اُسے خوبی کے ساتھ کرے۔

اپنی پوری قابلیت اور اپنے تمام وسائل اس میں صَرف کر دے اور دل و جان سے اس کی تکمیل کی کوشش کرے۔ پہلا درجہ محض طاعت کا درجہ ہے، جس کے لیے صرف تقویٰ اور خوف کافی ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا درجہ احسان کا درجہ ہے، جس کے لیے محبت اور گہرا قلبی لگاؤ درکار ہوتا ہے۔

اسلام کی نظر میں احسان انسانیت کے تکامل وارتقاء کے بلند ترین مرحلے کا نام ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ''احسان شرفاء کی عادت ہے اور برائی کمینوں کی عادت ہے''۔

محسن کے قرآنی مفہوم یہ ہیں کہ :-

مُحسن ۔موحد۔ توحید کو ماننے والا ۔فریضے سے زیادہ ادا کرنے والے، ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے:-

کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا، اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا (احسان بمعنی اوّل) کی مثال بالوالدین احساناً ''ماں باپ سے اچھا سلوک کرو''۔

قرآن میں لفظ ''محسن''، بمعنی ''موحد' مستعمل ہے۔ محسن کا لفظ قرآن میں چار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ بَلٰی مَن اَسلَمَ وَجھَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحسِنٌ فَلَهٗ اجرهٗ عِندَ رَبِّهٖ (سورۂ بقرآیت ۱۱۲)

جس نے خدا کے آگے اپنا سر جھکا دیا اور احسان بھی کرتا ہے یعنی محسن ہے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں اس کا اجر موجود ہے۔ محسن کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ احسان کرتے ہیں اور یہ فعل صرصری نہیں ہے بلکہ احسان کرنا ان کی صفت بن چکا ہے اور یہ صفت ان کی ذات کی گہرائی میں اُتر چکی ہے۔

وَمَنْ اَحسَنُ دِیناً مِمَّنْ اَسلَمَ وَجھَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبرَاھِیمَ حَنِیفاً وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبرٰھِیمَ خَلِیلاً

(سورۂ نساء آیت ۱۲۵)

اور اُس شخص سے دین میں بہتر کون ہوگا جس نے خدا کے سامنے اپنا سر تسلیم جھکا دیا اور وہ محسن احسان کرنے والا بھی ہے اور ابراہیمؑ کے طریقے پر چلتا ہے ابراہیمؑ تو باطل

سے کترا کر چلتے تھے اور خدا نے ابراہیمؑ کو تو اپنا خالص دوست بنا لیا تھا۔

جو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے اس سے بہتر کس کا دین ہے اور پھر محسن بھی ہو اور ابراہیمؑ کے خالص اور پاک دین کا پیرو ہو اور خدا نے ابراہیم کو اپنی دوستی کے لیے منتخب کر لیا تھا محسنین کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ ملتِ ابراہیمؑ پر چلتے ہیں''۔

ہاشم، عبدالمطلب، ابوطالب، عبداللہ، آمنہ، فاطمہ بنتِ اسد، خدیجہ، یہ وہ ہستیاں ہیں جو ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرتی تھیں جب تک اسلام نہیں آیا تھا۔

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورہ لقمان آیت ۲۲)

اور جس شخص نے خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار (محسن) احسان کرنے والا بھی ہو تو بے شک اس نے ایمان کی مضبوط رسّی پکڑ لی اور آخر تو سب کاموں کا انجام خدا ہی کی طرف ہے۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ (سورہ صافات آیت ۱۱۳)

اور ہم نے خود ابراہیم پر اور اسحاق پر اپنی برکت نازل کی اور ان دونوں کی نسل میں بعض تو محسن (نیکوکار) اور بعض (نافرمانی کر کے) اپنی جان پر صریحی ستم ڈھانے والے تھے۔ تین مقامات پر محسن کے معنی موحد ہیں اور یہاں مفسرین کہتے ہیں محسن کے معنی مومن ہے۔ صرف اِس آیت میں۔

مُحسِنُونَ کا لفظ قرآن میں صرف ایک مرتبہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ

(سورہ نحل آیت ۱۲۸)

اس میں شک نہیں کہ جو لوگ متقی (پرہیزگار) ہیں اور محسنون (نیکوکار) ہیں خدا ان

کے ساتھ ہے"۔خدا اُن کا ساتھی ہے"۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے :- "افضل الایمان الاحسان" یعنی افضلِ ایمان احسان ہے۔ابو طالبؑ کا احسان ایمان بن گیا۔

لفظ مُحسِنات:- نیکوکار عورتیں...جمع مؤنث...صرف ایک مرتبہ آیا ہے

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورۂ احزاب آیت ۲۹)

رسولؐ کی بیویوں سے خطاب ہو رہا ہے:-

اور اگر تم لوگ خدا اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کی خواہاں ہو تو اچھی طرح خیال رکھو کہ تم لوگوں میں سے محسنات نیکوکار عورتوں کے لیے خدا نے یقیناً بڑا اجر و ثواب مہیا کر رکھا ہے۔

لغت میں احسان کے معنی ہیں نیکی کرنا۔جو (مصدر) ہے احسان کا لفظ حُسن سے نکلا ہے۔احسان کا لفظ دو معنی کے لیے آتا ہے ایک غیر کے ساتھ (کسی کے ساتھ بھی) بھلائی کرنے کے لیے۔دوسرے کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے لیے۔

"احسان" کا لفظ قرآن میں ۶ مرتبہ آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى

(سورۂ نحل آیت ۹۰)

"خدا انصاف اور احسان لوگوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں کو کچھ دینے کا حکم کرتا ہے"۔

تفسیر برہان میں اس آیت کی تاویل یہ کہ عدل سے مراد حضرت رسالت مآبؐ اور احسان سے مراد حضرت علیؑ مرتضٰی اور اتباع، ذی القربیٰ اس کے بعد تین دشمنانِ خدا کا

ذکر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "اے اسحاق بن عمار تم سے جس قدر ہو سکے میرے دوستوں کے ساتھ احسان کرو کیونکہ جو مومن بھی اُن پر احسان اور اُن کی اعانت کرتا ہے وہ شیطان کے منہ کو نوچ لیتا ہے اور شیطان کے دل کو مجروح کرتا ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسٰنُ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (سورۂ رحمان آیت ۶۱)

"بھلا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور بھی ہے، پھر تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے"۔

احساناً:- یہ لفظ بھی قرآن میں ۶ مرتبہ آیا ہے:-

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ مَسَاکِیْن

(سورۂ بقرۃ آیت ۸۳)

اپنے ماں باپ، رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ نیکی کرو۔ اُن پر احسان کرو۔

والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم انھیں اس کی بھی تکلیف نہ دو کہ وہ تم سے کچھ مانگیں، اور ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو، اور اُن کے آگے ہو کر مت چلو اور اُن کی طرف تُند نگاہ سے نہ دیکھو، اگر وہ تم کو تنگ کریں تو اُف تک نہ کہو۔ اگر وہ تم کو ماریں تو اس کے جواب میں یہ کہو "خداوندا انھیں بخش دے"۔

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (سورۂ نساء آیت ۳۶)

"ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور رشتہ دار پڑوسیوں اور اجنبی

پڑوسیوں اور پہلو میں بیٹھنے والے مصاحبین اور پردیسیوں اور اپنے زرخرید لونڈی غلام کے ساتھ احسان کرو"۔

بالوالدین احسانا (سورۂ انعام آیت ۱۵۱)

"شرک نہ کرنا اور والدین پر احسان کرو"۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْ اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً. اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً o وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْراً

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

"تمہارے پروردگار نے تو حکم ہی دیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیکی کرنا اُن پر احسان کرنا۔ ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں۔ خبردار ان کو جواب نہ دینا۔ اُف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور اُن سے بہت ادب سے گفتگو کیا کرو ان کے سامنے نیاز اور خاکساری سے اپنے کاندھوں کو جھکا دو۔ ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پالنے والے جس طرح ان دونوں نے میرے چھٹپنے میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما"۔

اس کے فوراً بعد ۲۶ ویں آیت ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً o

"قرابت داروں کو اُن کا حق دے دو"، فدک اور حضرت فاطمہؑ کے حق کا بیان ہے۔

امام حسینؑ کی مدح اور احسان کی تعریف قرآن نے بیان کی ہے:-

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰناً حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهاً

وَّوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْراً حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ٥

''میں نے انسان کو وصیت کر دی تھی کہ وہ اپنے والدین سے نیکی کرتا رہے، جب وہ بطنِ مادر میں آیا تو اُس کی ماں کو رنج پہنچا اور جس کی ولادت کے وقت بھی اُس کی ماں رنجیدہ ہی تھی اور کل تیس مہینوں میں اُس انسان کی مدت حمل بھی گزری اور دودھ بڑھائی بھی ہوئی۔ اور جب وہ چالیس برس کا ہوا تو اس نے خدا سے دعا کی کہ میں تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے عطا کی ہیں اور اُن نعمتوں کا بھی شکریہ ادا کروں جو تو نے میرے ماں باپ کو عطا کی ہیں اور میں زندگی میں ایسا نیک کام کر جاؤں جس سے تو راضی ہو جائے۔ اور میری ذریّت میں بھی نیک بندے قرار دے، میں تیرے ہر حکم کی اطاعت کرنے والوں میں ہوں''۔

''محسنین'':- ''محسنین کا لفظ قرآن میں ۳۳ مرتبہ آیا ہے۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ: (سورۂ بقرہ آیت ۵۸)

''ہم محسنین کو مزید فضل و کرم سے نوازیں گے''۔

اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے احسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۵)

والكاظِمِينَ الغيظَ وَالعَافِيْنَ عنِ النّاس وَاللّٰهُ يُحِبُّ المحسنين (سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴)

''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے محسنین

(نیک لوگ) اللہ کو بہت پسند ہیں"۔

غصے کو ضبط کرتے ہیں اور دوسروں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں۔ اللہ ایسوں سے الفت رکھتا ہے۔

اُن محسنین کی دعا بس یہ تھی کہ:۔

ثَبِّت اَقدَامَنا وَانصرُنا عَلَی القَومِ الکافِرین

(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۷)

"ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر"۔

فَآتاھُم اللّٰہُ ثوابَ الّدنیا وَحُسنَ ثَوابِ الآخِرۃِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ المحسنین (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۸)

"آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا"۔

اللہ کو ایسے ہی نیک محسنین لوگ پسند ہیں۔

"محسنین کی پہچان ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب سے خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالحین میں شامل کرے"۔

رَبُّنَا مَعَ القومِ الصّالحِین (مائدہ آیت ۸۴)

اللہ ان کو ہمیشہ جنت میں رکھے گا اُن کے اِسی قول کے سبب سے جنّاتٍ تجری مِن تَحتِھا الانھارُ خالدینَ فیھا۔ ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ پھر ارشاد ہوا۔

وَذالِکَ جَزآءُ المُحسنین (سورۂ مائدہ آیت ۸۵)

"یہ جزاء ہے محسنین کے لئے" اُن کے نیک روّیہ اختیار کرنے کی وجہ سے۔

وَوَھَبنَا لَہٗ اِسحٰقَ وَیَعقُوبَ کُلّاً ھَدَینَا وَنُوحاً ھَدَینَا مِن

قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَ اَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب عطا کئے اور ہم نے ہر ایک کو ہدایت کی، اور نوحؑ کو بھی ہم نے ان سے پہلے ہدایت کی تھی اور اُن کی ذرّیت واولاد میں سے داؤدؑ، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہم نے ہدایت کی اور ہم محسنین کو اسی طرح سے جزا دیتے ہیں۔

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۂ اعراف آیت ۵۶)

یقیناً اللہ کی رحمت محسنین نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔

اِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ مَا عَلَی الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَحِیۡم (سورۂ توبہ آیت ۹۱)

''جبکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے وفادار ہوں ایسے احسان کرنے والے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اللہ تو غفور رحیم ہے''۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۲۰)

''یقیناً اللہ کے ہاں احسان کرنے والوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا ہے''۔

بے شک احسان کرنے والوں کا اجر و ثواب اللہ برباد نہیں کرتا''۔

وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۂ ھود آیت ۱۱۵)

''صبر کرو اللہ احسان کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا''۔

حضرتِ یوسفؑ کے لئے ارشاد ہوا:-

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۂ یوسف آیت ۲۲)

''اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُن کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اس طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں''۔

اللہ نے یہاں علم و احسان کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے

''احسان علم کی زینت ہے''

حضرت موسیٰ کے لیے ارشاد ہوا:-

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ قصص آیت ۱۴)

''جب موسیٰ اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے اور اُن کا نشو ونما مکمل ہو گیا تو ہم نے اُن کو حکم اور علم عطا کیا، ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں''۔

حکم سے مراد حکمت، دانائی، فہم و فراست اور قوتِ فیصلہ اور علم سے مراد دینی اور دُنیوی علوم دونوں ہیں۔ موسیٰؑ جب جوان ہوئے تو اپنی ماں کے زیر نگرانی اپنے بزرگوں حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف کی تعلیمات سے بھی واقفیت حاصل ہو گئی اور بادشاہِ وقت کے ہاں شاہزادے کی حیثیت سے پرورش پانے کے باعث اُن کو وہ تمام دنیوی علوم بھی حاصل ہوئے جو اُس زمانے کے اہل مصر میں رائج تھے۔ یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت کا عطیہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو نبوت تو اس کے کئی سال بعد عطا فرمائی گئی۔

حضرت موسیٰ جب حضرت شعیب کی دختر سے شادی کر کے واپس آ رہے تھے راستے میں کوہِ طور پر نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

محسنین کو حکمت اور علم عطا کیا جاتا ہے۔ اس میں شرطِ نبوت نہیں ہے۔ عبدالمطلبؑ اور ابو طالبؑ بھی ایسے ہی محسنین اسلام ہیں جن کو حکمت اور علم بغیر نبوت کے عطا کیا گیا تھا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

(سورۂ عنکبوت آیت ۶۹)

''جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے اُنھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ محسنین ہی کے ساتھ ہے۔

اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والے اللہ کے مُحسن ہیں اسلام کے مُحسن ہیں۔اور مُحسنینِ اسلام کو اللہ اپنے راستے دکھاتا ہے یعنی قدم قدم پر اُن کی مدد کرتا ہے۔اللہ اُن کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے کش مکش کا خطرہ مول لے لیتے ہیں انھیں اللہ ان کے حال پر نہیں چھوڑ دیتا بلکہ وہ ان کی مدد و رہنمائی کرتا ہے اور اپنی طرف آنے کی راہیں اُن کے لیے کھول دیتا ہے۔

ہر موڑ پر اُنھیں روشنی دکھاتا ہے۔اللہ کی مدد اور توفیق اُن کے ساتھ رہتی ہے۔

محسنینِ اسلام کی ایک پہچان قرآنِ مجید نے یہ بتائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔مجاہدہ کیا ہے؟ مجاہدہ کے معنی ہیں کسی مخالف طاقت کے مقابلے میں جدوجہد کرنا۔اُن تمام انسانوں سے مقابلہ کرنا جن کے نظریات، رُجحانات، اُصولِ اخلاق رسم و رواج، طرزِ تمدن اور قوانین معیشت و معاشرت دینِ حق سے متصادم ہوں۔اس معاشرے سے مقابلہ جو خدا کے خلاف اپنا فرمان چلائے اور نیکی کے بجائے بدی کو فروغ دینے میں اپنی قوتیں صرف کرے۔یہ مجاہدہ ایک دو دن کا نہیں زندگی بھر کا اور دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے ہر لمحے کا ہے اور کسی ایک میدان میں نہیں، زندگی کے ہر پہلو میں ہر محاذ پر ہے۔اس کے متعلق ارشاد ہے۔

ان الرجل یجاھد و ما ضرب یوما من الدھر بسیف

''آدمی (مرد) جہاد کرتا ہے خواہ کبھی ایک دفعہ بھی وہ تلوار نہ چلائے''۔

حضرت ابوطالبؑ نے کبھی تلوار نہیں چلائی لیکن دینِ اسلام کے لیے تاحیات مجاہدہ

کرتے رہے کفّارِ مکّہ کے رسم و رواج کے خلاف، اُن کے نظریات کے خلاف طرزِ تمدن کے خلاف اسلام کے مقابل ایک اکثریت سے مجاہدہ تھا۔

علاّمہ اقبالؔ نے کہا تھا:-

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کفّارِ مکّہ جو مغرور تھے، بخیل تھے، خائن تھے، چغل خور تھے، شراب پیتے تھے، جوا کھیلتے تھے، بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

ابوطالبؑ نے شراب اور جوئے کو اپنے اوپر اُسی طرح حرام قرار دیا تھا جس طرح اُن کے اجداد نے حرام قرار دیا تھا۔ یہ ابوطالبؑ کا مجاہدہ تھا کفّارِ مکّہ کے خلاف....

ابوطالبؑ وہ محسنِ اسلام ہیں جن کو اللہ نے اپنی خاص راہ دکھائی اور قرآن کہتا ہے کہ اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

حضرت امام محمد باقر صلوٰۃ اللہ سلام علیہ کا ارشاد ہے:-

یہ آیت آلِ محمدؐ اور اُن کے شیعوں کے بارے میں ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ علی ابی طالب نے ارشاد فرمایا "آگاہ ہو جاؤ۔ قرآنِ مجید میں میرے بہت سے مخصوص نام ہیں...تم کو اِس سے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اُن سے ناواقف رہ کر معاملۂ دین میں بھٹک نہ جاؤ۔ محسن میں ہوں، قرآن میں میرا ایک نام محسن بھی ہے" اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِین (سورۂ عنکبوت آیت ۶۹)

"بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ساتھ ہے"۔

الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ
(سورۂ لقمان آیت ۱ تا ۳)

"ال م۔ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔ ہدایت اور رحمت ہے محسنین کے لیے"

محسنینِ اسلام پر اللہ کا سلام:

سلامٌ علٰی نوحٍ فی العالمین (آیت ۷۹)

اِنّا کذٰلکَ نجزی المُحسنین (سورۂ صافات آیت ۸۰)

''سلام ہے نوح پر تمام دنیا والوں میں۔ ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں''۔

جزا کیا ہے۔ ''ہم نے اس کی نسل کو باقی رکھا۔ اور بعد کی نسلوں میں اس کی تعریف و توصیف چھوڑ دی۔ طوفانِ نوح کے بعد سے آج تک اُن کا ذکرِ خیر باقی ہے۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

(سورۂ صافات آیت ۱۰۵)

''اے ابراہیمؑ تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں''۔

یعنی جو بھی ایسا احسان کرے ہم اس کو ایسی ہی نیکی کا اجر دیتے ہیں۔

اجر کیا ہے:- ''ہم نے فدیہ دے کر ذبحِ عظیم کے لیے اسمٰعیل کو بچا لیا''۔

اس ذکر کو تعریف و توصیف کو ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دیا۔

سلامٌ علٰی ابراھیمo کذالکَ نجزِی المُحسنین

(سورۂ صافات آیت ۱۱۰)

''سلام ہے ابراہیم پر ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

''ہم نے اُن کو اولاد میں برکت عطا کی''۔

وَترکنا علیھما فی الآخرینo سلامٌ علٰی موسیٰ و ھارونo اِنّا کذالکَ نَجزی المُحسنین (۱۱۹تا۱۲۱)

''ہم نے آلِ محمدؐ کے ذکر کو بعد کی نسلوں میں باقی رکھا سلام ہے آلِ یاسین (آلِ محمدؐ) پر ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں''۔

محسنین پر درود ہے۔ محسنین پر سلام ہے اُن کا ذکر زندہ ہے۔ اللہ نے محسنین کو

اجرِ عظیم عطا کیا ہے۔

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورۂ زمر آیت ۵۸)

دشمنِ خدا عذاب دیکھ کر کہے گا۔ کاش مجھے ایک موقع اور مل جائے اور میں بھی محسنین نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں"

اور اس وقت اسے یہ جواب ملے گا کیوں نہیں میری آیات تیرے پاس آچکی تھیں۔ پھر تو نے اُنھیں جھٹلایا اور تکبّر کیا اور تو کافروں میں سے تھا"۔

آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ ان کے منھ کالے ہوں گے"۔ (سورۂ زمر آیت ۶۰)

احسان کی اہمیت وافادیت قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے:-

اطاعت کا سب سے بلند مقام احسان ہے، احسان کی جزا دنیا و آخرت میں ملتی ہے، اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے، محسنین پر اللہ کے انعامات، اللہ محسنوں کے ساتھ ہے، احسان کا راستہ نجات کا راستہ ہے، اللہ احسان میں خوبی کا اضافہ کر دیتا ہے، احسان کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں، محسنین کون ہیں، قرآن محسنین کو بشارت دیتا ہے، محسنین کا انجام نیک ہے۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے:-

"احسان کے ذریعے دلوں پر حکومت کی جاسکتی ہے"۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "احسان کے معنی ہیں اپنے عمل کو سجا کر پیش کرنا اور جس نے اپنے عمل کو اچھی طرح انجام دیا تو خداوند عالم اس کے عمل کے حُسن کو سات سو گنا زیادہ کر دیتا ہے"۔

وہیں چلو جہاں شہرِ علم کا دروازہ مسلمانوں کے نبیؐ نے بنایا...تو کوفہ میں اجتماع ہوگیا، علیؑ نے کہا سلونی...راس الجالوت...یہودیوں کے عالم نے پوچھا! کہ یا علیؑ ہر نبی کے وصی سے اللہ امتحان لیتا ہے، کیا آپ کے بھی امتحان ہوئے، آپ نے فرمایا میرے چودہ امتحان ہوئے، راس الجالوت نے کہا کب کب ہوئے تفصیل بتایئے؟ علیؑ نے کہا پہلا امتحان میرا دس برس کی عمر میں دعوتِ ذوالعشیرہ میں ہوا، دوسرا امتحان میرا عین جوانی میں شبِ ہجرت ہوا، تیسرا امتحان بروزِ بدر ہوا، چوتھا امتحان بروزِ اُحد ہوا، پانچواں امتحان بروزِ خندق ہوا...کہ جب ہمارے نبیؐ کے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور قریش اور یہودی یکجا ہوگئے تھے اور بڑے پہلوان کو لائے تھے۔ اس کو دیکھ کر سب تھرتھرا رہے تھے تو رسولؐ نے مجھے بھیج دیا یہ کہہ کر کہ کُلِّ ایمان جا رہا ہے کُلِّ کفر کے مقابلے میں۔ مَیں گیا اور مَیں نے اُسے دو پارہ کیا، اس کا سر کاٹ کر مَیں لایا اور پھر پورا لشکر بھاگ گیا، وہ کامیاب نہ ہوئے نہ یہود نہ قریش...یہ گٹھ جوڑ پرانا ہے قریش کا اور یہودیوں کا، تقریر کے درمیان ہم تبصرے کرتے چلیں گے امتحان مولا علیؑ کی زبانی سنتے جایئے، کہا یہ پانچواں امتحان تھا۔ کہا! چھٹا امتحان بروزِ خیبر ہوا، جو گیا قتل ہوا یا واپس آیا، وہ حملہ کر کے قلعہ بند ہوئے، ہم نے حملہ کیا تو ہم نے قلعہ کا دروازہ توڑ دیا..

راس الجالوت سُن! اُس قلعہ کا دروازہ ہم نے توڑا اور دروازہ توڑ کر اندر ہم اکیلے گئے...اور جو یہود سامنے آیا ہماری تلوار سے نہیں بچا، قیدیوں کو بھی لائے، سروں کو بھی ہم لائے اور پھر پورا قلعہ ہم نے فتح کیا یہ ہمارا چھٹا امتحان تھا، ہمارا ساتواں امتحان اللہ نے اس وقت لیا جب سورۂ برأت نازل ہوئی اور فتحِ مکہ کا ارادہ میرے نبیؐ نے کیا..تو سورۂ برأت بلا کر کسی کو دیا..وہ گیا اور جبرئیلؑ نازل ہوئے کہا اسے واپس بلایئے، وہ جائے جو رسولؐ ہو یا وہ جائے جو رسولؐ سے ہو..تو رسولؐ اللہ نے مجھے بلایا اور سورۂ

برأت مجھے دی اور مَیں سورۃ برأت لے کر مکہ گیا اور بلند پہاڑیوں پر چڑھ چڑھ کر، تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر مَیں سورہ سناتا گیا اور بتاتا گیا کہ اب کوئی اللہ کے گھر میں نہ مشرک آسکتا ہے نہ کافر آسکتا ہے... بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ... برأت اختیار کرتے ہیں اللہ اور رسولؐ مشرکوں سے، سب سے پہلا اعلان علیؑ نے کیا کہ اللہ بھی تبرا کرتا ہے اس کا رسولؐ بھی تبرّا کرتا ہے اس کے بعد مولاؑ فرماتے ہیں کہ یہ عالم تھا کہ سارے کافر دانت پیس رہے تھے جب مَیں سورہ برأت سُنا رہا تھا، ان کا بس نہیں تھا کہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرے گوشت کو پہاڑیوں پر تقسیم کر دیں لیکن مَیں کامیاب واپس آیا یہ میرا ساتواں امتحان تھا، نبیؐ کی زندگی میں مَیں نے سات امتحان دیئے، نبیؐ کے بعد مَیں نے پھر سات امتحان دیئے۔

اللہ امتحان لے رہا تھا، مَیں امتحان دے رہا تھا۔ راس الجالوت...! بعدِ نبیؐ میرا پہلا امتحان اس وقت ہوا جب نبیؐ کی آنکھیں بند ہوئیں، میرے لئے دو راستے تھے ایک طرف امارت تھی، حکومت تھی اور ایک طرف میرے بھائی کا جنازہ تھا، مسلمانوں کے نبیؐ کا جنازہ تھا... مَیں نے ٹھکرا دیا امارت و حکومت کو، مَیں دفن و کفن میں لگ گیا، یہ میرا پہلا امتحان تھا۔

یہ امتحان اللہ نے لیا اور مَیں نے یہ امتحان دیا... دوسرا امتحان میرا اس وقت ہوا کہ جب کسی کی بیعت ہوئی اور وہ تختِ امارت پر آیا اور یوں گزرنے لگے دن کہ مَیں دیکھ رہا تھا دروازہ جلتا رہا... میراث لُٹتی رہی... رسّی گلے میں پڑتی رہی، مَیں نے دوسرا امتحان دیا۔

پھر تیسرا امتحان ہوا... ساڑھے دس سال گزرے اور حکومت کا نظام چل نہیں پا رہا تھا، چھپ کر رات کو حاکم میرے پاس آتا اور مجھ سے مشورہ کرتا اب کیا کروں؟ علیؑ کہتے ہیں! لیکن یہ میری دیانت تھی کہ جب مَیں اس کو بتاتا تو اپنے قریبی اصحاب کو بھی

نہیں بتا تا تھا... دس سال اسلام کا نظام میری رائے پر چلا... جملہ مَیں دے رہا ہوں یہ میرا ذاتی تبصرہ ہے ساری تاریخ پکار رہی ہے کہ سب سے کامیاب نظام حضرت عمر کا تھا اتنی فتوحات... اُتنی فتوحات... نظام تو علیؑ چلا رہے تھے۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں یہ میرا تیسرا امتحان تھا... آج بھی استاد کسی کو ذرا سا چھپ کر بتا دے تو دوسرے دن اعلان کر دیتا ہے، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کچھ بھی صحیح حضرت عمر بہت دیانتدار علیؑ کے شاگرد تھے کہ کم از کم یہ طے ہو گیا کہ نظامِ حکومت کے بارے میں حضرت عمر نے ستّر سوال علیؑ سے کیے... اس لئے کہ ستّر بار اعلان کیا... اگر علیؑ نہ ہوتے تو مَیں ہلاک ہو جاتا، دیانتدار شاگرد تھے علیؑ کے۔

علیؑ کی استادی کا حق عالمِ اسلام ادا کرے جو جو علیؑ نے بتایا ہے کہے ہاں! علیؑ نے بتایا ہے۔ جیسے ہمارے خلیفہ بتا گئے، ایسے ہی پورا عالمِ اسلام اعلانیہ کہے کہ ہاں سب کچھ علیؑ کا بتایا ہوا ہے... علیؑ کہتے ہیں کہ یہ میرا تیسرا امتحان تھا... چوتھا امتحان بروزِ شوریٰ ہوا... مَیں گیا اور اس لئے گیا کہ مجھے معلوم تھا کہ حق نہیں ملے گا، انہوں نے پرواز کی، مَیں بھی اُڑا، وہ نیچے آئے مَیں بھی آیا... ابنِ عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ آپ کے قتل کا وہاں انتظام تھا آپ کیوں گئے؟ تو مَیں نے جواب دیا کہ مَیں ان کے باپ دادا سے کب ڈرا تھا جو ان سے ڈر جاتا۔ مَیں بدر میں کہاں ڈرا، مَیں اُحد میں کہاں ڈرا؟ مَیں اس امتحان میں بھی کامیاب رہا، نہیں ملا حق لیکن اس لئے گیا تا کہ بتا دوں کہ حق میرا ہے، یہ میرا چوتھا امتحان تھا۔ پانچواں امتحان میرا اس دن ہوا کہ جب کچھ شر پسند لیکن احمق... نمازی تھے لیکن عقل سے عاری تھے، سجدہ گزار تھے، حافظِ قرآن تھے لیکن اللہ کی بارگاہ میں احمق تھے اور اللہ یہ کہتا ہے کہ مَیں احمقوں کو پسند نہیں کرتا... نہ احمقوں کی عبادت قابلِ قبول... مَیں سمجھ گیا کہ اگر لڑتا ہوں تو مشکل اور نہیں لڑتا تو مشکل... اس

لئے کہ اگر نہیں لڑتا ہوں تو انہوں نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ یہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ جا کر فساد برپا کریں، بغاوتیں کرائیں، اسٹرائکیں Strikes کرائیں، مَیں سمجھ گیا کہ اگر یہ پھیل گئے تو یہ یہاں سے یہ کہہ کر چلیں گے، عورت میری سربراہ... اور مَیں نے دیکھا کہ یہ سب کے سب مسلمان نہ رہیں گے... اس لئے کہ ملکِ سبا میں عورت سربراہ تھی اور سب کافر تھے... یہ عورت کی پیروی کرنا چاہتے تھے اس لئے مَیں لڑا... اور اب جو لڑا تو سب کو مار کر دم لیا اور پھر مَیں نے عورت کو ساتھ عزت گھر پہنچا دیا... یہ میرا پانچواں امتحان تھا۔

جو الفاظ مولاؑ کے ہیں وہی بیان کر رہا ہوں... جیسا کہا ہے علیؑ نے ویسے ہی بیان کر رہا ہوں، بعدِ نبیؐ چھٹا امتحان ہوا صفّین کے میدان میں آ کر وہ ڈٹ گئے دو لاکھ کی تعداد میں اور انہوں نے لڑنا چاہا، حق کو چھیننا چاہا، بیت المال پر قبضہ کرنا چاہا... ہم نے ان کے سامنے قرآن پیش کیا لیکن وہ قرآن نہیں مانے، ہم نے حکم دے دیا مالکِ اشتر کو کہ پھر لڑا جائے... گھوم کر علیؑ نے کہا مالکِ اشتر! کیا ایسا نہیں؟

کہا مولاؑ آپ نے سچ کہا آپ صادق ہیں... کہا! یہاں تک کہ فتح قریب تھی کہ ان کے دماغوں نے سازش کی، عیاری کی... جو قرآن مَیں نے پیش کیا تھا تب قرآن کو نہ مانا... اب نیزوں پر قرآن بلند کیا اس لئے کہ اب ہار رہے تھے۔ جب قرآن بیچ میں آیا تو میرے لشکر میں اختلاف ہوا... کہا یا علیؑ لڑائی رکوا دیجئے اور حَکَم بنا دیجئے، مَیں نے کہا! یہ نیزوں پر قرآن نہیں ہیں، یہ تم کو دھوکہ دیا جا رہا ہے، مَیں کہہ رہا ہوں کہ یہ قرآن نہیں ہیں.. وہ تلواریں لے کر میرے سر پر آ گئے... یہ میرا چھٹا امتحان تھا، لیکن مَیں نے ان کے بتائے ہوئے نام پر اس کو حَکَم بنا دیا اور پھر جو ہوا سو ہوا... یہ میرا امتحان تھا۔ اور مَیں ابھی واپس ہوا تھا کہ تیرہ ہزار کے لشکر نے میرا راستہ روک لیا... وہ نعرہ لگا رہے تھے کہ

حکومت اللہ کی ہے، لیکن مَیں نے تلوار کھینچ لی اور مَیں نے کہا کہ اگر آج مَیں نے انہیں قتل نہ کیا تو اسلام پھر اسلام نہ رہے گا بلکہ خارجیوں کا مذہب بن جائے گا اس لئے کہ وہ رسولؐ کو ماننے کو تیار نہیں تھے، صرف ناقص توحید رہ جاتی اور شیطان کا عقیدہ رہ جاتا اس لئے تلوار کھینچی اور سب کو کاٹ کر پھینک دیا... بتاؤ توحید بچی، رسالتؐ بچی، اولی الامر بچا... کیا یہ میرا ساتواں امتحان نہیں تھا؟ اَے اصحاب بتاؤ... سب نے کہا! یا علیؑ آپ نے سچ کہا... اور کہا راس الجالوت! اب میرا آخری امتحان باقی ہے... لوگوں نے کہا وہ کیا...؟ کہا! میری رِیش لہو سے خضاب ہو جائے اور قبیلۂ بنی مراد کا بد بخت آئے اور میرے سر پر ضرب لگائے.. بتا دیا کہ آخری امتحان میرا یہ ہے اور اسی دن علیؑ نے اعلان کیا.. فزت برب الکعبہ.... یعنی چودہ امتحانوں میں کامیابی کا اعلان علیؑ نے مسجدِ کوفہ میں انیس رمضان کو کیا، تاکہ تاریخ میں لکھ جائے، کہا سات امتحان نبیؐ کی زندگی میں، سات امتحان نبیؐ کے بعد ہوئے۔ آپ نے سُن لئے علیؑ کے چودہ امتحان اب مَیں شرح کر رہا ہوں۔

سرنامۂ کلام میں کیا آیت ہے میری هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان

(سورۂ رحمان آیت ۶۰)

شاید آج کہیں اسی شہر میں اس کی تفسیر غلط ہو گئی.. اگر سُنا ہے لوگوں نے، نہیں سُنا تو کوئی بات نہیں۔ حالانکہ مَیں کل کی تقریر میں کہہ چکا ہوں کہ آپ نمازیں پڑھیں اللہ پر احسان نہیں ہوتا۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ پر احسان نہیں... ہم نے پیدا ہی کیا جن و انس کو... مقصدِ خلقت ہی یہ ہے کہ عبادت کرو... اس میں احسان کیا؟ روزہ رکھو اللہ پر کوئی احسان نہیں یہ تو تمہارے جسم کی زکوٰۃ ہے، تزکیۂ نفس ہے اللہ پر کیا احسان؟ تم نے زکوٰۃ دی... حج... جہاد... اللہ پر کوئی احسان نہیں... لیکن اگر اللہ پر احسان نہیں تو سورۃ رحمان میں یہ آیت کیوں؟

هَلُ جَزَاءُ الُاِحُسَانِ اِلّا الُاِحُسَان... ...احسان کرو اور احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے گا...تو تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے...آیت برابر برابر ہیں سورۂ رحمان میں رکھی ہے، آیت نے آیت کی تشریح کر دی۔ کہ جب احسان کا بدلہ ہم دیتے ہیں احسان کی شکل میں تو بندوں کے لئے وہ نعمت ہو جاتا ہے اور تم نعمت کو ٹھکرا دیتے ہو...ترجمہ میں... یہاں معنی بدلے گئے تفسیر بالرائے ہوئی..! کون کہتا ہے کہ نمازوں سے احسان ہوا، روزوں سے احسان ہوا...کوئی احسان ہے ایسا کہ جس احسان کو اللہ مان رہا ہے، اسی کی ہم کو گفتگو کرنا ہے آج...ورنہ اتنی آیتیں میں نے پورے عشرے میں محسنین کی سنا دیں؟ آیتیں آپ کو سب یاد ہیں۔

وَتَرَكُنَا عَلَيُهِ فِى الُاٰخِرِيُنَ. سَلَامٌ عَلٰىٓ اِبُرَاهِيُمَ.

(صافات ۳۷، آیت ۱۰۸، ۱۰۹)

یاد ہے نا آپ کو... ہم اسی طرح ان کے تذکروں کو زندہ رکھتے ہیں اور اسی طرح محسنین کو اجر دیا کرتے ہیں، موسیٰؑ محسن، ہارونؑ محسن، نوحؑ، ابراہیمؑ، آلِ یٰسینؑ محسنین...اپنے والدین پر احسان کرو، کیا ساری آیتیں بدل جائیں گی، چھ جگہ قرآن میں احسان کا لفظ ہے، تینتیس ۳۳ جگہ محسنین کا لفظ ہے قرآن میں...سب تقریریں آپ کو یاد ہیں نا...احسانا کا لفظ چھ جگہ ہے، محسنون کا لفظ ایک جگہ، محسن کا لفظ چار جگہ، محسنات کا لفظ ایک جگہ...یعنی عورت بھی محسنہ ہو سکتی ہے، آیئے اب گفتگو ہو جائے۔

اللہ کہتا ہے جو ہم پر احسان کرے ہم اس پر احسان کرتے ہیں، اور احسان کے معنی یہ ہیں کہ جب جوابِ احسان دیا جائے تو چھوٹا سا نہ ہو...اور اللہ جب احسان کا جواب دے گا تو وہ چھوٹی سی چیز نہیں ہوگی، کوئی بہت بڑا انعام ہوگا اللہ اسے جزا کہتا ہے۔ کہا اللہ نے رسولؐ سے! آپ جایئے اور علیؑ کو بستر پر سلا دیجئے...علیؑ سو گئے۔ کل یہی گفتگو تھی نا...علیؑ سو گئے، کام کیا تھا علیؑ کے سپرد...سو جاؤ۔ رسولؐ نے سجایا، علیؑ نے سجایا، رسولؐ نے

علیؑ کو سجایا، علیؑ نے اپنی نیند کو سجایا۔

اچھا اگر علیؑ نہ سوئیں تو...! کہیں کہ نہیں سوتا...حکم الٰہی ہے، حکم اس نے بھیجا ہے سو جاؤ، سو گئے علیؑ...کوئی اور کیوں نہیں سو گیا...جبرئیلؑ کیوں نہیں سو گئے؟ میکائیلؑ کیوں نہیں سو گئے؟ ارے بھئی جبرئیلؑ رسولؐ بن کر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے، یہ علیؑ سے اللہ کیوں کام لینا چاہ رہا ہے؟ اللہ کو معلوم ہے کہ کام اتنا مشکل ہے کہ نہ جبرئیلؑ لیٹ سکتا ہے، نہ میکائیلؑ لیٹ سکتا ہے، صحابیوں کا تو گذر ہی نہیں...ابھی سب مسلمان کہاں ہوئے؟

اب کون آئے...سوا علیؑ کے... پتہ چلا آج کی رات اگر علیؑ نہ ہوں تو اللہ کا کوئی کہا ماننے والا رُوئے زمین پر نہیں ہے۔ جب اللہ کا کہا ماننے والا ایک رات میں کوئی نہ ہو اور ایسے میں کوئی کہا مان لے تو یہ ہے اللہ پر احسان... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ... کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے؟ میں نے کہا اور وہ بستر رسولؐ پر لیٹ گیا اور میں نے صرف یہ نہیں کہا تھا بستر پر لیٹ جا، اس سے مشکل کام تھا کہ لیٹ جا اور سو جا...یہ کس بندے کے اختیار میں ہے؟ اب پتہ چلا حکم الٰہی ہے تو سو کر بھی دکھاؤں گا..اتنی گہری نیند کہ رات بھر کافروں نے کنکر پھینکے مگر علیؑ نے کروٹ بھی نہیں بدلی، یہ تو حکمِ اللہ سے سوئے تھے ارے اللہ اگر کسی کو حکم دے دے کہ سو جاؤ تو اصحابِ کہف تین سو سال کے بعد اُٹھتے ہیں...یہ اصحابِ کہف سے افضل ہیں، اب اٹھا کر دیکھو! جب نیند پوری ہو گی جب ہی اٹھے گا۔

اس کا تو سونا اللہ پر احسان ہے...جب جاگے گا تو کیا ہو گا؟ جزا سے پتہ چلا کہ علیؑ نے احسان کتنا بڑا کیا؟ اللہ نے اسی وقت جزا دی...کہا جاؤ جبرئیلؑ علیؑ نے احسان کیا، هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ... علیؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت کرو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

وَاللّٰہُ رَءُوفٌ بِالْعِبَاد..(سورۂ بقرہ آیت ۲۰۷)

ایسے ہی بندوں پر تو اللہ مہربان ہے جو ہم پر احسان کرتے ہیں اور اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں تو ہم اپنی ساری مرضیاں دے دیتے ہیں۔ اب اللہ نے علیؑ پر احسان کیا.. علیؑ کا احسان ایک رات سونا کا... اللہ نے کہا علیؑ جزا بڑی ملے گی، ہم بڑا احسان کرنے والے ہیں، ہم اعلیٰ ہیں.. تم علیؑ ہو... چھوٹی سی چیز نہیں دیں گے، اب قیامت تک کے لئے مرضیاں تمہیں دے دیں، نہیں سمجھے! ارے مشکل کام تھا اللہ کی مرضی پر سونا، دنیا کا سب سے مشکل کام یہی ہے۔ میں آپ سے کہوں سو جایئے ابھی لیٹ کر.. ہنسیں گے آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر... یہ کون سا حکم دیا؟ کوئی سوئے گا نہیں، یہ علیؑ تھا، حکم آیا چادر اوڑھی، سو گئے۔ کہا! مشکل کام کیا، اپنی مرضی کو ہماری مرضی پر قربان کر دیا، جاگنا چاہتے تھے تم، شجاع کا کام ہے جاگنا... جب پہلوان آ رہے ہوں تو اس کی مرضی ہوتی ہے کہ مقابلہ کرے، ایسے وقت سلا دیا جائے، مشکل کام ہے بہادر کے لئے، سو کر دکھایا، کہا مشکل کام تھا، تو اب اپنی سب مرضیاں ہم نے دے دیں... بتاؤ! هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان آیت ہے یا نہیں علیؑ نے مرضیاں لے لیں، یہ کفرانِ نعمت نہیں کرتے۔

بھئی! مرضیاں اب علیؑ کی ہیں، کیا مرضی ہے علیؑ کی؟ آپ نے پکارا علیؑ آ گئے یہ علیؑ کی مرضیاں ہیں، اللہ نے دی ہیں، نہ استعمال کریں تو کفرانِ نعمت.. علیؑ کو آنا ہے، علیؑ کو بیٹا دینا ہے، علیؑ کو رزق دینا ہے، اس لئے کہ اللہ کی مرضی یہی ہے، قیامت تک مرضی کا سکہ چلنا ہے۔

بدر میں آئے تلوار چلی، کہا کافر کے مقابل سب سے پہلے میں نے تلوار کھینچی، تین سو تیرہ تھے، نہ تلواریں نہ گھوڑے... اور وہ تھے ہزار سے اوپر.. علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟

پہلی لڑائی تھی، اگر پہلی جنگ میں شکست ہو جائے تو کیا ہوگا؟ علیؑ نے محاذ کو سنبھالا، کہا یا رسولؐ اللہ میں ہوں، چھاتی پہاڑ تھی رسولؐ کی جب بھائی ایسا ہو اور اللہ اپنے محبوب کو دیکھ رہا تھا، میرے محبوب کا سینہ تنا ہوا ہے، سر جھکا نہیں، اس لئے کہ اس کے ساتھ ایک محسن ہے۔ یہ لڑے گا، محاذ فتح ہوگا۔ چونکہ پہلی لڑائی لڑ کر علیؑ نے رسولؐ کو اور اسلام کو بچایا، اللہ پر ہوا احسان۔ بھئی خدا کے لئے سمجھو آیت کی پوری تفسیر۔ کسی کا احسان اللہ پر نہ ہو، علیؑ کے احسانات اللہ پر ہیں، کوئی انکار کرے تو کافر... اب یوں بھی تم لوگ کافر تو ہو ہی ہو، مانو یا نہ مانو... ماننا تو پڑے گا، ارے کفر میں ہی علیؑ کو مانو، دیکھو! راس الجالوت نے مانا۔

علیؑ کے احسانات اللہ پر... کھینچی تلوار اور فتح کر کے دم لیا بدر میں، وہاں سوئے تو مرضیاں ملیں، اب ایسا تو نہیں ہے کہ اپنی مرضیاں دے دیں تو اب دوسرے امتحان پر جو انعام دے وہ چھوٹا سا ہو... دیکھئے جزا بڑھتی جائے گی... جب اللہ جزا دیگا تو گھٹے گی نہیں بڑھے گی، پہلی لڑائی فتح کی اللہ پر کیا احسان، واپس آئے تو فاطمہؑ جیسی دلہن ملی۔

تم نے احسان کیا اس سے بڑا احسان کہ کسی نبیؐ کو آدمؑ سے خاتمؐ تک ایسی دلہن نہیں دی، علیؑ فخر کریں نہ محمدؐ کو ایسی بیوی ملی... نہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ کی تو ہوئی ہی نہیں، وہاں تک کسی نبیؐ، کسی ولی نے کائنات کی افضل ترین عورت، علیؑ کی زوجہ بدر کا انعام... یہ تمہارا احسان علیؑ یہ میرا احسان۔

اب دیکھتے جانا... وہاں مرضیاں احسان... یہاں فاطمہؑ احسان... اب قرآن میں نعمت بن رہی ہے نا ہر چیز... احسان نعمت ہے، فاطمہؑ رحمت بھی، نعمت بھی... بیٹی نعمت بھی، بیٹی رحمت بھی۔ اس لئے کہ بیٹا تو محمدؐ کے بچا ہی نہیں، نعمت بھی یہی، رحمت بھی یہی، احسان بھی یہی۔

اب آئے اُحد میں... سب بھاگ گئے، رسولؐ غار میں گر گئے.. کوئی نہ تھا جو آج شمعِ نبوتؐ کو بچاتا، پروانہ صفت محمدؐ پر نثار ہوئے، زندگی محمدؐ کی بچالی... اللہ نے کہا علیؑ تم نے میرے محبوب کی زندگی بچائی... مجھ پر احسان کیا، ادھر اُحد سے واپس آئے... احد ختم ہوئی!

اِنَّآ اَعطَینٰكَ الكَوثَر

حسنؑ جیسا بیٹا ملا... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ... ہم احسان کرتے ہیں۔ خدا کی قسم... جب میں پڑھنے لگتا ہوں علیؑ کے فضائل تو بارش ہوتی ہے، مَیں موضوع سے ہٹتا نہیں... لیکن جب نکتے آنے لگتے ہیں تو مَیں مجبور ہو جاتا ہوں... اب نکتہ آ گیا... حسنؑ جیسا احسان دیا، حسنؑ کے معنی احسان ہیں... عربی میں احسان کا جو سب سے اونچا درجہ ہے اُسے حسنؑ کہتے ہیں، اس لئے کہ احسان کے معنی حُسن ہیں اور حسنؑ کے معنی جس سے زیادہ حَسین کچھ نہ ہو۔

احسان کے معنی حُسن... حُسنِ عمل، حُسنِ کردار، حُسنِ توحید، حُسنِ رسالتؐ، حُسنِ امامت... یوں بنایا احسان حسنؑ کو... اتنا حُسن، شکل میں حَسن، نام میں حَسن، شجرے میں حَسن... باپ کی طرف سے حَسن، ماں کی طرف سے حَسن، نانا کی طرف سے حَسن، عہدے میں حَسن... رفتار میں حَسن، گفتار میں حَسن۔ ہر چیز میں حسین... ایسا احسان۔

اب امتحان ہوا... کہا کلِ کفر کے مقابل کُلِ ایمان جا رہا ہے... کیا کہا! کُلِ ایمان یہ ہے... اس میں گھبرانے کی بات نہیں ہے، چار ہجری میں ایمان صرف علیؑ تھے، کل ہوں یا جزو ہوں ایمان صرف علیؑ تھے... ایمان کا سلسلہ غدیر کے بعد ہوا... لا الہ کہے مسلمان، محمد رسولؐ اللہ کہے مسلمان... جہاں علیؑ ولی اللہ کہا ہو گیا مومن... آ گیا ایمان۔ ابھی تو اعلانِ ولایت نہیں ہوا تو ایمان ہے کہاں یعنی رسولؐ کی بزم میں اگر ایمان ہے تو صرف علیؑ۔ جب کہیں گے علیؑ ولی اللہ سلمان تو دیکھا جائے گا۔ ابھی صرف مسلمان ہیں، ابوذر

ابھی صرف مسلمان ہیں، کل ایمان تو علیؑ ہیں، بھیج دیا..جب تک یہ ادھر تھا تو اِدھر تھا ایمان..اب یہ گیا میدان میں اب یہاں صرف مَیں ہوں اور آس پاس ایمان نہیں۔وہ گیا کُلِ ایمان، اور یہ گیا تو ایمان بھی گیا اگر یہ آج قتل ہوا تو گیا ایمان، یعنی اگر رسولؐ زندہ بھی رہیں تو ایمان چلا جائے گا..علیؑ کے قتل ہونے پر۔کُلِ ایمان وہ اور وہ کُلِ کُفر عمرو ابن عبدود کو مارا...سر لیا واپس آئے، سر کو نبیؐ کے قدموں پر پھینکا..علیؑ کے سر کو رسولؐ نے سینے سے لگایا، کہا تمہاری ایک ضربت... هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ... آج تم نے کُلِ کفر کو قتل کر دیا...اللہ پر احسان کیا، اسلام بچایا، ایمان بچایا، دین بچایا، رسولؐ کو بچایا، میرا مذہب بچایا، صراطِ مستقیم کو بچایا، بڑا احسان کیا علیؑ...!ایک ضربت میں سر اڑا دیا۔تمہاری ایک ضربت اللہ پر احسان، کیا جزا دوں؟ جزا ہو بڑی...کہا کہ تمہاری ایک ضربت عبادت الثقلین سے افضل...کیا انعام دیا اللہ نے، کیا احسان علیؑ پر کیا...رسولؐ کی نمازیں..تو پھر اب سلمانؓ و ابوذرؓ کی نمازوں کا کیا ذکر کروں؟ جبرئیلؑ و میکائیلؑ و دردائیل و اسرافیل، کروڑوں کرّوبیاں...لاکھوں برس کے سجدے، رکوع، تسبیح سب ثقلین کی عبادت ہے۔جمادات و نباتات و حیوانات و ذرہ ذرہ کی عبادت، آفتاب کی عبادت، ماہتاب کی عبادت، ستاروں کی عبادت...ثقلین کی عبادت۔جہاں جہاں عبادتیں ہو چکیں اور قیامت تک ہوں گی...وہ سب یہاں ڈھیر کیں اللہ نے اور کہا اس سے افضل تمہاری ایک ضربت۔هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان

ارے! میری نو تقریریں تمہیں یاد نہیں، احسان اسے کہتے ہیں جو سجا کر پیش کیا جائے..علیؑ نے ضربت سجائی ہے...رات بھر ذوالفقار کو سجایا ہے، اسے دلہن بنایا ہے، ذوالفقار دلہن ہے، سجے نہ تو سر کاٹے کیسے، ناز و انداز والی تلوار...میر انیسؔ نے سجایا...

جیسی ذوالفقار انیسؔ نے سجائی، کسی نے نہیں سجائی۔

زیبا تھا دمِ جنگ پری وَش اُسے کہنا
معشوق بنی سرخ لباس اس نے جو پہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا
اس اوج میں وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا

جب گہنے سے دلہن لد جاتی ہے تو سر جھکا جھکا کر چلتی ہے، جواہرات سے لدی ہوئی دلہن سر کو جھکائے ہوئے میدان میں...گھونگٹ ڈالے ہوئے...

سیبِ چمنِ خُلد کی بُو باس تھی پھَل میں
رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولہا کی بغَل میں

علیؑ باپ ہیں...علیؑ جد ہیں، علیؑ چچا ہیں، شاخ ایک ہے، ذوالفقار کی اور علیؑ کی... لیکن دو حصوں میں تقسیم ہوئی، ایک ہی درخت سے سب بنے ہیں۔ پھل سے بنے سب، درختِ جنت کے پھل سب، جڑ سے بنی ذوالفقار...شجرہ ایک، جڑ ایک، شاخ ایک، پھول ایک، پھل ایک...شجرے دیکھ کر تو شادیاں ہوتی ہیں...ذوالفقار نے دولہا اپنا مانا تو شبیرؑ کو، یہ انیسؔ کا کمال ہے۔

کربلا میں تو وہ کامل دلہن بنی، یہ تو پیشوائی تھی، خیبر و خندق، کہا ایک ضربت اور سب کی عبادتیں نثار، نمازیں تو تمہاری گئیں اس ضربت کے صدقہ میں، پڑھتے رہو، پڑھے جاؤ، علیؑ کی ذوالفقار کا صدقہ...ہاں! قیامت تک کا صدقہ نکالنا ہے اس ایک ضربت کا، پڑھے جاؤ، روزے رکھے جاؤ، حج کیے جاؤ، زکوٰۃ دیئے جاؤ...جہاد کیے جاؤ...علیؑ کی ذوالفقار کا صدقہ۔ ایک ضرب کا صدقہ، واہ! احسان اُتارنے والے، کیا احسان اُتارا ہے تو نے علیؑ کا، لیکن بڑا احسان کرنے والا اس دن معلوم ہوا کہ یہ معبود

ہے..اس نے کہا علیؑ کی ایک ضربت کا اندازہ لوگ نہیں کر سکے، اس میں ناقص نمازیں بھی ہیں، کوّے کی ٹھونگیں بھی ہیں، پڑھتے ہیں تو کہیں اور کی سوچتے ہیں، شبلی نعمانی نے الفاروق میں حضرت عمر کی زبانی لکھا ہے نماز ہم پڑھتے تھے ظہر کی تو ہم بناتے تھے پلان، ایران میں کیسے لڑیں گے؟ غرناطہ میں کیسے لڑیں گے؟ غرناطہ کی لڑائی ہوئی ہے! صلاح الدین ایوبی کے دور میں حضورؐ کے سات سو سال کے بعد، لیکن بعض لوگ یہ پڑھ رہے ہیں کہ رسولؐ کے دور میں علیؑ نے غرناطہ لڑی... بتایئے! اسپین کی لڑائی رسولؐ کے دور میں کیسے ہوسکتی ہے... حضرت علیؑ کہیں باہر گئے ہی نہیں رسولؐ کی زندگی میں، خیبر تک گئے، واپس آگئے، باہر جاکر لڑائیاں رسولؐ کے بعد لڑیں،... بصرہ گئے، صفین گئے، نہروان گئے لیکن رسولؐ کی زندگی میں دور نہیں گئے... ہاں اگر کہیں آئے ہیں تو پھر مظہر العجائب بن کر پہنچے ہیں، جہاں جہاں قدم کے نشان مل جائیں سمجھ جایئے علیؑ مظہر العجائب بن کر پہنچے ہیں... اگر غرناطہ میں قدم شریف مل جائیں تو سمجھ لیجئے کہ ہاں! علیؑ آئے تھے۔

دیکھئے! میں فلسفہ بتادوں، کچھ احمق لوگ ہیں، بچہ لوگ ہیں.. خطابت میں غلطی کر جاتے ہیں نظم ونثر میں لیکن میں سمجھادیتا ہوں ایسے ہی احمق کہہ کر... تاکہ ذرا انہیں تنبیہ ہو جائے... علیؑ جہاں چلے جائیں وہاں سے اسلام واپس نہیں آتا... کلیّہ دے رہا ہوں... جہاں علیؑ کے قدم گئے پھر وہاں ایمان کے بعد کفر نہیں آیا... سندھ میں آئے ایمان ہے... ہند میں آئے ایمان ہے... ایران تک گئے ایمان ہے، عراق تک گئے ایمان ہے، شام تک گئے ایمان ہے، یمن تک گئے، مصر تک گئے ایمان ہے۔ اسپین نہیں گئے... وہاں کفر ہی کفر ہے... ایمان وہاں نہیں ہے، اگر غرناطہ جاتے تو کبھی وہاں عیسائیوں کی حکومت نہیں ہوتی، ایک مسجد نہیں ہے وہاں، اسلام نام کی کچھ چیز نہیں ہے،

کاش علیؑ چلے جاتے اسپین تو مسلمانوں کو وہاں سے جا کر بھاگنا نہ پڑتا... یاد رکھنا. علیؑ کے قدم تو بہت بڑی بات ہے جہاں سادات کے قدم گئے پھر وہاں سے اسلام کو کوئی نکال نہیں سکا، اسپین سادات نہیں گئے، بنوامیہ گئے تھے تو واپس ہونا پڑا۔

غرناطہ اپنی کشتیاں جلا کر لوگ واپس آ گئے، علیؑ کشتی نہیں جلاتے، علیؑ تو کشتیاں چلاتے ہیں... حدیثِ کسا میں اللہ نے کہا کہ نہیں چلائیں کشتیاں مگر تمہارے لئے... کوئی کہتا پھر رہا ہے کہ علیؑ نے کشتیوں میں آگ لگادی.. معاذ اللہ.. یہ کیوں کشتی کو آگ لگائیں گے یہ تو خود کشتی ہیں، یہ کسی کی کشتی میں آگ نہیں لگاتے، نہ اپنی نہ کسی اور کی۔

یہ قصہ کہانیاں اپنی طرف رکھئے، انہیں اہلِ بیتؑ کی طرف نہ لایئے چھوٹا ذاکر ہو یا بڑا... تصحیح کرنا ہمارا فریضہ ہے، ہم پر واجب ہے۔ فروعِ دین میں نہی عن المنکر... منبر سے نہیں ہوگا تو کہاں سے ہوگا؟ اس لئے کہ آپس میں تو لوگ کرتے نہیں اس لئے کہ دوستی مانع آجاتی ہے، پڑوسی، تعلقات، رشتہ داری... بچوں کو لوگ سمجھاتے ڈرتے ہیں کہ کہیں بدتمیزی نہ کر بیٹھیں... تو مجھے تو یہ فریضہ ادا کرنے دیجئے تاکہ میں تصحیح کروں، تو علیؑ اگر جائیں تو قدم ملیں..... اللہ نے دیکھا کہ یہ میرا محسن، یہ کیا احسان کا بدلہ ہوا کہ سب کی عبادتیں ایک ضرب میں دے دیں... واپس آئے خندق سے تو اطلاع ملی... فاطمہؑ کے یہاں فرزند کے نور کا ظہور ہوا ہے، نبیؐ نے نواسے کی ولادت کا جشن منایا،... جبرئیل آئے کہا نام رکھو حسینؑ... احسان کرنے والا۔

کیا پیغام آیا...؟ جو لوگ کہتے ہیں، اللہ احسان نہیں کرتا، احسان نہیں لیتا... وہ ذرا پڑھیں دُعا میں حدیثِ کسا کے بعد... میں قدیم الاحسان ہوں اس لئے میں نے اس کا نام حسینؑ رکھا، میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ، میں محمود ہوں یہ محمدؐ، میں اعلیٰ ہوں یہ علیؑ... یعنی اپنے نام سے مشتق کیا، میں احسان ہوں حسینؑ بھی احسان... اب آیت سمجھ میں

آجائے گی... هَلُ جَزَاءُ الْاِحُسَانِ اِلَّا الْاِحُسَان ... حسینؑ کو حکم دیا اپنے ماں باپ پر احسان کرو، بالوالدین احسانا... یہ حکم سب سے پہلے حسینؑ کو پانچ سال کی عمر میں ملا... پہلے نانا کو ملا پھر بچہ کو ملا... حسینُ منی و انا من الحسین ...جو وہ کریں وہ یہ کریں..جو یہ کریں وہ وہ کریں...وہ ابو طالبؑ اور فاطمہؑ بنتِ اسد پر احسان کریں، یہ علیؑ و فاطمہؑ پر احسان کریں، اللہ نے کہا یا علیؑ تم نے ایک ضربت ایسی لگائی کہ دین کو بچالیا تو ہم نے تمہیں حسینؑ جیسا بیٹا دیا یادگار کے طور پر...اب کیا بچوں کو سمجھا دوں.. جب کوئی پریزیڈنٹ کہیں آتا ہے تو ایک درخت لگاتا ہے...اس کے نام سے رکھ دیا جاتا ہے کہ ایوب خاں نے درخت لگایا...یہ نہرو نے درخت لگایا، امریکہ میں چلے جایئے، جگہ جگہ ایسے درخت ملیں گے...واشنگٹن یہاں آیا تھا...جنگل میں کہ درخت لگا ہوا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ واشنگٹن نے یہ درخت لگایا۔

پتہ چلا کہ جب کوئی یادگار بنتی ہے تو ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ یہ یادگار میرے نام سے مشہور ہو، اللہ دنیا کا سب سے بڑا احسان علیؑ پر کرنے جارہا تھا تو اس نے کہا نام ہی احسان ہوگا، حسینؑ نام رکھا اسی لئے حسینؑ سے پہلے کسی کا نام حسینؑ نہیں ہوا...اللہ کا محسن کوئی ہو تو اس کا نام حسینؑ رکھا جاتا...مَیں پھر عظیم جملہ دے رہا ہوں، معصومین میں علیؑ سے لے کر بارہویں امامؑ تک حسینؑ پھر کسی کا نام نہیں رکھا گیا۔ محمدؐ چار ہوئے، علیؑ چار ہوئے، حسنؑ دو ہوئے...محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ... حسینؑ کے بعد علی ابن الحسینؑ...پھر علیؑ، محمدِ باقرؑ...پھر محمدؑ، جعفرِ صادقؑ...موسیٰؑ کاظم، جعفرؑ، موسیٰؑ، علیؑ رضا..پھر علیؑ، محمدؑ تقی...پھر محمدؑ، علیؑ نقی...پھر علیؑ... حسنؑ عسکری...پھر حسنؑ، پھر محمدؑ.... حسینؑ کہاں؟ ایک... پتہ چلا معصومینؑ میں بھی اللہ کا محسن ایک۔

اتنا بڑا احسان کوئی کرے کہ اس کا نام اللہ رکھے محسن...تو وہ تو شہید ہوگیا، اس لئے

ایک بچا... حسینؑ ..نام ہی یادگار رہے کہ سب سے بڑا اللہ پر احسان کرنے والا حسینؑ...
انعام علیؑ کا بعدِ خندق، خیبر کی لڑائی قلعہ فتح کیا، مرحب کو قتل کر دیا، قتل کیا حارث کو، یاسر
کو، قلعہ فتح کیا اسلام امیر ہو گیا، دروازہ توڑ لیا، لشکر گزر گیا دروازہ پر سے انعام پہلے
رسولؐ نے دے دیا..کل علم اس کو دوں گا جو کرار ہو گا، غیرِ فرار ہو گا اللہ و رسولؐ اسے
دوست رکھتے ہوں گے اور وہ اللہ و رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا...محبتوں کا اعلان ہو گیا،
کرّاریت کا اعلان ہو گیا، غیر فراریت کا اعلان، شجاعت کا اعلان، بہادری کا اعلان،
مردانگی کا اعلان...اب نہ کوئی مرد نہ کوئی رجل، نہ کوئی کرار، نہ کوئی غیرِ فرار...نہ کوئی اللہ
کا محبّ، نہ کوئی رسولؐ کا محبّ...نہ اللہ کسی سے محبت کرتا ہے، نہ رسولؐ کسی سے محبت کرتا
ہے بس ایک علیؑ۔ اس سے بڑا کیا انعام تھا۔ یہ پہلے حدیث اس لئے دیتے تھے کہ علیؑ
اور اپنے کام کو سجائیں۔

کیسا سجایا؟ خیبر توڑنا نہیں تھا اس جنگ میں...بھئی علیؑ کا کام اتنا تھا اس جنگ میں
کہ مرحب کو مار دو...مار دیتے...کیسے مارا ذوالفقار سر سے چلی، دو ٹکڑے کیا...مرکب کو
مارا، زمین تک آئی...یہ زمین تک کیوں آئی؟ سجایا...! یہ خیبر کا وار کیوں سجایا..اتنا سجایا
کہ سر سے چلا اور مرکب تک وار آیا..آج تک علیؑ کی ضربت زمین تک نہیں آئی تھی تلوار
کے وار کو اس لئے سجایا کہ ایک وار پر ثقلین کی عبادت نثار ہو چکی تھی، یہ دوسرا وار تھا تو
اب سجا کے پیش کیا۔

دوسرا وار سجایا، احسان سجا کے پیش کیا جاتا ہے، میرے یہ بوہری بھائی جو بہت دور
دور سے گاڑیوں میں بھر کے آتے ہیں اور اتنی عقیدت سے مجلس سنتے ہیں کہ جواب
نہیں، خدا انہیں سلامت رکھے۔ مَیں نے کہا ہے کہ روضۂ حسینؑ سے لے کر اور مصر تک
چلے جایئے، جو کچھ روضوں پر سونا چاندی ہے سب بوہریوں کا دیا ہوا ہے، پاکستان کے

مہاجر تو بے چارے فقیر ہیں، وہ کہیں نہیں خرچ کر پاتے تو روضے پر کیا چڑھائیں گے، وہ پیتل کی ضریحیں چڑھا چڑھا کہ اپنے یہاں چاندی کی اس پر قلعی کرا کرا کے سمجھتے ہیں ہم بہت امیر ہیں۔

چاندی اور سونے کی جس دن چڑھاؤ گے تو ہم بھی دیکھ لیں گے۔ پھر مولا قبول کر لیں گے، بوہریوں کے نذرانوں کو مولاؑ قبول کرتے ہیں۔ یعنی حد یہ ہے کہ کوئی گلدستہ پاکستان کے مہاجروں کے نام کا نہیں رکھا کسی صوبے کا نہیں رکھا، ایک ہو تو ہمیں بتا دو جتنے فیروزے، یاقوت امام رضاؑ کے روضے پر چڑھے ہیں سب بادشاہوں کے، امرأ، روسا، دوسرے ملکوں کے ہیں۔ کیا سب مل کے ایک ہیرا نہیں خرید سکتے۔ ارے بھئی چندے بیچ سے ہی غائب ہو جاتے ہیں، جب چندہ ہونے لگے گا کہ صاحب ایک ہیرا چڑھانا ہے امام رضاؑ کے روضے پر چندہ جمع کیجئے گا تو ہیرا تو گیا ایک طرف، چندہ ہو جائے گا غائب۔ اس لئے کوئی تحریک چلا ہی نہیں سکتا تو وہ چڑھائے جو نیتیں اچھی رکھے، اس لئے صدیوں سے اب تک ایران، عراق میں ہندوستان اور پاکستان کے شیعوں کی طرف سے کوئی تحفہ چڑھا ہی نہیں۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ... ہمارے خاص بندوں کے لئے کیا کر رہے ہو؟ لٹاؤ تو، پھر وہ دیتا ہے... دل ہی نہیں ہیں تو لٹائیں کیسے؟ اور کہنا یہ ہے کہ ہم کربلا میں ہوتے تو ہم جان دے دیتے... دولت دے نہیں سکتے، جان دے دیتے۔

اس لئے کہ اس سے بڑا انسٹیٹیوشن (Institution) اتنی بڑی سرکار کسی کے پاس نہیں جہاں سے ہر سال علم پھیلتا ہے... پھلتا ہے، پھولتا ہے، برکتیں نازل ہوتی ہیں، ایک ضربت علیؑ کی... اور اللہ پر احسان تھا صرف اس لئے کہ اللہ نے تقسیم کیا اس ضربت کے ثواب کو، وہی ثواب چل رہا ہے تو ہم بچے ہوئے ہیں، علیؑ کی ضربت کا ثواب قیامت

تک بٹتا رہے گا، اسی سے اگر مل گئی پناہ تو مل جائے گی، ورنہ محشر میں کوئی نہیں بچے گا۔

اب آیا خیبر کا میدان... علیؑ بھی وہ بندہ کہ اللہ جسے جزائیں بڑی دیتا جائے، اور علیؑ بھی یہ سوچ کر میدان میں آئیں کہ اس سے بڑا احسان... بندہ ایسا کہ احسان کرنے پر تلا ہوا، احسان اُتارنے والا ایسا کہ علیؑ کا احسان نہ رہے وہ احسان اُتارنے پر تُلا ہوا، علیؑ احسان کرنے پر تُلے ہوئے... ایک ضربت، کہا یہ ضربت زمین پر نہ جائے... یہ بڑی عظیم ضربت ہے۔ اب یہ ہمارے بندے کی دوسری ضربت ہے.... جبرئیلؑ تیرے معصوم پَر بچھیں تاکہ زمین سے مَس نہ ہو... بہت بڑی چیز پڑھنے جا رہا ہوں... زمین تھرائی... ہوا زلزلہ، لوگوں نے کہا یا علیؑ... زمین کو آیا زلزلہ، علیؑ نے کہا تھَم، تھَم میں ہوں ابوتراب۔ زمین ہے بیٹی، علیؑ ہیں باپ... تو جبرئیلؑ نے پر بچھائے، ضرب جا رہی تھی زمین تک، علیؑ نے زمین کو ضربت سے بچایا... خیبر سے واپس آئے تو زینبؑ جیسی بیٹی ملی۔

کیا نام رکھا... آپ کو پتہ ہے؟ سوا گھنٹہ ہوگئے مجھ کو پڑھتے ہوئے لیکن اب نام ایسا آ گیا کہ فضائل نہیں پڑھ سکتا۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان رسولؐ نے کہا اس کا نام رکھو زینِ اَب... باپ کی زینت !اللہ نے کہا علیؑ تم نے خیبر فتح کیا، ہم نے انعام دیا... سارے قبیلے بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے لیکن بنی ہاشمؑ ہر دور میں کہتے تھے کہ اگر بیٹی نہ ہو تو جنازہ پر روئے گا کون؟ رسولؐ کی تمنا تھی کہ میرے جنازے پر کوئی روئے... اسی لئے بیٹا نہیں دیا، جس طرح بیٹی روتی ہے بیٹا نہیں روتا باپ کے جنازے پر... اس لئے اللہ نے کہا رسولؐ یہ احسان کر رہے ہیں ایسی بیٹی دے رہے ہیں دنیا بھول جائے گی اُمّت کے بدبخت جنازہ چھوڑ کر چلے جائیں گے، پورا مدینہ نہیں روئے گا لیکن رسولؐ کی بیٹی یہ جب تک جیئے گی جب تک روئے گی... ایک ہی تو رویا ہے رسولؐ کو جس کا نام ہے فاطمہؑ۔ تو علیؑ کی بھی تمنا تھی تو اللہ نے زینبؑ کی صورت میں

انعام دے دیا۔

احسان کرنے والا وہ، جزا دینے والا وہ... علیؑ کا گھر احسانوں، نعمتوں اور رحمتوں سے بھر گیا۔ امام صادقؑ اپنی بزم میں بیٹھے ہیں، احسانوں کا تسلسل ہے قرآن گواہ ہے، ایک آیت پڑھی من جاء بالحسنه فله عشر امثالها (سورۂ انعام آیت ۱۶۰) ''جو احسان لے کر آئے گا تو اُسے دس گنا ثواب ملے گا'' اور کہا تمہیں معلوم ہے محشر میں اللہ خود پکارے گا کہ اللہ پر جن لوگوں نے احسان کیا ہے وہ بندے آ جائیں۔ تو ایک جماعت خود اُٹھے گی اور کہے گی پروردگار! ہم ہیں، تو اللہ کہے گا تم اپنا احسان جو اللہ پر ہے بیان کرو... تو وہ جماعت پکار کر کہے گی ہم تیرے نبیؐ کے نواسے حسینؑ پر رونے والے ہیں... اللہ کہے گا بے شک تم نے ہم پر احسان کیا... نمازیں احسان نہیں ہیں اللہ پر، روزے احسان نہیں ہیں، یہ تمہارے فریضہ ہیں... لیکن اگر کوئی احسان ہے اللہ پر تو حسینؑ پر آنسو... یہ احسان قیامت تک رہے گا، اللہ کہتا ہے یہ احسان مجھ پر ہے، جو حسینؑ پر رویا... ایک بار اللہ کہے گا، اَے میرے محسنو! محشر کے میدان میں دیکھو، جس جس نے دنیا میں تم پر احسان کیا ہو، اس کا ہاتھ تھامو اور جنت میں چلے جاؤ... یہ ہمارا سچا امامؑ کہہ رہا ہے اس لئے ہمیں کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے، علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا... اب آپ خود دیکھ لیجئے امامؑ نے فرمایا... اللہ نے اعمال نہیں پوچھے... تم کیا کرتے آئے ہو...؟ اَے میرے محسنو! جب تم نے احسان کیا ہے تو تم سے کیا پرسش کہ کیا کام کیا؟ تم نے گواہی میں آنسو دے دیئے... جاؤ۔ قسم کھا کر بتاؤ یہ رونے کا دستور کس نے سکھایا؟ اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو ہمیں رونے کا شعور نہ آتا.... یہ زینبؑ نے بتایا کہ بھائی کے جنازے کو روشن کیسے کرتے ہیں... تبھی تو کہا... ایک گھر چاہیئے جہاں فرشِ عزا بچھانی ہے، رونے کا طریقہ بتایا اور جب سواریاں

چلنے لگیں تو بشیر ابنِ نعمان سے کہا حاکم نے کہ دو ہزار کا لشکر، ہاتھوں میں تلواریں...اس قافلہ کی حفاظت کرو...زینبؑ کی عماری سیدِ سجادؑ کا کجاوہ...مختلف عماریوں پر بیبیاں، قافلہ چلا، پردے پڑے ہوئے تھے، راستے تو وہی تھے...زینبؑ کو جانے کیا کیا یاد آرہا ہوگا، چہلم کی مجلس ہے، آپ کا دل رو رہا ہے۔ بس مختصر مختصر دو چار جملے اور پھر امام حسینؑ کا تابوت زیارت کے لئے آئے گا۔

وہی راستہ اختیار کیا مدینہ جانے کے لئے کہ دیکھ تو لوں بھیا کی قبر بنی کہ نہیں بنی...! کتنی فکر ہے، ابھی آپ نے مرثیہ سُنا مرزا دبیر کا...ع

چہلم جو کربلا میں بہتّر کا ہو چکا

یہ حکم تھا لشکر والوں کو کہ جب سید سجادؑ کا قافلہ رکے تو چار میل دور خیمے لگانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ قافلہ کے کسی آدمی کے کانوں تک زینبؑ کی آواز جائے...آپ نے دیکھا زینبؑ کی فتح کیا ہے، دار الحکومت سے فاتحِ شام جارہی ہے، اپنی فتح کا اعلان کرتی ہوئی کہ تم نے ہمارا پردہ چھین لیا، تم نے دیکھ لیا کہ ہم نے اپنے پردہ کو پھر منوالیا، ہم نے قرآن کو پھر منوالیا، ہم نے حسینؑ کے پیغام کو منوالیا...اللہ اللہ! کہتے ہیں قبرِ حسینؑ کا پہلا زائر...رسولؐ کا بوڑھا صحابی جو نابینا تھا، جابر ابنِ عبداللہ انصاری، حدیثِ کساؑ کی روایت جن سے ہے...وہ ڈھونڈتے چلے میرا حسینؑ اب تک نہیں آیا، بہت محبت کرتے تھے پتہ چلا حسینؑ عراق میں شہید ہوگئے، جب پتہ چل گیا تو کہا مجھے اس کی قبر تک لے چلو...غلام نے صحرا تک پہنچایا...کہا فرات کتنی دور ہے...؟ غلام نے کہا آقا فرات تھوڑی دور ہے۔ کہا! مجھے فرات تک لے چلو، مَیں غسل کروں، کپڑے بدلوں...غلام فرات تک لے گیا، جابر نے غسل کیا، غسل کر کے باہر نکلے، لباس پہنا...غلام نے نعلین سامنے رکھی...ہٹا دیا۔

کہا نعلین نہیں پہن سکتا... برہنہ پا چلوں گا... کہا آقا ریت جل رہی ہے، قبرِ حسینؑ یہاں سے دور ہے، جلتی ریت پر کیسے چلیں گے؟، کہا تجھے کیا معلوم زہراؑ کا لہو کہاں کہاں گرا ہے؟ ننگے پیر چلے... جلتی ریت پر چلے... اے رسولؐ کے صحابی تجھ پر میرا سلام، تو کربلا کا پہلا زائر ہے۔

جب کچھ دور قبرِ حسینؑ رہ گئی تو غلام سے کہا بتا دینا قبر آ گئی... غلام نے کہا آقا شہزادے کی قبر آ گئی، بس یہ سننا تھا کہ اپنے آپ کو قبرِ حسینؑ پر گرا لیا، ایک بار رخسار رکھا کہا حسینؑ مجھے تمہارا بچپن یاد ہے... عجیب حسرت بھرے جملے ہیں، حسینؑ مجھے یاد ہے جب بھی میں تمہارے دروازے پر آیا اور میں نے ہمیشہ کہا... السلامُ علیک فرزندِ رسولؐ... تم نے ہمیشہ سلام کا جواب دیا اور دوڑ کر دروازہ پر آ گئے جابر کی آواز سن کر، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جابر کی آواز پر تم نے جواب نہ دیا ہو... اے حسینؑ! میں پکاروں گا جواب دو گے... حسرت تو دیکھو زائر کی... ایک بار پکارا اے میرے نبیؐ کے نواسے حسینؑ غلام آیا ہے... جواب نہ ملا تو خود ہی حسرت سے آسمان کو دیکھ کر کہا... ارے میرا حسینؑ بولے تو کیسے بولے؟ جسم پر سر کہاں، سر تو کٹ گیا، ارے میں نے سنا سر تو نیزے پر دربارِ یزید میں گیا، یہاں تو جسم ہے... بس اتنا کہا تھا کہ آواز آئی... جابر زینبؑ آ رہی ہے... ہٹ جاؤ... بہن آ رہی ہے، قبر کے پاس سے ہٹ جاؤ، دکھیا بہن آ رہی ہے... غلام نے کہا! کوئی قافلہ آتا ہے، جابر نے کہا ہاں بھائی نے خبر دے دی بہن آ رہی ہے... جابر قبر سے دور ہٹ گئے... ایک درخت کی آڑ میں ہو گئے... لیکن جابر نے سُنا کہ جب ناقے دوڑتے ہوئے آئے تو کسی بی بی نے اپنے آپ کو ناقے سے قبرِ حسینؑ پر گرا دیا...! قبر پر ایک بی بی گری... اور بس اتنا کہا... بھیا سکینہؑ کو میرے حوالے کیا تھا، لیکن کیا کروں خواب میں آ کر تم سکینہؑ کو خود لے گئے، ربابؑ خالی گود آئی ہے۔ بھیا!

سکینہؑ ساتھ نہیں آئی ہے... اور پھر تین دن بہن بھائی کی قبر سے لپٹی رہی.. علی اکبرؑ کی قبر سے امِ لیلیٰؑ لپٹ گئیں... عباسؑ کی قبر سے اُم کلثومؑ لپٹ گئیں... مگر ایک ماں صحرا میں جہاں مٹی کا ڈھیر دیکھتی اس پر گرتی تو کہتی کیا میرے اصغرؑ کی قبر یہ ہے..؟ کہتی اے اصغرؑ تم کہاں ہو؟ ایک بار قبرِ حسینؑ سے آواز آئی.. ربابؑ اصغرؑ میرے سینے پر سو رہا ہے، قیامت تک اصغرؑ میرے سینے پر سوئیں گے۔

آج الوادائی مجلس ہے، مَیں نے آنسوؤں کی دھاریں دیکھیں، اللہ تمہاری اس رقت کو برقرار رکھے، ان آنسوؤں کی برکت سے تمہارے گھر آباد رہیں، تمہارے بچے تمہارے سائے میں پروان چڑھیں... اللہ تمہارے رزق میں اضافہ کرے... جب مولاؑ کے دربار میں کچھ مانگو تو تمہاری دُعا رَد نہ ہو.. تم بہت لاڈلے ہو فاطمہ زہرؑا کے... حسینؑ کے عزاداروں کی قدر فاطمہؑ زہرا سے پوچھو! دنیا کا کوئی انسان وہ قدر نہیں کرسکتا جو حسینؑ کے ماتم داروں کی قدر جناب فاطمہ زہرؑا کرتی ہیں۔

تین دن کے بعد سواریاں تیار ہوئیں، قافلہ چلا... کیسے بھائی کی قبر کو زینبؑ نے چھوڑا؟ کون بیان کرسکتا ہے کہ صحرا میں تنہا قبر چھوڑ کر بیبیاں کیسے گئیں، لیکن کہتے ہیں کہ جب یہ قافلہ مدینہ سے قریب ہوا تو بیبیوں نے عماری کے پردے اُلٹ دیئے... نانا کا مدینہ نظر آیا، سب سے پہلے اُمِّ کلثوم نے آواز دی! اے نانا کے شہر ہمارے آنے کو قبول نہ کر، جب ہم گئے تھے تو گودیاں بھری ہوئی تھیں، مانگیں آباد تھیں، اب آئے ہیں تو گودیاں خالی ہیں، اور سہاگ بھی اُجڑ گئے، اُمِّ کلثومؑ نے آواز دی نانا کے روضے کو دیکھ کر... بیرونِ مدینہ سواریاں رک گئیں، شہر میں ایک دم سے نہیں گئے سید سجادؑ... کیوں؟ ۲۸ رجب کو گئے تھے تو کتنا بڑا قافلہ تھا... جوان تھے اکبرؑ جیسے، قاسمؑ جیسے... ایک دم سے لُٹا ہوا کارواں جائے گا بنی ہاشمؑ کے سینے پھٹ جائیں گے، ایک دم

سے کیسے برداشت کریں گے؟ اس کارواں کی شان یہ دیکھی تھی اور اب جب یہ شان دیکھیں گے تو کیا ہوگا؟ زینبؑ نے کہا کہ سیدِ سجادؑ خیمے یہیں لگا دو... مدینہ سے باہر قناتیں لگ گئیں اور بشیر کو بلا کر سید سجادؑ نے کہا یہ کالی چادر میری لے لے گلے میں ڈال اور یہ عباسؑ کا علم ہے اور جا کر صدر مقام پر اعلان کر دے... اے مدینہ والو یہ شہر رہنے کے قابل نہیں رہا، اس کا سردار حسینؑ مارا گیا... بشیر گیا اور ایک مقام پر اس نے چلانا شروع کیا... وہی باجا جو جنگوں میں بجتا تھا بشیر وہ بجاتا جاتا تا کہ آوازیں مدینہ میں پہنچ جائیں، یہ عرب کا طریقہ تھا... وہ حسینی باجا، یہی باجا اب تک جلوسوں میں ہوتا ہے، اور اس کی آواز میں کہتا ہے حسینؑ قتل ہو گئے... مدینہ اُجڑ گیا۔

کہتے ہیں یہ آواز مدینہ کے ہر گھر تک پہنچ گئی، ہر گھر کا منظر بدلتا گیا، لوگ اپنے گھروں کے دروازے کھولتے گئے، عورتیں، مرد، بچے... بچیاں سب گھروں سے نکل پڑے، قیامت کا منظر تھا... مجمع سے ہر سڑک بھر گئی، کہتے ہیں سب سے پہلے جناب عقیلؑ جو ابو طالبؑ کے بڑے بیٹے، علیؑ کے بڑے بھائی ان کی چھ بیٹیاں تھیں، رملہ بنتِ عقیلؑ، سلمہ بنتِ عقیلؑ، اُمِّ لقمان بنتِ عقیلؑ، اُمِّ ہانی بنتِ عقیلؑ، زینب بنتِ عقیلؑ، اُمِّ کلثوم بنتِ عقیلؑ... چھ برابر کی بیٹیاں، بلند قامت کی... ہاشمی بیبیاں... کالی چادریں اوڑھ کر اپنے گھر سے سینہ پیٹتی ہوئیں، ان کا نوحہ یہ تھا... یا رسولؐ اللہ ہم آ رہے ہیں آپ کی قبر پر یہ بتانے کے لئے کہ آپ کا بیٹا مارا گیا، آپ کا گھر آج اُجڑا ہے، آپ کی بیٹی فاطمہؑ کا گھر اُجڑ گیا۔ سڑک پر نوحہ پڑھتی ہوئی عقیلؑ کی بیٹیاں جو نکلیں... عورتوں کا کیا عالم ہوا ہوگا؟ سیدانیوں نے سڑک پر نوحہ پڑھا، سینہ پیٹا... ایک گھر اور مقتل نگار بتاتا ہے کہ محمدِ حنفیہؑ جو بیمار تھے، شور جو ہوا تو آنکھیں کھلیں، غلام سے کہا کیا ہوا؟ غلام نے کہا میں نے چاہا کہ خبر نہ دوں دل کو دھچکا نہ لگ جائے تو کہا آپ کے بھائی کا

کارواں آیا ہے... تو اُٹھ کر بیٹھ گئے حالانکہ بہت علیل تھے، کہا میرا بھائی حسینؑ آیا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرا بھائی مدینہ میں آئے اور اپنے بیمار بھائی کو دیکھنے نہ آئے... مجھے لے کر چلو، میں دیکھوں کہ میرا بھائی اب تک کیوں نہ آیا؟

بازو پکڑ کر لے چلو.. غلام کہتے ہیں ہم نے آقا کے بازو پکڑے، سڑک پر لائے، جیسے ہی سامنے شاہراہ پر لائے دور سے کالے جھنڈے نظر آئے... کہا ہائے بنواُمیہ نے میرے بھائی کو مارڈالا، یہ کالے پرچم بتارہے ہیں میرا بھائی مارڈالا گیا، کہا اب جہاں میرا بھتیجا آیا ہو وہاں لے چلو، کہاں ہیں علیؑ ابن الحسینؑ...؟ غلام کہتے ہیں وہاں لائے جہاں خیمہ کے سامنے کرسی پر سید سجادؑ بیٹھے تھے، چچا بھتیجے کا سامنا ہوا... بھتیجا اُٹھا... چچا نے دوڑ کر بھتیجے کو گلے سے لگایا. تو بھتیجا رو کے چلایا چچا ذرا آہستہ لپٹائیے... ہڈیاں گل گئیں... گلے میں طوق تھا چچا۔ چچا نے بھتیجے کی ہڈیاں دیکھیں، طوق کا زخم دیکھا، ایک بہادر چچا پر کیا گذری.. گھبرا کر پوچھا اے سید سجادؑ میری شہزادی زینبؑ کہاں ہے؟

کہا پھوپھی اماں خیمہ میں ہیں... بھائی خیمہ میں پکارتا ہوا گیا... کہاں ہے میری بڑی بہن، کہاں ہے میری شہزادی... بیبیاں سب بیٹھی تھیں ایک ایک کو دیکھا مگر بار بار پوچھا.. کہاں ہے میری بہن زینبؑ؟ ایک بار سامنے سے زینبؑ اُٹھیں اور کہا ہائے! یہ دن آگیا زینبؑ پر کہ اب بھائی بہن کو نہیں پہچان رہا، تو بے اختیار کہا ارے! تم ہو... تم زینبؑ ہو! کہا کیا پوچھتے ہو محمد حنفیہ جس کے گھر سے بہتّر جوانوں کے لاشے ایک دن میں نکلے اب اس کو کیسے پہچانو گے؟ لاشے اُٹھا کر زینبؑ آرہی ہے۔

عماریاں آئیں، زینبؑ نے کہا اب ہم نانا کے روضہ پر جائیں گے... ایک گھر کا حال ابھی نہیں سنایا... دس سال کی بچی اُٹھی کہا نانی کچھ خبر ہے..؟ میرے پردیسیوں کی خبر آئی ہے، نانی نے کہا بیٹا صغراؑ تم چل نہ پاؤ گی، اس سے پہلے دادی آگے بڑھ گئی کہا صغراؑ پہلے

دادی چلی، پانچ سال کے پوتے کی اُنگلی پکڑی..کہا بیٹا مجھے وہاں پہنچا دے جہاں قاصد آیا ہے، عباسؑ کی ماں آگئیں تو قاصد کہہ رہا تھا حسینؑ مارے گئے جب سنا حسینؑ مارے گئے... بولیں کیا کہتا ہے؟ کیسے ہوسکتا ہے میرا حسینؑ مارا جائے...؟ زہراؑ کا لعل مارا جائے..ارے جہاں عباسؑ ہو، وہاں حسینؑ کیسے قتل ہوسکتا ہے؟ تو پھر بتا دے کیا عباسؑ حسینؑ کو چھوڑ کر چلا گیا، بشیر رونے لگا...کہا بی بی بتاؤ تم کون ہو؟ کہا ارے! عباسؑ کی ماں، مگر ابھی نہیں پہلے یہ بتا عباسؑ کہاں تھا...؟ بشیر نے کہا تمہارے بیٹے نے پہلے ہاتھ کٹائے... حسینؑ پر قربان ہوا پھر حسینؑ مارا گیا..کہا بس عباسؑ مَیں نے خبر سن لی، اب چادر کو سنبھال کر پوتے سے کہا...زہراؑ کی قبر پر پہنچاؤ..میری شہزادی کی قبر پر کنیز کو پہنچاؤ...جا کر زہراؑ کی قبر پر خود کو گرایا.کہا شہزادی کنیز آئی ہے اور پکار کر کہا بی بی عباسؑ مارا گیا...مَیں حسینؑ کا پرسہ دینے آئی ہوں، زہراؑ بی بی اُمّ البنینؑ سے خوش ہونا..! میرے چاروں بیٹے حسینؑ پر سے قربان ہو گئے...اس کے بعد زہراؑ کی قبر پر پرسہ دیتی رہیں، وہ دن اور آج کا دن زہراؑ کی قبر سامنے ہے اور دروازے پر اُم البنینؑ کی قبر ہے...آج بھی زہراؑ کی دربان عباسؑ کی ماں بنی ہوئی ہیں...کیا مرتبہ ہے عباسؑ کی ماں کا...؟ صغراؑ نے کہا نانی ہم بھی چلیں گے...صغراؑ اور اُم سلمیٰؑ پہنچیں...روضہ بھر چکا تھا... چاروں طرف عورتوں کا مجمع تھا، سب شہزادی کی زیارت کے لئے آئے تھے، راوی کہتا ہے جب عماری زینبؑ آئی اور روضۂ رسولؐ کے دروازہ پر رُکی تو زینبؑ کا ناقہ ابھی بٹھایا نہیں گیا تھا کہ جنابِ زینبؑ نے اپنے آپ کو ناقہ سے گرا دیا...اس کے بعد اُٹھ کر دونوں دیواروں کے سہارے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا...ارے! کربلا و شام کی تھکی ہوئی شہزادی...تازیانے کھائے ہیں، کیا کیا اذیتیں اُٹھائی ہیں، سامنے قبرِ نبیؐ تھی...قبرِ نبیؐ پر پہنچیں اور ایک بار ضریح کو پکڑ کر آواز دی نواسی آئی ہے نانا اور سنانی لائی ہے...

نواسہ مارا گیا، آپؐ کا گھر کربلا میں تاراج ہو گیا، رسولؐ اللہ پورا گھر لوٹا گیا...اور اس کے بعد آواز دی کہ پردیس سے کیا لے کر آتی، ہاں تحفہ لائی ہوں، یہ کہہ کر حسینؑ کا خوں بھرا کرتا...قبرِ نبیؐ پر ڈال دیا، کہتے ہیں ضریحِ رسولؐ تھرّا گئی...ماتم کا وہ غل تھا، فریاد کا وہ غل تھا کہ آواز سنائی نہ دیتی تھی...مجمع کو ہٹا کر حسینؑ کی بیمار بیٹی آگے آئی، پھوپھی سے لپٹ گئی، کہا پھوپھی اماں بھیا علی اکبرؑ آئے ہیں؟ کہا مارے گئے، بھیا قاسمؑ آئے؟ کہا مارے گئے، چچا عباسؑ آئے کہا صغریٰ مارے گئے...ایک ایک کو پوچھا، زینبؑ کہتی گئی مارے گئے، اب صغریٰؑ نے نام نہیں لیا...جھک جھک کر کبھی لیلیٰؑ کی گود دیکھی، کبھی ربابؑ کی گود دیکھی...کہا زینبؑ نے کیا دیکھ رہی ہو، کہا میرا بھائی علی اصغرؑ کہاں ہے، میرے جھولے والا کہاں ہے، علی اصغرؑ...!

عشرۂ مجالس

حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں

خطیب

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

۱۹۹۸ء

امام بارگاہ جامعہ سبطین گلشن اقبال، کراچی